

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226026

UNIVERSAL
LIBRARY

ائمہ کس مضامین کتاب اخلاق عزیز می حصہ اول

صفحہ	مضمون	باب	نمبر مضامین سلسلہ وار
	تربیتی کیشن		۱
(۱۵۵)	دیباچہ		۲
(۱۵۶)	سوانح عمری حکیم سید کا		۳
(۱۵۷)	فرہنگ		۴
(۱۵۸)	انسان اپنی زندگی مرث کے ساتھ کیوں کر بسر کر سکتا ہے؟	باب	۵
۱	اسی مرث کیا ہے	"	۶
۲	انسانی مرث عقل اور نیلی سے حاصل ہو سکتی ہے	ب	۷
۳	عقل اور وہ کیا شے ہے	"	۸
۴	عقل اور حالت میں اپنے ذوالفعل کو اور کرتے رہتے ہیں	"	۹
۵	صحت عقل انسانی فطرت کی دلیل ہے	"	۱۰
۶	عقل اور کے درتے	"	۱۱
۷	کوئی خوشی جب تک کہ وہ نیکی پر مبنی نہ ہو خوشی نہیں ہے	ب	۱۲
۸	نیکی کا مرتبہ	"	۱۳
۹	الدال علی الخیر کفایعہ	"	۱۴
۱۰	نیکی کا تعلق خیالات اور افعال دونوں سے ہے	"	۱۵
۱۱	صرف ہی زندگی نیک اور چہی کوئی جا سکتی ہے جو ابتدا سے آنتا تک نیک ہو	"	۱۶

صفحہ	مضمون	باب	نمبر مضامین سلسلہ
۲۲	نیکی کبھی چھپ نہیں سکتی۔	ب	۱۷
۲۵	فلسفہ زندگی میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔	ب	۱۸
"	فلسفہ تین قسم کا ہوتا ہے اخلاقی - طبعی - عقلی۔	"	۱۹
۲۷	عقل آہستہ آہستہ ایک دوسرے کے معلم ہیں۔	"	۲۰
۲۹	معاشرت کے طرز ہو کہو فلسفہ ہی سکھاتا ہے۔	"	۲۱
۳۰	ہزاروں فنونِ عمدہ اور قابلِ قدر ہیں مگر ان کا تعلق نیکی سے نہیں۔	"	۲۲
۳۲	فلاسفہ الفاظ کے تجسس میں اپنا وقت خراب نہیں کرتے۔	"	۲۳
۳۵	بزرگوں کے اقوال اور ان کا اثر۔	ب	۲۴
۳۶	اچھے ہی لوگ نصیحت پذیر ہو سکتے ہیں۔	"	۲۵
۳۸	اقوال اور فقرات کا اثر۔	"	۲۶
۴۰	نیک مشورہ دینا گویا ملک کی خدمت کرنا ہے۔	"	۲۷
۴۱	ہر کام میں ۳ باتیں ضروری ہیں۔	"	۲۸
۴۳	کسی سنی بات کا خیال نبی کریم ﷺ لانا چاہئے جو سچی ہو یا جو کاپڑا کرنا ہمارے فیتے میں ہے۔	"	۲۹
۴۵	ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْظِعَةِ الْحَسَنَةِ	"	۳۰
۴۷	اطمینان قلب بت بڑی نعمت ہے۔	ب	۳۱
۵۰	ہر شخص کا ضمیر اس کے افعال کا تبصرہ ہے۔	"	۳۲
۴۵۳	ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی حالت کو اپنی نظر میں رکھے۔	"	۳۳
۵۴	نیکی کا کبھی منہ موم اور بدکار کبھی مغلوظ نہیں ہوتے۔	ب	۳۴

صفحہ	مضمون	باب	نمبر مضامین سلسلہ
۵۵	نیک شخص ہی اپنے اپنا سے جنس کو فائدہ پہنچا سکتا ہے	ب	۳۵
۵۷	مال اور دولت کے نقصان سے دل پر اثر نہ پڑنا چاہیے ..	۷	۳۶
۵۸	خدا کا پاک تصور تمام مصائب کا بہترین علاج ہے	ب	۳۷
۶۱	اس دنیا میں نیک کیوں بتلائے آلام میں اور بد خوش نصیب؟		۳۸
۶۴	اللہ تعالیٰ بڑائی سے بہلائی پیدا کرتا ہے	۷	۳۹
۶۶	مصائب کون قلب کی جانچ کیلئے اچھے ذرائع ہیں ..	۷	۴۰
۶۸	سانحے فی نفسہ اچھے ہیں نہ بُرے ہیں	۷	۴۱
۷۰	طبیعت کی بے استقامی اور اون اسباب کا ذکر جو عمدہ زندگی بسر کرنے میں اوج ہوتے ہیں	۹	۴۲
۷۱	وہ اسباب جو مسرت کی حاصل ہونیکے مانع ہیں	۹	۴۳
۷۳	غیر مستقل طبیعت ہمیشہ تکلیف دہ ہے	۷	۴۴
۷۵	کسی مقام کے تبدیل کر دینے سے آرام میں ملنا مگر اس وقت کہ دل کی حالت بھی بد جائے	۷	۴۵
۷۸	قلب کا اطمینان مصائب میں ہر کو اس میں رکنا ہے	۷	۴۶
۷۹	دنیا میں تعلقات جتنے کم ہوں اتنا ہی اچھا ہے	۷	۴۷
۸۱	وہ شخص جو اتفاقات پر اپنا آرام منحصر کئے ہوئے ہو کسی طعن میں آسکتا	ب	۴۸
۸۳	انسانی معاملات کی بے ثباتی	۷	۴۹
۸۶	جن چیزوں کو ہم اپنا سمجھتے ہیں مرض کر طور پر چند روز کے بعد گئے گئے ہیں	۷	۵۰

صفحہ	مضمون	باب	نمبر مضامین سلسلہ
۸۹	مشیت سے سب مجبور ہیں	بک	۵۱
۹۱	نفس پرستوں کی زندگی نہایت ذلیل ہے	بک	۵۲
..	تعیش کی کثرت نہایت ہی تکلیف دہ اور مملکت ہے	..	۵۳
۹۲	نفس پرستی کا باعث مسرت ہوتی تو انسانوں سے زیادہ جانور محض ہوتا ہے	..	۵۴
..	مساخون چرچہ قدر انواع و اقسام کے کمانے ہو گئے اور بقدر مختلف	..	۵۵
۹۴	بیماریوں میں اونکے کہا بنوائے مبتلا ہو گئے	..	۹۴
۹۶	شراب پینے والوں کو پاگل بنا دیتی ہے	..	۵۶
۹۹	عیش طلبی کی عادت ڈالنا حماقت اور مہودگی ہے	..	۵۷
۱۰۱	شہوت پرست اور عیاش نیکو کار نہیں ہو سکتے	..	۵۸
۱۰۳	بیجا خواہشیں پورا ہونے کے علاوہ انسان کو ہمیشہ تشنگا اور پریشان کرتی ہیں	سک	۵۹
۱۰۵	حرص کے لئے حرص ہی ایک قسم کی سزا ہے	..	۶۰
۱۰۶	اسے نہ تو خدا نہ دیکھتا ہے نہ بھاری تار و عریب کا ضعیف الحاح جاتی	..	۶۱
۱۰۷	حرص کی وجہ سے ہم تنگ مزاج اور ذلیل بنتے ہیں	..	۶۲
۱۰۹	گناہ و پریشانیوں کا ہوا ہو سکیں گے لازمی ہیں	..	۶۳
۱۱۱	بہت ہی بے نصیب وہ شخص ہے جس کو عوام الناس ٹرا اور خوش نصیب سمجھتے ہیں	..	۶۴
۱۱۳	خوف و جانساقی زندگی کے حق میں نہ ہر حال کا اثر رکھتے ہیں	سک	۶۵
..	اگر آئندہ ہونی والی باتوں کا خوف ہم پریشانیوں سے کیا کریں تو ہماری	..	۶۶
۱۱۴	تکلیفوں کی کچھ حد پایاں نہ رہے

صفحہ	مضمون	باب	نمبر مضامین سلسلہ وار
۱۱۶	بڑے وقت کے لئے پہلے سے انتظام کر گنا چاہیے۔	۱۳	۶۷
۱۱۸	اصتیاج۔ علات اور کاموں کی زبردستی نام صاحب کے بدترین	"	۶۸
۱۲۰	ہمدی تکالیف اور سرسختی انحصار چیزوں کے صحیح اور غلط انداز پر ہے	۱۴	۶۹
۱۲۲	انسان کو اپنی قسمت پر شاکر رہنا چاہیے۔	"	۷۰
۱۲۴	واقعی ہم نمائش پسند اور بدکار ہیں مگر اپنے تئیں ایسا سمجھتے نہیں	"	۷۱
۱۲۵	پرہیزگاری اور کفایت شعاری کی برکتیں۔	۱۵	۷۲
۱۲۸	اگلے بزرگوں کی سادگی۔	"	۷۳
۱۲۹	زمانہ معصومیت۔	"	۷۴
۱۳۲	پرہیزگاری کی حالت سے بہتر ہے۔	"	۷۵
۱۳۳	حکما کے اقوال اور اونکے افعال کی شان ہونا چاہیے۔	"	۷۶
۱۳۶	کثرت میں قلت اور کفایت شعاری سے کام لینا چاہیے۔	"	۷۷
۱۴۰	استقلال قلب انسان کی تعریف ہوتی ہے اور تمام صفائیں وہ رشتہ دار	۱۶	۷۸
"	عقلا تمام ضرروں سے محفوظ رہیں۔	"	۷۹
۱۴۲	وہ لوگ جنکے خیالات وسیع ہیں کسی سے نہ تو کچھ مانگتے ہیں اور نہ کچھ فرض رکھتے ہیں۔	"	۸۰
۱۴۴	مصیبت کے وقت استقلال کا ہونا اور وہی مصیبت ہے۔	"	۸۱
۱۴۷	جس حالت میں پیدا ہوئے ہیں اچھے قہر کیسا۔	"	۸۲
۱۴۸	مقدر کو برائی سے بلوائی سے کچھ تعلق نہیں۔	"	۸۳

صفحہ	مضمون	باب	نمبر مضامین سلسلہ وار
۱۵۰	نیکی کی ابتدا اور انتہا دونوں پر سمجھت ہیں	باب ۱۶	۸۴
۱۵۱	نیکی سب پر غالب رہتی ہے	"	۸۵
۱۵۳	ہماری خوشی کا دار مدار زیادہ تر صحبت پر ہے	جلد	۸۶
۱۵۵	خراب مقامات اور بد چلین لوگوں سے احتراز لازم ہے	"	۸۷
۱۵۷	وہ حکم جتنکے اقوال و افعال کیان میں وہی قابل صحبت ہیں	"	۸۸
۱۵۸	السلامۃ فی الوحدۃ	"	۸۹
۱۶۱	دوستی کی برکتیں	جلد	۹۰
۱۶۲	اجاب کا انتخاب	"	۹۱
۱۶۴	دوستی میں تکلف کمان؟	"	۹۲
۱۶۵	سچی دوستی	"	۹۳
۱۶۶	وقت کی پابندی سے بہت مست ہوتی ہے	جلد	۹۴
۱۶۹	دولت کی حفاظت جان سے زیادہ کیجاتی ہے	"	۹۵
۱۶۱	زمانہ ماضی و حال مستقبل	"	۹۶
۱۶۲	وقت کے مواہم کی کو اپنا نہیں کہہ سکتے	"	۹۷
۱۶۳	دوستوں کی صحبت اور اپنے کام کج میں وقت ذرا ہی معلوم نہیں ہوتا	"	۹۸
۱۶۵	وہ شخص ہمیشہ سرد رہے گا جو اپنے لئے اپنا شغل آپ بخور کرے	جلد	۹۹
۱۶۸	آزادی جیسے ممکن ہو حاصل کرنا چاہیے	"	۱۰۰
۱۶۹	بعض آہی کسی مصلحت سے تنہائی اختیار کر لیتے ہیں	"	۱۰۱

صفحہ	مضمون	باب	نمبر مضامین سلسلہ وار
۱۸۱	بعض آدمی گوشت نشینی اپنی توہین و ذہرت کیلئے اختیار کر لیتے ہیں	۲۱	۱۰۲
۱۸۳	فلسفہ کیلئے تہنائی اور خیالات میں آزادی کا ہونا ضروری ہے	۲۱	۱۰۳
۱۸۵	موت کا خوف گر دل سے نکلی جائے تو ہر کسی مصیبت میں پریشانی نہ ہوگی	۲۱	۱۰۴
۱۸۶	موت سے ڈرنا حماقت ہے	۲۱	۱۰۵
۱۸۸	موت کا خوف دل سے نکل سکتا ہے	۲۱	۱۰۶
۱۸۹	موت کا جسے خوف نہیں اسے ہر کوئی خوف پریشان نہیں کر سکتا	۲۱	۱۰۷
۱۹۰	قرارِ ہمہ ہمت بر نیستے	۲۱	۱۰۸
۱۹۲	زندہ رہنے کیلئے ہر شخص کو یوں تمنا کرتا ہے	۲۱	۱۰۹
۱۹۴	مرنے کا قانون قدرت کے موافق ہے	۲۱	۱۱۰
۱۹۶	خوشی سے جان نہ دینا بجز مدار آدمی کا کام نہیں	۲۱	۱۱۱
۱۹۸	موت کی طرف سے ہلکا اور وقت اطمینان ہو گا جب اس سے ہم پر نا اطمینان سمجھیں گے اور اس بات کا یقین کر لیں گے کہ اس کا آنا برحق ہے	باب ۲۲	۱۱۲
۲۰۰	خدا کی جانب سے جو شہ ہر انسان کیلئے لازمی ہے اس سے کوئی انحراف نہیں کر سکتا	۲۲	۱۱۳
۲۰۴	اجاب کی وفات کا غم حد سے زیادہ کرنا غیر مناسب ہے	۲۳	۱۱۴
"	دوست کی وفات کا غم ایک حد تک کرنا چاہیے	"	۱۱۵
۲۰۶	بعض معاملات میں رنج کرنا لازمی ہے مگر بعض میں نہیں	"	۱۱۶
۲۰۹	اگر اجاب سے کوئی غرض تعلق نہیں ہے تو علیحدگی سے ہی رنج نہیں ہوتا۔	"	۱۱۷

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا
 فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
 وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا
 يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔ اپنے حبیب کی نسبت فرماتا ہے۔
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَيْنَا مِنْ حَقِّ الْوَعْدِ وَهُمْ لَا يَحْسَبُونَ
 أَنَّ اللَّهَ يَأْخُذُهُمْ سَبَأًا ۗ وَاصْلِحْ بَالَهُمْ۔

خدا سے پوچھئے شان محمد

محمد سے صفت پوچھو خدا کی

اسکے بعد اپنی کیفیت گزارش ہے وہ یہ

اور غالباً اس سے آپ بھی اتفاق فرمائیں گے کہ جس کام کے کرنیکا کبھی نہ تو مقصد ہو اور
 نہ ارادہ اور کام بھی خیر سے ہو مشکل اسکی طرف طبیعت کا ایک نیک خود بخود رجوع کرنا اور سخت
 مشکلات پیش آنے پر بھی ثابت قدم رہ کر تھوڑے عرصہ میں اسکی تکمیل کر کے ایک کتاب
 کی شکل میں آپکے مبارک ہاتھوں تک پہنچا دینے کا اعزاز حاصل کرنا ایسا کام ہے
 حسین تائید خدا ضرور شامل ہے اور جبکہ انجام اللہ جل شانہ نے اس شخص کی ذات
 خاص میں ضرور روایت کر دیا تھا۔ بوجہ سلسلہ ملازمت سرکاری والذہبزرگوار کے سایہ
 سے (خدا کرے) یہ سایہ تاقیامت قائم رہے) علیحدہ ہونے کے بعد نہایت شکر کا
 مقام ہے کہ مجھے کسی قسم کا لغو اور بیہودہ شوق نہیں ہوا۔ اور اس بات کا شاہد میرا خدا۔ میرا
 پاک ضمیر رکاشنس امیرے واقف احباب۔ میرے عزیز اور سب کے بعد میرا فیصل

ہے (خدا سکو قبول فرمائے) ابان شوق تھا تو اخبار اور کتب بینی کا۔ کارسہ کار اور امورات
 خانگی سے فارغ ہو نیکے بعد جو وقت مجھے ملا وہ لہو لعب نالج رنگ میں صرف نہیں
 کیا گیا بلکہ تنہائی اور کتب بینی میں۔ میرا دل ایک سید ہے سچے مسلمان کا سادہ ہر
 دہ کسی شقی کا سا۔ باوجود اس شوق کے میں بیچ عرض کرتا ہوں کہ میری کبھی یہ خواہش
 نہ تھی کہ میں نامور مصنف کسلاؤں یا کسی کتاب کا ترجمہ کر کے لائق مترجموں کی فہرست
 میں اپنا نام درج کرواؤں۔ اور یہ ارادہ ہوتا کہ نہ کر۔ زبان اور قلم میں جب طاقت ہی ہو۔
 یہ کام جو ہو گیا اسکا تو کہیں وہم اور گمان ہی نہ تھا۔ بس بات یہ تھی کہ خدا کو ایسا ہی نظر آتا ہے

این سعادت بزور بازو نیست | تا نہ بخشد خداے بخشندہ

اللہ کا شکر ہے کہ اڑتیس سال تک جو میری عمر کا بہت زیادہ حصہ ہے دنیا کی مکروہات
 سے بچ کر اسرار کرنے اور آرام و بیفکری سے بسر کر نیکے مجھے کوئی کام ہی نہ تھا اور
 نہ کوئی فکر۔ نیز اس سبب کے کہ والدین حیات ہیں۔ اسکے ساتھ یہ نعمت کیا کم تھی کہ تین
 برسائی برسہا کار اور معزز معدون پر ممتاز۔ ایک بی بی آئے کی ڈوگری حاصل کر نیکے بعد
 ایم۔ آے۔ آل۔ ال۔ بی کے لئے زیر تعلیم۔ اولاد بے فضلہ ہونما۔ بی بی (م جو مہ)
 لائقہ و منتظمہ میں ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ شکر نعمت ماے تو چنداں کہ نعمت ماے تو۔ مگر کب تک!
 قانون قدرت تو یہی ہے کہ ہر شخص ہمیشہ یکساں حالت میں نہ رہے بلکہ باری باری
 بمصائب و خوشی۔ رخ و راحت۔ عیش و تکلیفات میں مبتلا ہوتا رہے اس سے پہلے
 کب سستہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔

۲۱ اکتوبر ۱۸۹۶ء بروز جمعہ ۵۵ دن کے

جس میں میری طرز زندگی میں پہلا انقلاب واقع ہوا۔ اور انقلاب بھی کیسا؟ سخت!!
 ناظرین۔ آپ ہی قیاس فرما سکتے ہیں کہ یہ انقلاب واقعی سخت تھا یا نہیں۔ اسی دن میری
 سانس اور نمکسارابی بی نے جس سے شترہ برس کا ساتھ تھا اراکے بریل کی تین تالی
 کے زمانہ میں ایک نئی جان کی پرورش کا بار اور میرے اوپر ڈال کر کلہ شہادت پڑتے
 پڑتے درجہ شہادت حاصل کیا۔ اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ!

ایک نوزائیدہ بی مانگے بچے کی پرورش کا بار جس نے آنکھوں سے اپنی پیاری مان کی
 صورت بھی نہ دیکھی ہو۔ اور جسکی پیدائش کے بعد اسکی مان صرف چند گنٹھ کی مہمان ہی ہو
 ایسے وقت میرے سر چڑچانا سنگ آمد و سخت آمد کا مضمون تھا۔ یہ ذمہ داری کیسی
 تھی؟ ہر ایسا باپ جان سکتا ہے جسکو (خدا نخواستہ) اس سے سابقہ پڑا ہو!

اڑتیس سال کی عمر تک جس شخص کا ایک رونا نوان بھی کہی میلانہ ہوا ہو یکایک کوہ غم
 کا اس طرح او سپر ٹوٹ پڑنا کیسی غیر معمولی بات تھی۔ ایسی تھی روح فرسا صدہ کے علاوہ
 اوس روز میں ان مصائب کا اندازہ بھی نہ کر سکتا تھا جنہیں مبتلا ہو کر آج تک رو رہا ہوں
 مرحومہ کے انتقال کے بعد میرا زندہ رہنا اگر خدا کے نزدیک ضروری نہ ہوتا تو اس میں ذرا
 ہی شبہ نہیں کہ میں اب تک کب کا مر چکا ہوتا۔ یہ غم۔ چہ جانوں کی پرورش اور نگرانی کا بار
 اور میں ایک بد نصیب خانمان برباد تھا!! امین بالکل از کار رفتہ ہو چکا تھا کہ میری بڑی لڑکی

جو ایک کے علاوہ اپنے سب بہائی بہنوں میں بڑی مٹی اونکی پرورش کی خدمات میں میری شریک ہوئی اور مجھے کچھ سہارا ملا۔ چودہ برس کا سن۔ اپنے بہائی بہنوں کی پرورش۔ باپ کے آرام اور خدمات کی فکر۔ خانہ داری کے انتظام کا باعظیم اپنے سر پر لیکر اوسنے ثابت کر دیا تھا کہ وہ مرحومہ بھی کسی لایق اور منتظمہ مان کی بیٹی تھی۔ اس لڑکی (مرحومہ) کی خدمات اور نگرانی کے سبب سے معاملات خانہ داری کی طرف سے مجھے کچھ بکدوشی ہو چلی تھی کہ ایک مصیبت اور نازل ہوئی۔ وہ یہ کہ اوسکی چوٹی ہن کے واسطے ہاتھ میں چوٹ لگی کہنسی کی پٹی کے ستر جانے اور پرشین کی وجہ سے اپنی مان کی عدم موجودگی کے سبب سے جو خدمتیں اوسے کرنا پڑیں اوسکو یا تو وہ مرحومہ ہی جانتی تھی یا میرا قلب۔

میں ہنوں۔ تمام رات جاگ جاگ کر صبح کرنے اور با اینہم زخمون کے اچھے نہونے کی وجہ سے اوسکے ہاتھ کے قطع کرانکی خبر پانے اوسے بیمار ڈاکٹر بٹر مرگ پر ٹاویا۔ بخار آنا شروع ہوا۔ بعد چند سے خون آنے لگا۔ اور آخر کار مرض رقی کی تکلیف اوسکار (باوجود علاج معقول) ۱۳ مارچ ۱۹۰۰ء کو اپنی پیارے چچا (عزیزی عبد الوحید اکی گودین جن سے اوسے بہت انس تھا) بمقام لکنئو (جہاں تھوڑے روز پیشتر علاج کے لئے گئی ہوئی تھی) جمعہ کے روز انتقال کر گئی۔ آہ چراکسگی تپھیون میں آٹھ پہر ہا کرتی تھی جسکو خون جگر پلا پلا کر اتنا بڑا کیا تھا اور جو میری مرنے والی بیوی کی پیاری نشانی تھی وہیں لکنئو کی خاک میں گز بہ زمین کے نیچے توپ دیکھی اور سر بہوڑنے کے لئے مٹی کا ڈبیرا گیا۔ افسوس صد افسوس

اسے خاک تیرہ خاطر سمان نگاہ دار	این نور چشم ہاست کہ در بر گرفتہ
---------------------------------	---------------------------------

اِس سہارے کے درہننے کے بعد یہ تو ظاہر ہے کہ میں بالکل ہی بے سہارا
 ہو گیا۔ میری کمر بہت ٹوٹ گئی۔ عزیزان عبد المجید۔ محمد وحید اور محمد محسن مسلم (دین و
 دنیا میں خدا انہیں باآبر و اور بام اور کھے) نے میری خدمت اور تسکین دہی میں
 حتی المقدور کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر خانہ داری کے آئندہ انتظام کے متعلق
 امیدوں کو یوں خاک سیاہ ہوتے دیکھ کر آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اور تسکین۔
 ایک فرضی سی بات معلوم ہوتی تھی مگر زمانہ نے جو دہی چال چل کر پڑے بڑے
 صدقات کے اثروں کو مٹا دیا کرتا ہے میری ان صدقات کے ساتھ ہی ایسا ہی کرنا
 شروع کیا اور گو خانہ داری کے معاملات ہر روز تہرے بنیم کی حالت میں ہیں مگر کیا کیا جا
 سقے سے لڑ کر کوئی سہی جیتا ہے کہ جگہ کوئی امید ہوتی۔ چھوٹی لڑکی کے ہاتھ کے
 زخم بالکل اچھے تو نہیں ہیں تاہم بفضلہ قریب قریب صحت کے ہیں مگر افسوس کہ اسکا قبوس
 مادہ کارجمان اب پیرون کی جانب ہے اور چند ماہ سے دو تون پاؤن کے ٹخنے سوج
 رہے ہیں جسکی وجہ سے چلنے پر نے اور علاج ضروریہ کے فرغ ہونے میں
 سخت دقت اور تکلیف ہے۔ علاج جاری ہے۔ اور نظر خدا پر ہے۔ مصائب کے
 ایسے پوری قوت کے ساتھ ہر طرف سے حملہ کر نیکی وجہ سے میرے پاؤن اوکھڑ چکے تھے
 اور تمام اعضاء بیکار سے ہو گئے تھے صرف ہانگنے کا قصد تھا کہ بابو نوبت ماے
 صاحب ہیڈ کلرک کلکٹری شاہ جہان پور نے (افسوس کہ اونھوں نے ہی اکتوبر ۱۹۶۶ء
 میں انتقال کیا) ایسے سخت وقت میں اس طریقہ سے میری دستگیری کی کہ دل مضبوط

ہو گیا یعنی بیکہ اوسنوں نے مار لیا۔ **آف سنیکا** جس کا ترجمہ آپ کے مبارک
 ہاتھوں میں ہے مجھے پڑھنے کے لئے عنایت کر کے لکھا کہ صرف ہی کتاب ہے جو
 آپ کو ایسے وقت میں تسکین دے گی۔ اور اپنا تجربہ بھی بیان کیا۔ دل تو پریشان اور گھبراہٹ
 تھا ہی کسی تسکین وہ مشغلہ کی فکر میں تھا۔ اس کتاب کے مطالعہ کے شوق نے اپنی
 طرف متوجہ کر لیا۔ فہرست مضمون پڑھنے کے بعد قلب پر جو ہاتھ پڑا تو ٹپ میں کچھ
 کمی معلوم ہوئی۔ دیا چھ دیکھا۔ اوس کے بعد دوسرا ورق اولٹا۔ پھر تیسرا اسکے بعد
 باب اور فصول ختم کئے۔ یہاں تک کہ پوری کتاب۔ موت کے مضامین پڑھنے کے
 بعد تو دل میں بھی تسکین پیدا ہو گئی جس کا آخری نتیجہ استقلال تھا۔ طبیعت میں استقلال کے
 پیدا ہوتے ہی میں اپنی حالت پر قانع اور صابر ہو گیا۔ ان مضامین پر سوتے وقت
 غور کرنا روزانہ معمول تھا۔ احباب میں ان مضامین تذکرے اکثر ہا کرتے تھے۔
 ایک روز یہ خیال آیا کہ میری طرح میرا دل بھی بھالی ہی مبتلا مصیبت ضرور ہونگے میں
 کیون ایسے سچے شفیق اور نیکساں اور بہادر کو ان کے نکلنے تک پہنچا کر اللہ علی الخیر
 کفاحلہ کا مصداق نہ بنوں۔ یہ خیال کچھ ایسا جا اور ترجمہ کے ذریعہ سے پبلک کی خدمت
 کر نیکو دلین و لولہ ایسا اٹھا کر باوجود کثرت اشغال و ہجوم کا سہرا بسم اللہ کر کے مینے
 ترجمہ شروع کر ہی دیا۔ لایق احباب نے مسودہ کو سنا اور داد دے دیکر اور بھی
 ہمت بڑھائی۔ فلسفہ کی کتاب وہ بھی انگریزی زبان میں۔ اس کا ترجمہ کچھ آسان کام نہیں
 ہے اور پھر مترجم کی بد لیاقتی کا طرہ سے قبضت سے دو زبانوں میں سے ایک پر بھی پوری

قدرت نہیں۔ مناسب الفاظ کی تلاش اور دقتوں نے کسی مرتبہ دکھو اور چٹا دیا مگر اوسی
 تائیدِ نبی نے پہراہم کی جس نے التَّسْمِیٰ مَنِّیْ وَلَا یَاْمَ مِنْ اللّٰهِ کَاسْبِقِیْ پهلے پہل دیا تھا
 یقیناً اسی لئے کہ اس حکیم کے پاک خیالات کی توسیع اور شہرت اُردو زبان میں اوس
 قادر مطلق کو میر سے ہی ذریعہ سے پہیلانا منظور تھی ورنہ اس تعلیمی ترقی اور تہذیب کے
 زمانہ میں حسین بی۔ آے۔ آیم۔ آے۔ کے علاوہ لایق مترجموں اور مصنفوں کی
 کمی نہیں ممکن تھا کہ کسی اور لایق شخص نے اس طرف توجہ کر کے یہ عزت حاصل کی
 ہوتی۔ خدا کا شکر ہے کہ آج میری متواتر ایک سال کی محنت کا نتیجہ اے معزز ناظرین
 آپ کے مبارک ہاتھوں میں ہے۔ مجھے اس ترجمہ پر ناز نہیں اسلئے کہ اس کے
 نقائص سے میں جو خوب واقف ہوں میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مصنف کے خیالات
 کو پورے زور کے ساتھ اکثر مقامات پر اُردو میں لانے سے میں قاصر رہا چونکہ
 میرا اصلی منشا اپنی شہرت نہیں ہے بلکہ ان پاک خیالات کی توسیع اور بیہودی خلائق
 مجھے امید قوی ہے کہ خدا میری محنتوں کو راہگام نھونے دیگا۔ اگر اوسے
 میری اس خدمت کو قبول فرمالیا اور اگر یہ کتاب ایک شخص کے لئے ہی مصائب
 میں اوسکی بہرہ اور مونس غم بکوار سکے غمزدہ اور الم رسیدہ دل کو تسکین دے سکی
 یا اس سے کسی اور قسم کی اوسنے ہدایت پائی تو میرا منشا پورا ہو گیا۔

اے خدا! تو ہی میری اس خالص اور سچی نیت کا جاننے اور پوری کرنے والا ہے۔
 پیارے ناظرین۔ آپ سے یہ عرض ہے کہ اگر اس ترجمہ میں آپ کے نزدیک کوئی

لفظ مثل یا فقرہ بے ربط ہو۔ یا آپ کی ما سے میں مجھے کسی لفظ یا فقرہ کے ترجمہ میں غلطی ہوئی کہو۔ یا آردو میں ترجمہ یا مضامین کی ترتیب میں مطلب غیر اور پر معنی الفاظ کے لائیسے قاصر رہا ہوں یا کوئی اور سو میرا ہو یا کاتب صاحب کی غلطی سے مجھ پر عائد ہوتا ہو تو معاف فرما کر اسے درست فرمالین اور اگر ممکن ہو سکے تو مجھے بھی اطلاع بخشیں تاکہ دوسری اشاعت میں (اگر اسکی ذمت پہنچے) شکر یہ کے ساتھ اسکی تصحیح کروں۔ بر کریمان کار ہاوشوارنیت۔ چوستے پسند آیدت از ہزار۔
 بہ مروی کہ دست از لغت بردار۔

میں اس دیباچہ کو مولوی محمد علی خان صاحب حکیم و رئیس و آئری مجسٹریٹ آردو ناواسٹ و مالک مرقع عالم کا شکر یہ ادا کئے بغیر ختم نہیں کر سکتا جنہوں نے علاوہ ترجمہ کی تعریف کرنیکے یہ کیا کہ اس کتاب کی نظر ثانی باوجود سخت عیالات اپنے ذمہ لی اور آغاز سے انجام تک ضروری تصحیح فرما کر نہ صرف مجھے بلکہ سب کو ممنون فرمایا خدا او کی ہمت میں اور سبک کی خدمات کے سہ انجام وہی میں اس سے زیادہ قوت اور شوق عطا فرما کر جزائے خیر دے۔

اے نیتونکے جانچنے والے پاک خدا!

اگر میری نیت سچی اور پاک ہے تو اس ناچیز خدمت کو قبول فرما کر اسکا اجر میری عزیز بی بی اور پیاری لڑکی کی روحوں کو عطا فرمائے۔

جنہوں نے اپنی پیاری جانیں میری ہی خدمات اور بھگتوں میں دیکھیں۔ اور اپنے اوپر ہر طرح کی تکلیف اور جبر برداشت کر کے میری خوشیوں کو مقدم سمجھا۔

اے دو تونکی نہ فنا ہونیوالی پاک اور معصوم روحو

اگر تم کو عالم ارواح میں اس بات کا علم ہے اور اس امر سے واقف ہو کہ مجھے اور تم سے جامہ انسانی کی حالت میں کیا تعلق تھا اور اگر میرے اس فعل سے تمہاری نورانی اور معصوم روحوں کو کچھ آرام پہنچے تو تم شاہد رہو کہ تمہارے عقیبی میں کام آنیکے لئے ایک مجبور اور معذور شوہر اور باپ سے

جو کچھ ہو سکتا تھا وہ اوسنے کیا اور یہ یقین رکھو کہ جتنا اوسکی روح یہ جسم خاکی چھوڑ کر تم سے جائز ہلکی انشاء اللہ اوسوت تک وہ تمہاری تکلیفوں کو آسان کر نیکیے لئے جو شرعاً ہر مردہ کے لئے لازمی ہیں۔ باز نہ رہیگا۔ اللہم توذنی مسلماً ولتقتنی بالصالحین۔

پیارے ناظرین۔ اب میں آپ کی سب خراشیں کر چکا۔ معاف فرمائیگا۔ یہ ورق آپ اولیٰین کتاب کی سیر فرمائیں۔ اور میرے حق میں دعا کے خیر کریں۔ میں آپ سے نصحت ہوتا ہوں۔

۶۷۱۔ یکم جنوری ۱۹۰۲ء



لائف آف سنیکا از مسٹر والٹر کلوڈ مولف

مارلس آف سنیکا

حکیم سنیکا۔ مارکس۔ امی نس۔ سنیکا ہسپانیہ کے ایک شریف اور دولت مند شخص کا دوسرا فرزند تھا۔ اس کی ماں جسکا پہلویا نام تھا ہسپانیہ کے ایک معزز خاندان کی لڑکی تھی۔ سنیکا ۳ برس قبل از ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رڈوا میں پیدا ہوا۔ جو ادسوت صوبہ بیٹیکا کے بڑے اور مشہور اضلاع میں گنا جاتا تھا۔ اسکا باپ علم کلام کا پروفیسر تھا۔ سنیکا کو بچپن ہی میں ماں باپ سے علیحدہ کر کے ملک روم میں اوسکی خالہ کے پاس بھیج دیا گیا تھا۔ اسکا باپ ہی تھوڑے دنوں کے بعد خاندان کے بقیہ لوگوں کو لیکر وہیں جا رہا۔ اس کے ساتھ زمانہ نے کچھ ایسی موافقت کی کہ باپ کے انتقال کے بعد سنیکا دولت کثیر کا مالک بنا۔ کوشس سنیکا جسمانی حیثیت سے بہت ہی نحیف اور لاغر تھا۔ سب سے پہلے اپنے والد سے اوسنے علم کلام کی تعلیم پائی اور اسکے بعد پی بی بی ایس۔ فی بی آفس۔ امی ٹی ایس۔ اور سوشل سائنسز کی تعلیم سے علم فلسفہ کی تحصیل کی۔ اسکی طبیعت کا زیادہ رجحان علم کی طرف تھا۔ نہایت شوق سے اسنے اسے حاصل کیا اور سنت و عادت

کر کے اوسنے فلسفہ اسٹوئی سزم کے کل مدارج طے کئے۔ بہ
 خیال تنازع اوسنے گوشت کمانا چوڑیا تھا۔ اوسکے والد کو یہ خیالات ناپسند ہوئے
 اور اون کو خوش کرینکے لئے فلسفہ کی تحصیل ترک کر کے اوسنے پیشہ وکالت اختیار کیا
 تھوڑے سے زمانہ میں اپنی آزاد۔ پرائز۔ اور جاود بھری تقریر کے زور سے اس نے
 پیشہ میں اوسنے بہت ہی بڑا نام حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ شاہ کلی گیولا کو جو
 اپنے تئیں بہت ہی فصیح اور بلیغ سمجھتا تھا۔ سنیکا کی اس شہرت کو سنکر
 حسد پیدا ہو گیا۔ اتفاق زمانہ دیکھے کہ سنیکا کو ایک مقدمہ کی سپردی اوسکے شاگردی پڑی
 قابلیت اور آدادی کے ساتھ بادشاہ کے سامنے اوسنے تقریر کی۔ کلی گیولا
 کو اوسے منکر اور بھی حسد ہوا اور یہ باور کر کے کہ سنیکا کی زندگی میں اوسکی
 شہرت کا ہونا محال ہے وہ اسکی جان کا دشمن بن گیا۔ مگر حرم میں سے ایک بیگم
 نے یہ کھتر تالیا کر ایسے نحیف اور کمزور شخص کا مارنا کیا جو چند روز میں بیماری میں مبتلا
 ہو کر خود ہی مر جائے گا۔ اس پیشہ میں اوسکی شہرت کچھ ایسی بڑھی کہ اوسے ہر وقت
 جان کا خطرہ رہنے لگا اور مجبوراً وکالت کو ترک کر کے اوسی پہلی ذوق و شوق کے
 ساتھ اوسنے پھر فلسفہ کی جانب توجہ کی۔

اس سے قبل سنیکا کا وزارت خزانہ کے لئے منتخب ہو چکا تھا مگر ۱۰۸ء میں جب شاہ
 کلاڈیس کی حکومت تھی اسکی زندگی میں پھر تفسیر واقع ہوا۔ اس مقام پر اون
 تمام اخلاقی اور پولیٹیکل مصاحبتوں کا ذکر کرنا جو ان تغیرات کے باعث ہوئیں سخت مشکل

کام ہے اسلئے کہ وہ سب باتیں معلوم نہیں ہیں۔ مگر جو حالات معلوم ہوئے وہ یہ ہیں کہ
ملکہ عیسیٰ لیتا جو اس بدکاری کے زمانہ میں سب سے زیادہ فاحشہ تھی بادشاہ
 کی خالہ زاد بہن **جولیا** کا (جو جلاوطنی سے چند روز ہوئے واپس آئی تھی) بادشاہ
 پر اپنے سے زیادہ اثر دیکھ کر بہت ہی ناراض تھی اور بادشاہ کو پھر اغوا کیا کہ وہ دو بارہ
 جلاوطن کرو بیجائے۔ کہا جاتا ہے کہ **سینیکا** اور **جولیا** میں محبت تھی۔
 یہ محبت کسی پولیٹیکل مصلحت پر مبنی تھی یا ناجائز تھی یہ نہیں کہہ سکتے۔ مگر یہ امر مسلمہ تھا
 کہ اس جلاوطنی کے معاملہ میں **سینیکا** **جولیا** کا معاون اور طرفدار ضرور تھا
عیسیٰ لیتا کو یہ موقع چاہا ہاتھ لگا اور دونوں پر ناجائز محبت اور سازش کا الزام
 لگا کر جلاوطنی کا حکم لے لیا۔ جزیرہ **کارے** کا میں **سینیکا** اس جلاوطنی
 کی حالت میں دو سال رہا۔ یہاں اوسنے دو مضامین لکھے ایک کا نام **ہماری**
تسکین رکھا اپنی عزیز مان **ہلویا** کو بھیجا اور دوسرا **پالی بی** اس کو
 جب شہنشاہ بہت مہربان تھے اور اسی کا حکم تمام شاہی محلات پر جاری تھا۔ اسی
 ذرا سا بھی شبہ نہیں ہے کہ اس جلاوطنی کے فسوخی حکم کے لئے اوس نے شاہ
کلاڈی اس کی جوئی بیچ اور نازیہ خوشامد بھی کی۔ ان دونوں مضامین کے
 پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسنے شادی کر لی تھی مگر کس کے ساتھ اسکا پتہ نہیں
 چلتا۔ غصہ پر مضمون لکھنے کے وقت اوسکی بی بی انتقال کر چکی تھی اور ایک کاما کس
 نامی اور ایک لڑکی **نوویٹی** لاصرف دو اولاد میں حیات تھیں۔ دوسرا لڑکا **کارسکا**

جانیے قبل انتقال کر چکا تھا۔ ۱۶۹۷ء میں میسی لینا کو خفیہ دوست شخص کے ساتھ عقد کر لینے کے جرم میں پھانسی دگئی اور شاہ نے جو لیا کی بہن اگری پنا سے دوسرا عقد کر لیا۔ اسی کی سفارش سے جولیا اور سینیکا جلا وطنی سے واپس آئے۔ اور سینیکا وزیر خزانہ اور محلات شاہی کا مجسٹریٹ اور ملکہ کا خاص مشیر بھی مقرر ہو گیا۔ شاہ نیرو اس ملکہ کے بطن سے تھا۔ اور اسکی تعلیم سینیکا کے سپرد ہوئی۔ ۱۶۹۷ء میں شاہ کلاڈیس کو ملکہ اگری پنا اور شاہزادہ نیرو کی سازش سے زہر دیا گیا۔ اور باپ کے مرنیکے بعد شاہ نیرو ۱۸ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ شاہزادہ نیرو کے استاد ہونیکو وجہ سے سینیکا اب اوسکا وزیر مقرر ہوا اور شیری۔ دوسرا مشیر جنرل پیرس ہو اور ہی محلات شاہی کی فوج کا کمانڈر انچیف ہی تھا۔ پانچ سال تک سلطنت کا انتظام نہایت خوبی سے چلتا رہا اسی خوبی سے کہ اوس زمانہ کے تمام لوگ اسکے قریب پہلے سال البتہ شہنشاہ بگیم کی حرص سلطنت رانی اور ناجایز دست اندازیوں کی وجہ سے انتظام مملکت میں کچھ خلل پڑ گیا تاگر بعد کو پھر کچھ نہیں ہوا۔ شہنشاہ بگیم حکومت کی کچھ ایسی حرصیں تھیں کہ بہ خیال اسکے کہ نیرو کہیں اپنی معشوقہ اکیٹی کو حکومت میں شریک نہ کرے۔ اون کو یہ قطعی منظور نہ تھا کہ شاہ نیرو اسکی طرف رخ بھی کرے۔ یہاں تک یہ بات اوسکو ناگوار تھی کہ کہ کلم کلا ایک روز شاہزادہ سے اوسنے کہدیا کہ اگر معاملات سلطنت میں اکیٹی کی دست اندازیوں کا حال مجھے معلوم ہوا تو اوسے

تخت سے اتر کر تخت سلطنت پر وہ اپنے پوتے برہمپتی کس کو بیٹھا دیکھی
 مگر شہزادہ برہمپتی کس کے اتفاقاً مر جائیے (جسکی موت کا باعث شاہ نیر و کما
 جاتا ہے) آپسکے یہ جگڑے فساد طے ہو گئے۔ اور پھر چار سال آئندہ تک کسی
 قسم کا جگڑہ اور فساد نہیں ہوا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ شہنشاہ کے ان دونوں
 مشیروں کی حالت اس معاملہ میں نہایت مشتبہ ہے اور دولت کثیر جو سینگا
 نے جمع کی تھی اوسکی نسبت یہ مشہور تھا کہ جو دولت مند شاہ نیر و کے حکم سے قتل
 کئے گئے اُنکی دولت و دونوں مشیروں نے آپس میں تقسیم کر لی۔ یہ الزام کہا تا تک
 صحیح ہے جو نہیں کہہ سکتے مگر اس میں کچھ بھی شبہ نہیں ہے کہ دولت کثیر جو
 سینگا کے پاس تھی اوسیکلی وجہ سے لوگوں کو اوسپر الزام لگانا کما موقوف ملا۔ شاہ
 نیر و اور اگر می پناش شہنشاہ بیگم میں جو بعد کو جگڑے پیدا ہوئے اوس میں
 سینگا نے اگر حصہ لیا تو سخت افسوس کی بات ہے۔ اوسوقت تک وہ شہنشاہ
 بیگم کو اپنی محبت باننا تھا نیر و کو اپنا بادشاہ اور دونوں کی اطاعت کو اپنا فرض
 سمجھتا تھا۔ مگر آپسکے جگڑوں کی وجہ سے وہ کشمکش میں پڑ گیا اور سخت پریشان
 تھا کہ کسکا جانب دار بنے۔ شاہ نیر و کو اوس زمانہ کی ایک مشہور حسین عورت پانی کا
 عشق سر پر بہت کی طرح سوار تھا۔ اور اسی عشق کی بدولت یہ جگڑے طے ہو گئے
 اس عورت کی خواہش یہ تھی کہ وہ سر پر تاج شاہی رکھ کر ملکہ بنے مگر شہنشاہ بیگم کی
 حیات میں یہ بات غیر ممکن تھی اسلئے اس عورت نے شاہ نیر و کو صلاح دی کہ پہلے

کسی طرح وہ اپنی مان یعنی شہنشاہ بیگم کو جان سے مارے۔ اور اس کام کے لئے
 یہ کھرا مادہ کیا کہ شہنشاہ بیگم اسکی جان لینے کی فکر میں ہے۔ پہلے شاہ تیر و نہ
 بلا صلح مشیران یہ چاہا کہ اسے ڈوبادیا جائے مگر جب اسین ناکامیابی ہوئی تو
 مشیرون سے کھرا مادہ چاہی۔ دونوں میں کسی نے کوئی خاص راے نہیں دی اور نہ
 کوئی تدبیر بتلائی مگر یہ بتلایا کہ کسی اور شخص کے ذریعہ سے یہ کام لیا جائے اس بات
 کا الزام **سینیکا** پر لگایا جاتا ہے کہ اسنے ملکہ کی جانب سے ایک جھوٹی
 تحریر مجلس شورے شاہی میں بیجی دی حسین شاہ نیر و پخت الزامات لگائے گئے
 تھے اور اسکی بادشاہ میں ملکہ کو پہانسی دینے کا حکم شاہ نیر و کی مجلس شوری نے دیدیا
 یہاں سے گویا **سینیکا** کی حالت میں تغیر پیدا ہوا۔ اب اسکی قوت اور اختیار
 میں کمی ہونے لگی اور ۶۳ عہد میں جب جنرل برس اس وجہ سے زہر دیکر قتل
 کیا گیا کہ وہ ملکہ آکٹیویا کے طلاق دئے جانیکے سخت مخالف تھا۔ اسوقت
 اسکی طاقت بالکل زائل ہو چکی تھی۔ شاہ نیر و سینیکا کو اسوقت بھی نظر عنایت سے
 دیکھتا تھا اور یہ خاص وجہ تھی کہ سینیکا کی کثیر دولت کو جسکی وجہ سے سیکڑون الزام
 اسپر لگائے جاتے تھے اسنے ضبط کر کے خزانہ عامرہ میں داخل کرنے سے
 انکار کر دیا۔ سینیکا کی اب حالت یہ ہو گئی تھی کہ وہ کار و بار سلطنت سے بچتا تھا اپنے
 کمرہ میں تنہا رہتا۔ بہت خاص خاص چیدہ احباب سے ملتا اور علم فلسفہ کے پڑھنے
 سے جی بہلایا کرتا۔ اسکو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کمین بڑھاپے میں بے عزتی اور گناہی

کے ساتھ قتل نہ کر ڈالا جائے۔ اسی تمنائی اور خوف کے زمانہ میں اوسنے وہ
 خطوط اور مضامین تحریر کئے کہ جو موسوم بہ مکتوبات بنام لیو سی لس میں
 نیرونے دوسرا کام یہ کیا کہ تمام معبد گاہوں کو کھدوا کر غارت کر دیا اسلئے کہ
 جو دولت اور روپیہ اس غارت گری کی بدولت اوسے حاصل ہوگا اُس سے وہ
 روم کو از سر نو تعمیر کرے گا کیونکہ اوس کا زیادہ حصہ آگ سے جل کر تباہ ہو گیا تھا۔
 سینیکانے بادشاہ کے اس فعل کو ظلم قرار دے کر دوبارہ استعفادینا چاہا
 مگر شاہ نیرون نے منظور نہ کیا۔ اور وہ بالکل مایوس ہو کر موت کا انتظار کرنے لگا۔
 دارالسلطنت کی سکونت ترک کر کے مفصلات میں اوسنے بود و باش اختیار
 کی۔ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا اور چونکہ موت کا زمانہ قریب آچکا تھا شاہ نیرو کے
 خلاف بغاوت کی سازش کا الزام اوس پر لگایا گیا نیرو کو یہ بہانہ اوس کے
 قتل کے لئے کافی تھا۔ معمولی سا جواب طلب کر کے اوسنے سینیکا کو پھانسی
 کا حکم دیدیا۔ یہ حکم سینیکا کو اوس مکان میں پہنچا جسکو روم سے چند میل کے
 فاصلہ پر اپنی تفریح کے لئے اوسنے بنایا تھا نہایت اطمینان کے ساتھ سینیکا
 نے اپنے قتل کے حکم کو سنا اور خانگی معاملات کی درستی کے لئے تھوڑی دیر
 کی مہلت مانگی جو نہ منظور ہوئی۔ اپنے احباب سے رخصت ہو کر نہایت خوشی کے
 ساتھ اپنا ہاتھ شاہی جراح کے سامنے پھیلا دیا جو فصد کھولنے کے لئے بحکم
 شاہی موجود تھا۔ اوسکی عزیز بی بی پالڈینا اس صدمہ کی برداشت نہ کر سکی اور اوسنے

سہی اپنے ہاتھ کی رگین کھلو اڈالین اس غرض سے کہ وہ بھی اپنے عزیز شوہر کے
 ساتھ جان دیدے۔ مگر بیوشس ہو جانیکے بعد اوسکے زخم باندہ دئے گئے
 اور وہ اپنی مرضی کے خلاف اس طریقہ سے زندہ رکھی گئی۔ سینکا کے ضعیف
 مہراض اور کم خوراک ہونیکے وجہ سے رگون نے خون نہ دیا۔ مجبوراً اوس کی پیرون کی
 رگین کھولدی گئیں۔ ہاتھ اور پیرون کی رگون کے کھل جانے کے بعد اوسکو درد کی
 سنایت تکلیف تھی اور وہ سخت بیچین تھا مگر سنایت استقلال کے ساتھ وہ
 اپنے دوست اور احباب کو تعلیم دیتا رہا۔ یہ تعلیمات بعد کو چھپی بھی مگر افسوس کہ
 اب اونہیں سے ایک مضمون کا بہی پتہ نہیں لگتا۔ اب بھی جان نہ نکلی اور جلد مر جانے
 کے خیال سے اوسنے خود خواہش کی کہ اوسکو زہر کا پیالہ پلا دیا جائے اور لیکر
 پی بھی لیا مگر وقت چونکہ نہ تھا اوسنے بھی کچھ اثر نہ کیا۔ جانکنی کی تکلیف کو رفع کرنے
 کی غرض سے وہ گرم حمام میں گیا وہاں جا کر اپنے اوپر اوسنے پانی ڈالا اور یہ کہا
 کہ یہ چوپلی ٹمر (بلونانی اور رومنی کاسب سے بڑا خدا) نجات دہندہ کے نام کا پڑھا
 ہے اوس کے بعد وہ تنور کے قریب گیا اور اوس سے اتنا قریب ہوا کہ اوسکے
 دہان سے کلا گٹ گیا اور وہیں جان بحق تسلیم ہو گیا۔ اوسکی موت کی تاریخ ۶۵ ع
 ہے۔ مندرجہ بالا حالات **سینکا** کی زندگی کی مختصر سرگزشت ہے۔ آئندہ صفحہ
 پر اوسکی تعلیمات کا نمونہ ناظرین کے سامنے پیش کیا گیا ہے جسے ان تعلیمات میں یہ دیکھ لیا ہے کہ اس
 زندگی میں سرت حاصل کر نیکے لئے انسان کو کیا کرنا چاہیے اور کیونکر بلا خیال فردا۔

آج وہ خوش رہ سکتا ہے۔ جو شخص صاحب اخلاق ہونے کا دعویٰ کرے اور
 اس بات کی جاننے کی اوسکی راے میں سخت ضرورت ہے کہ یہ مسرت کسی طرح سے
 اوس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ جسم بالکل دل کے قبضہ میں نہ کر دیا
 جائے۔ یا یہ کہ گوشت اور پوست بالکل روح کی ماتحتی میں نہ دیکھے جائیں۔ روح خدا
 کے نور کا ایک جز و خاص ہے بلکہ وہ ایک قسم کی الوہیت ہے جو جسم کے اندر
 ہے۔ جسم محض حیوانی کالبہ ہے۔ اوسکی فلسفہ میں کوئی خیالی بات نہیں۔ وہ صرف
 ایسے شخص کو مسرت سے ملو سمجھتا ہے جو فلسفہ سے کام لے نہ اوس کو جو
 صرف اوس سے واقف ہو۔ کفر اور خدا شناسی کے مراتب طے کر لینے کا نام
 اوسکے نزدیک اخلاقی زندگی کا نام ہے۔ جان اوسنے یہ بتلایا ہے کہ مسرت بھی
 انسان کے لئے ایک ضروری شے ہے وہاں اوسنے یہ بھی بتلادیا ہے کہ سیر
 اور تفریح سے جو مسرت حاصل ہوتی ہے اس سے اور اس اصلی مسرت سے
 کوئی ہی نسبت نہیں۔ اوسکے نزدیک انسانی زندگی ان لوگوں کی زندگی سے
 مشابہ ہے جو ہر وقت کوچ اور مقام کی حالت میں ہیں۔ اس قسم کی زندگی کے
 لئے تکلیف اور پریشانی اور صبر ضروری بلکہ لازمی ہیں اوسنے یہ بھی بتلادیا ہے
 کہ کسی شخص کو مسرت اوس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اوس کے متعلقین
 بھی خوش نہ ہوں اوسنے انسانی ہمدردی اور ان خصوصیتوں کو بھی نظر انداز نہیں
 ہونے دیا ہے جو ہشتہ داریوں کے ذریعہ سے پیدا ہو جاتے ہیں اوس کے

تزویدیک یہ بہت بڑا ضروری فرض ہے کہ ہر انسان اپنے احباب - اپنے والدین
اپنی بی بی اور اپنے ملک کے فرائض ادا کرے ان کے ادا کرنے میں اپنے
آرام اور اپنی خوشیوں کو اگر ترک کرنے کا موقعہ آ پڑے تو ہرگز دریغ نہ کرے
یہاں تک کہ کسی قسم کی جسمانی محنت اور مشقت سے بھی عار نہ کرے - وہ یہی
تعلیم کرتا ہے کہ اپنے ملازموں سے ہر شخص کو نرمی اور شفقت سے کام لینا چاہئے
اسلئے کہ وہ بھی مثل ہمارے انسان ہیں اسکے علاوہ جب کوئی بڑا وقت آ کر پڑتا ہے
تو یہ لوگ بطور ایک غریب دوست کے - بطور ملازم کے - اور بطور ایک سپاہی
کے ہماری مدد - ہماری خدمت کرتے اور ہر گورہر طرح کی پریشانیوں اور بلاؤں سے
محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے اور رکھتے ہیں - اوسکی تعلیمات اگر سچ پوچھئے
تو اوسکے خیالات کی تائید میں بطور مضبوط دلیل کے ہیں - یہ بجائے ایسے قواعد
کے ہیں جنکے مطابق ہر انسان کو عمل کرنا چاہئے اور ایسے نمونہ ہیں جنکے موافق
ہر انسان کو اپنی زندگی بسر کرنا چاہئے - طرز تمدن اور معاشرت کی ایسی کوئی بات
نہیں ہے جسپر اوسنے بحث کی ہو اوسکی تعلیمات عمدہ جدید سے کچھ ایسی ملتی جلتی
ہیں کہ قریب کے زمانہ کے جو علمائے مسیحی تھے اونہوں نے اوسے عیسائی
سبھکو ایک تحریر کو جو سینٹ پال اور کسی شخص غیر معلوم کے درمیان میں ہوئی تھی
غلطی سے اوسکے نام نامزد کر دی تھی -

اوسکی تحریرات میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی حالت اور اسکے افعال میں اس قدر بے غلطی

دیکھ کر اس امر کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ ہم اوسکے افعال اور تحریرات کا مقابلہ کر کے
 دیکھیں کہ یہ اختلاف ہے یا نہیں۔ کسی شخص میں خدا شناسی کے متعلق تمام باتوں
 کے سمجھنے کی پوری لیاقت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس شخص میں اس امر
 کی لیاقت بھی ویسی ہی پوری پوری ہی کہ وہ اپنے ہر فعل کو ان خیالات کے
 موافق رکھے۔ اور صرف اس بات کی کمی سے اوس میں جو فرق ہو سکتا ہے وہ
 محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ امر کہ آیا سینکا کی تحریرات اوسکی زندگی کے تجربوں کی
 نتیجہ ہیں یا یہ کہ وہ بیٹھے تھی اپنی تمام زندگی اوس میں تو اعد کے موافق بسر کی ہے جبکہ تعلیم آج
 وہ سیکھ کر رہا ہے تصفیہ طلب ہے اسکی جانچ ہم اس طریقہ سے کر سکتے ہیں کہ ہم
 اس امر کی جانچ کریں کہ اوسکے افعال کیسے تھے اور کیسے افعال کرنے کی قدرت اوستے
 حاصل تھی۔ اوسکی زندگی کے سب سے پہلے حالات لکنے والا شخص ڈاؤن
 نامی تھا اور کل مورخین نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ یہ شخص اوسکا سخت مخالف تھا اس میں
 ذرا سا بھی شبہ نہیں ہے کہ ایک وقت میں سینکا دولت مند تھا مگر یہ دولت اوسکی
 ایمان داری سے کمائی ہوئی تھی اوسکا یہ فعل کہ فوراً شاہ شیر و کواپنی یہ دولت حوالہ کر دینے
 کے لئے طیارہ ہو گیا تھا غا ہر کرتا ہے کہ وہ نیک کمائی تھی۔ جو ناجائز الزامات جو لیا کے
 متعلق اوس پر لگائے گئے تھے انکی وقعت اسی سے ظاہر ہوتی ہے کہ اون کی مہتم
 میسی لینا ایسی فاحشہ عورت تھی جو خود عصمت باختہ تھی۔ اب رہا برٹینی کس
 کا قتل۔ اول تو اسی بات میں شک ہے کہ وہ واقعی شیر و کے حکم سے قتل کیا گیا اور اگر یہ

مان بھی لیا جائے کہ ایسا ہوا تو اس بات کا ثابت کرنا سخت مشکل ہے کہ وہ میں کس قدر
 سینکا کی سازش تھی۔ میرے نزدیک اس نامور حکیم کی بے نصیبی کے زمانہ کا آغاز
 اوس وقت سے ہوا کہ جب سے نیر و سے اوس کا تعارف پیدا ہوا اپنی کمزور
 حالت کو دیکھ کر اول تو کسی قسم کی جرات کرنے کا اوس کو موقعہ ہی نہ تھا اور
 اگر ہوتا بھی تو نیر و کی عادت اور حالت میں کسی قسم کے تغیر اور انقلاب واقعہ ہونے
 کی امید ہی نہ تھی۔ نیر و کے عہد سلطنت میں اوسکی حکومت کا وہی زمانہ عمدہ کہا جاتا
 ہے جس میں کہ حکیم سینکا عروج پر تھا۔ اگر می نیا کا قتل البتہ ایک بدناماد سبب
 ہے مگر اوسکا پولیٹیکل اقتدار دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ قتل پولیٹیکل مصلحت پر
 مبنی تھا نہ کسی عداوت یا خالص ظلم کی بنیاد پر اس امر سے مایوس ہو کر کہ شہزادہ
 نہ تو اوس کے نہ مشیر و ن کے بس کا ہے میسی لینا نے اوس کے ساتھ کلمہ کلام
 نزاع پیدا کر لی ایسی حالت میں اگر وہ قتل نہ کیجاتی تو سیمول وار اور اندرونی جنگ
 قائم ہو کر آخر کار سلطنت کے تباہی کے باعث مہوجاتین سینکا کی مخالفین کے
 لئے اوس کے ہر فعل کو بڑا کھدینا بمقابلہ اسکے بہت آسان ہے کہ وہ جلا کین کہ
 ایسی حالت میں اگر وہ خود ہوتے تو کیا کرتے۔

پولیکل معاملات سے گذر کر اوسکی طرز معاشرت اور تمدن پر نظر ڈالنے نیک نفسی
 اوسکی ہر مضمون سے شکستی ہے۔ اور اسکے علاوہ صد ہا عادیوں میں اوسکی ایسی پاکیزہ
 اور اچھی مین کہ جنگی تعریف ہونا مشکل ہے۔ اوسکے اخلاق حمیدہ تھے اوسکی

محبت ہے ریا اور اوسکی دوستی بے غرض اور سچی۔ اسین کیسکو کلام نہیں اوس کی
 تمام تجربات پتہ دے رہی ہین کہ اپنے بہائی کیسیلو کو وہ کیسا جانتا تھا۔ اپنی مان
 ہلویا کے ساتھ اوسے کیسی محبت تھی اور اپنے حقوق فرزند ہی کو وہ کس شوق
 اور محبت سے ادا کرتا تھا۔ اپنی بی بی پالنیسا کا وہ کس درجہ دلدادہ تھا اور وہ بھی
 کیسی اسکی عاشق زار تھی یہ تمام باتیں بخوبی اس امر کی شہادت دیتی ہین کہ وہ کیسا
 شریف نیک مزاج اور نیک طینت شخص تھا۔ سینکا کی نسبت اگر یہ کہا جائے
 کہ اوسنے اپنے نفس کو نہ صرف اوس زمانہ کی تمام بدیون اور بد کاریون سے
 محفوظ رکھا بلکہ اون سے بھی حد کیا جنہے یہ لوگ لطف اوٹھایا کرتے تھے تو
 بہت صیح ہی سیف زنی کے متعلق تماشون کی اوسنے ہمیشہ اور برابر بھارت کی اور
 مرنیکے وقت جس استقلال اور ہمت کا اوسنے اظہار کیا اوسپر کوئی خاک ڈال
 نہیں سکتا۔ اسکی مثال لوگوں میں کم ملے گی۔ میرے خیال میں اگر یہ کہا جائے کہ اوسکی
 موت بہادرانہ نہ تھی تاہم یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ اوسین مردانہ استقلال اور جرات
 کس قدر تھی اگر اعلیٰ درجہ کی شان استغنا کا اظہار اوس سے نہ بھی تھا تو یہ تو ضرور
 تھا کہ اوسکی موت کے حالات پڑھنے سے اب بھی دل پر اثر پڑتا ہے اور کم سے
 کم یہ بات تو ہے کہ ہر شخص یہ ضرور جانے گا کہ اتنا استقلال اور جرات کا اظہار تو ایسے
 مشکل وقت میں خود اوس سے بھی ہو سکیگا۔ پس ان اوصاف کے ساتھ اگر اوسین
 کوئی نقص ذاتی یا صفاتی ہو اور اگر عملی طور سے کسی فعل کے ثابت کرنے میں

اوس سے کوئی قصور ہو گیا ہو تو وہ قابل معافی ہے۔ جب ہم اوسکی اخلاقی حالت پر۔ رحم اور معاف کر نیکی تعلیمات پر۔ صبر۔ استقلال۔ اور انسانی کمزوریوں کی وجہ سے کسی ہو جانے والے قصور کے لئے معافی کی ہدایات پر۔ شادی کے بعد پاک طریقہ سے زندگی بسر کر نیکے عمدہ نمونہ پر۔ سچے دوست اور سچی دوستی کے عمدہ مضامین پر۔ اور نیز اوسکے ان پاکیزہ مضامین پر جنہیں تمام دنیا کے ساتھ میل جول۔ اتفاق۔ محبت۔ اور ہمدردی کی تحریک کی گئی ہے غور کرتے ہیں تو یہ لحاظ اوس زمانہ کے جو اپنی بد کاریوں کے لئے مخصوص تھا ہم بیساختہ یہ کہنے کے لئے طیار ہو جاتے ہیں کہ وہ رومن رعایا میں صرف اوس زمانہ کے نیکو کاروں عقلا اور حکما ہی میں سے نہ تھا بلکہ اتنا بڑا شخص تھا کہ جسکی تعلیمات اور تحریکات اتنے زمانہ پیشتر سے اوس عقل اور حکمت کا پتہ دے رہی تھیں جو بہت عرصہ کے بعد مشرقی اور حکم کے نام سے مشہور ہو کر روم اور یونان کے لئے اس قدر ناموری اور عزت کی باعث ہوئیں۔ علاوہ اسکے سینکا کی ۲۱ تصنیفات اور ہین جو ۱۴۶ء سے ۶۲ء تک تصنیف اور شائع ہوئیں۔ آخر میں مجھے یہ ظاہر کر دینا منظور ہے کہ انگریزی میں یہ موجودہ انتخابات (جنکا یہ ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے) ہم تک کیسے پہنچے مسرراجرس۔ لی۔ اسٹریٹسج کو اتفاق سے ایسا زمانہ ملا تھا جو اتحاد بدعت اور کفر کے لئے مشہور تھا اس خدا پرست شخص کا خیال سب سے پہلے سینکا کی تعلیمات کی طرف رجوع ہوا کہ اگر اوس کا ترجمہ انگریزی زبان میں

کیا جائے تو ضرور ہے کہ کفر اور ضلالت رفع ہو کر خدا شناسی کی شماعین اون
 کے لوگوں کے تاریک دلوں کو روشن کر دینگے۔ اونہوں نے ترجمہ کرنے میں
 اس بات کا لحاظ رکھا کہ ترجمہ لفظی نہ ہو بلکہ ایسا کہ اسکا اصلی مطلب نہ جانے پائے
 اس سے یہ نشا تھا کہ اس ترتیب سے مضامین قائم کئے جائیں کہ ضرورت کے
 وقت سرخی ہی کے دیکھنے سے اون کا پتہ ملجائے۔ اس ترجمہ کا نام اونہوں نے
انتخاب تعلیمات سینیکا رکھا تھا جو سب سے پیشتر ۱۶۶۵ء میں
 شائع ہوا۔ اسکا پہلا حصہ کچھ تھوڑے تغیر اور تبدل کے ساتھ اسی نسخہ سے نقل
 کیا گیا ہے۔ اس حصہ میں حکیم سینیکا کی تعلیمات متفرق مضامین پر تقسیم کی گئی ہیں
 اور ہر ایک کا پتہ اوسکی سرخی سے فوراً چل سکتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ انتخابات
 گویا چوہرہات کے ٹکڑے ہیں جو کچے کاری کے کام کی طرح ایک جگہ جمع
 کئے گئے ہیں اصل کان انکی سینیکا کی وہ تمام تصنیفات ہیں جو اس
 نامور حکیم کے نام سے موسوم ہیں۔ دوسرا حصہ اوس ترجمہ کا انتخاب ہے جس کو
 ٹامس لاج صاحب نے ۱۶۱۴ء میں ولایت سے چھپوا کر شائع کیا تھا۔
 یہ ظاہر ترجمہ ہے مگر اصل میں صرف الفاظ کا تغیر و تبدل ہے۔ ہر ترجمہ شدہ حصہ کا
 میلان اصل سے بخوبی کر لیا گیا ہے اور پوری احتیاط کی گئی ہے کہ عبارت کا اصلی
 مذاق قائم رہے اور پھر یہ بھی رعایت رکھی گئی ہے کہ لاج صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے
 اوسکا لطف بھی نہ جانے پائے۔

فرہنگ اُن خاص ناموں کی جو حصہ اول میں مذکور ہیں ان پر سانسائیکلو پیڈیا

ارسطو طالیس مشہور حکیم یونان جو قبل مسیح ۴ صدی میں پیدا ہوا۔ اسکندر
اعظم کا استاد حکیم پلٹو (افلاطون) کا شاگرد۔

اگسٹس - روم کا بادشاہ جو ۶۳ قبل مسیح پیدا ہوا اور ۱۴ قبل مسیح میں
انتقال کر گیا۔ اس کا زمانہ علم ہنر اور لیاقت کے لئے مشہور
تھا اور لائق شعراء اور مصنف اس کے زمانہ میں تھے
علم دوست اور عادل تھا۔

اپی کیورس ایک یونانی حکیم جو ۴۲۲ سال قبل مسیح پیدا ہوا تھا
فلسفہ اپی کیورسی ان کا بانی تھا۔ اس کا یہ خیال تھا
کہ رنج و راحت اپنے افعال کی برائی اور بھلائی کے نتیجہ
ہیں فلسفہ کا اصلی منشا یہ ہے کہ راحت کے حاصل کرنے کی
کوشش کرے اور رنج سے احتراز کرے۔ تسکین قلب
صرف یاد الہی پر منحصر ہے اور اچھے افعال اوسے سے

سرزد ہو گئی جسکی دلکو شکین حاصل ہوگی۔

اسٹوٹیکس حکما کا ایک گروہ جو اول یونان میں شروع ہو کر ملک

روم تک پھیل گیا تھا۔ اس کا بانی مسابانی زینو حکیم تھا جسے

بمقام اسٹوٹو تعلیم پائی تھی۔ اور اس شرف کے

فائم رکھنے کے لئے اس کے شاگردوں نے اپنے

تین اسٹوٹیکس کے نام سے مشہور کیا تاکہ اس مقام

کی عزت باقی رہے۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے

۳۰۸ برس پیشتر اسنے اپنی تعلیمات شروع کر دی تھیں

اوسکے دو شاگردوں نے کلیں پتھرس اور کریمی پتھرس

جو نہایت فاضل تھے فرقہ اسٹوٹیکس کی تعلیمات کے شائع

کرنے میں اعلیٰ درجہ کی محنت کی۔ پی نی ٹی اس

نے اون کو روم میں بلایا۔ انے سی ڈانی اس نے

تعلیم پائی اور اس سے شاہ سپسرو نے کیٹو اور

پروٹس بھی گروہ اسٹوٹیکس سے تھے۔ رومن لوگوں

میں جن لوگوں نے ان خیالات کی زیادہ شہرت دی وہ

سپسرو۔ سنیکا۔ اپکٹس

اور مارکس آرمی لی اس تھے۔ رومن نے

فلسفہ کو اپنی زندگی کا ہادی بنا کر کہا تھا۔ رومنس کا یہ خیال تھا کہ نیکو کاری ہی زندگی کا اصل منشا ہے ان کا قول تھا کہ وہ تمام جوش اور جذبات کو جسے بد کاری کا ظہور ہو نیو والا ہے ہر انسان کو دبا دینا فرض اور زندگی کے لئے لازمی شے ہے۔

شہاہ اسکندر اعظم والی یونان۔

آلی سیس - ملک اسی تھی کا کا بادشاہ اور جنگ ٹروجن کے بہادر یونان میں سے تھا۔ محاصرہ ٹرائے سے واپس آنے کے بعد وہ شمالی افریقہ سسلی کی سیر کر گیا۔ اور سلا اور کارب ٹوس کے خطرات کو طے کر کے ساحل اسی یا پر پہنچا۔ وہاں کلیپسو پری سے اور اوس سے تعلق پیدا ہو گیا۔ ۷ برس تک اوس کے ساتھ رہا۔ اور ایتھی کا جانے پر معلوم ہوا کہ اوسکی سلطنت کو ان لوگوں نے بالکل تباہ اور برباد کر دیا تھا جو اوسکی بی بی پی ٹی لوپ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ پی ٹی میکس اوس کے ڈر کے کا نام تھا۔

ایتھنس - دارالسلطنت یونان۔

پی ٹی لوپ - شاہ آلی سیس کی ملکہ۔

پالینا - سنیکا کی بی بی کا نام۔

پلیٹو (افلاطون) ایک حکیم۔ جو سقراط کے انتقال کے بعد ۴۲۹ سال

قبل مسیح پیدا ہوا تھا۔ در ۳۳۷ قبل مسیح انتقال کر گیا
 فلسفہ کی تعلیم کو سقراط کی رائے کے موافق زندگی کے
 لئے وہ ضروری سمجھتا تھا۔ تعلیمات کو بمقابلہ تصنیفات
 کے وہ اچھا سمجھتا تھا۔ انسان میں نیکی اور نیکو کاری کے
 خیالات اعلیٰ درجہ پر ہونا چاہیے یہ اس کا مقولہ تھا۔
 عقل اور نیکو کاری کا اتفاق علم فلسفہ کی تعلیمات کا اعلیٰ ترین
 نتیجہ تھا۔

تھرموپائی لی - ایک مشہور درہ۔ جنم ۴۸۰ برس پیشتر مشہور جنگ
 ہوئی تھی۔

ڈیوجینیٹر ایک حکیم عرف سائیک۔ ولادت قبل مسیح ۴۱۲ سال
 ڈیسیڈیٹر - ایک یونانی مدبر سلطنت جو ڈیاستھی نیز کا معصر تھا۔
 ڈیاستھینیز - یونان کا ایک شخص جو اس زمانہ یعنی ۳۸۲ سال قبل مسیح
 اپنی فصاحت کیلئے بہت مشہور تھا۔ فلپ مقدونیا کا معصر
 تھا اور اخلاقی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کا شخص تھا۔
 پورا فصیح اور بلینج۔

ڈیما کرپٹس - حکیم جو یونان میں ۴۷۰ سال قبل مسیح تولد ہوا تھا۔ یہ

ہنسنے والا حکیم کے نام سے مشہور تھا اسکی عادت تھی

کہ انسان کی احمقانہ کارروائیوں پر ہمیشہ ہنسا کرتا تھا۔

ڈیمی ٹریوس ایک نامی حکیم جو افلاس کے لئے مشہور تھا۔ بہو کمار ہتا تاگر

کسی کے ساتھ ہتھیار پیلانا اپنی بدنامی کا باعث سمجھتا تھا۔

روم (داو مجبول) دارالسلطنت اٹلی۔ پہلے بنیاد اسکی ۵۲۷ء قبل مسیح پڑتی

ریگیولس - زمانہ قبل مسیح میں ایک نہایت ہی صاحب شخص جو ہمیشہ

بتلاے مصیبت رہتا تھا اور بجز صبر شکر کونیکے کوئی کام نہ تھا

زرکسیمز - شاہ کسے بن دارا۔ ۵ صدی قبل حضرت مسیح تولد ہوا۔

یونان کے حملہ کے لئے دریائے ہسپانٹ کے پار

اوترنے کے لئے اوسنے پل طیارا کرایا تھا۔ اتفاق سے

طوفان آیا اور پل بہ گیا۔ اس جرم کی سزا میں دریا کو

۳۰۰ ڈرے لگوائے گئے تھے۔ ۴۶۵ سال قبل

مسیح وہ قتل کر کے مارا گیا۔

ترنیو - حکیم بانی فرقہ فلسفہ اسٹوئیکیس حکیم پرو نیکا مصنف

کتاب ہذا بھی تھا۔ ۳ صدی قبل مسیح پیدا ہوا تھا۔

اعلیٰ درجہ کا حکیم تاگر افسوس کہ اسکی تحریرات کا اب کچھ پتہ نہیں

اس فرقہ نے بہت بڑی شہرت اور کامیابی حاصل کی تھی
یہاں تک کہ رومنس کے تمام شریف اور شاہزادے اسی کی
تعلیمات فلسفہ کے مرید تھے۔

سی پی او۔ رومنس کا ایک بہادر شخص جو ۲۳۵ء قبل مسیح پیدا ہوا
تھا۔ اور ۱۸۳ء قبل مسیح انتقال کر گیا۔

سینیکا۔ لائف آف سینیکا ملاحظہ ہو۔ صفحہ ۱۱ کتاب ہذا۔

سقراط مشہور یونانی حکیم جو ۴۶۹ سال پیشتر تولد مسیح پیدا ہوا تھا۔

اوس کا باپ بت تراش تھا۔ بطور معمولی سپاہیوں کے

۴۳۲-۴۲۹ء قبل مسیح جنگ پالٹی وا۔ اور جنگ ڈیلیئم ۴۲۴

سال قبل مسیح اور جنگ کلے آن ۴۲۲ سال قبل مسیح یہ

شریک رہا۔ یہ شخص اپنی بہادری اور جرأت کے لئے مشہور

تھا۔ جنگ آرجی نوسا کی فتح کے بعد اوسنے ان معاملات

سے کنارہ کشی کر کے اوس آواز پر دھیان لگایا جو اوسکے

قلب سے نکلتی تھی اوسنے حکیمانہ طرز کی زندگی بسر کی۔

اور نہایت پاکیزگی کے ساتھ۔ ۳۹۹ء قبل مسیح میں اوسپر

یہ الزام لگایا گیا کہ وہ نئے خدا کی (پرانے خداؤں کو چھوڑ کر)

پرستش کی ترغیب دلاتا ہے۔ ابالوجیز آف ساکرٹینز

ایک کتاب تصنیف کر کے اوسمیں اپنے صفائی کے عذرا
 تحریر کئے اور ان الزامات کے جوابات مدلل تحریر کئے
 جو اوسپر لگائے گئے تھے۔ آخر کار اوسکو پھانسی کا حکم
 دیا گیا۔ اور ۳۰ روز جیل میں رہ کر اوسکو زہر کا پیالہ پلایا گیا
 جسکو نہایت اطمینان کے ساتھ اوسنے نوش کیا۔ سقراط
 نے کتابیں تصنیف کر لی ہیں مگر انسانی خیالات اور حالات
 کو بہت غور اور شوق سے اپنی نظر میں رکھا۔ پلٹو اور اکرنا
 نے اوسکی زندگی کے حالات مشہور تحریر کئے ہیں۔

فلپ - شاہ اسکندر اعظم کے والد کا نام۔ جو ۳۲۲ قبل مسیح پیدا ہوا
 اور ۳۳۶ میں قتل کیا گیا۔ مسے ڈن کا مشہور اور نامی بادشاہ
 تھا۔ اپنی لیاقت بہوشیاری۔ اور ڈپلومیٹک قوت سے
 سلطنت کو اس درجہ وسیع کر لیا کہ تسلی تک اوسکی زیر حکومت تھا
 رومن کا ایک مشہور بہادر شخص جو ۹۵ قبل مسیح پیدا ہوا تھا۔
 گروہ اسٹونیکس سے تھا۔ اوس زمانہ کے نامور اور معزز
 لوگوں میں سے تھا۔ شہر یوٹیکا کے محاصرہ کے متعلق کچھ غلطی
 کر نیسے اوسکی سخت بدنامی ہوئی اوسکی وجہ سے اوس نے
 ۲۶ میں خودکشی کر لی۔

کیٹو -

کپینیا - ہنری بل کی معشوقہ۔

کیتھی ٹی اس پیدائش ۱۸۰۰ء سال قبل مسیح ایک مشہور بہادر گدرا ہے۔

کیتھی ٹی اس - ایک شہر جو زمانہ سابق میں اپنی زرخیزی اور دولت مندی کے لئے بہت مشہور تھا۔

کیونانی ڈوس - شاہ اسپین جو ۱۴۹۱ء قبل مسیح تخت پر بیٹھا۔ ایک

یونانی نے کچھ شہوت لیکر دوسرے سات سے شاہ زرکیز کو

سنا لاراوسکی فوج سے مقابلہ کر دیا جس کے لئے کیونانی ڈوس

آبادہ نہ تھا اس نے اس جنگ میں لڑتے لڑتے جاں بحق

میں ہی بس۔ ایک مشہور ظالم بادشاہ۔

کیمینس - حکیم ڈیو جینیئر کے ملازم کا نام۔

کیرو - شاہنشاہ روم (دو اور مجبول) جو ۳۰۰ء میں پیدا ہوا۔

۱۷ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ لایف آف سینکاملا خطہ میں

کیونانی کا ایک بہت ہی دولت مند شخص جسے اوس زمانہ کا قارون

کہلاتا تھا۔

کیسے آڈ - یونان کا پرانا شاعر جو ۸۰۰ء قبل مسیح پیدا ہوا۔ اس کی

۳ تصنیفات یعنی ”تھے آجئے“ ”شیلڈ آف ہرکلس“

”ورکس اینڈ ڈیٹیز کا اب تک پتہ چلتا ہے اور موجود ہیں۔“

یونانی قصوں سے پتہ چلتا ہے کہ بیہ زینس اور لیڈا کی
 لڑکی تھی۔ اس کی شادی مین لاس کے ساتھ ہوئی تھی
 مگر ایک شخص پارس نامی اسکو بہگا کر بمقام ٹرائی لیگیا
 تھا۔ اور یہ وجہ جنگ ٹروجن کے شروع ہوئی تھی۔ پارس
 اس لڑائی میں مارا گیا اور یہ اپنے شوہر کے ساتھ واپس
 آئی۔ اس کے مرنے کے بعد یہ جلاوطن کر دی گئی
 اور اس کے بعد شاہزادی زوٹوس نے اسے قتل کرا ڈالا۔

نہی بل -

بڑا ہی نامی بہادر شخص ۲۴۷ء قبل مسیح پیدا ہوا تھا۔ ۲۵ برس
 کے عمر میں تمام افواج کا رتھی جی مین کا کمانڈر انچیف مقرر
 ہو گیا تھا۔ اور وعدہ کر لیا تھا کہ پرے نیر اور ہون اور
 آپس ہوتا ہوا روم کو جا کر فتح کرے گا۔ ایک جنگ تو دیکھا
 ئی سی نو اور ایک تھری سی می نس۔ اور ایک کینا
 پر ہوئی۔ ان تینوں میں قریب ۴۰۰۰۰ یا ۵۰۰۰۰
 رومن کے قتل ہوئے۔ جب دوسری سپونک جنگ
 شروع ہوئی اور سوت کا نتیجہ میں روم سیمول بمبٹریٹ تھا اور
 ۱۸۳ء قبل مسیح انتقال کر گیا۔ ۲۱۶ء قبل مسیح میں بعد
 فتح وہ اپنی عشرت منزل میں جا کر رہنے لگا جسے بمقام کیو آ

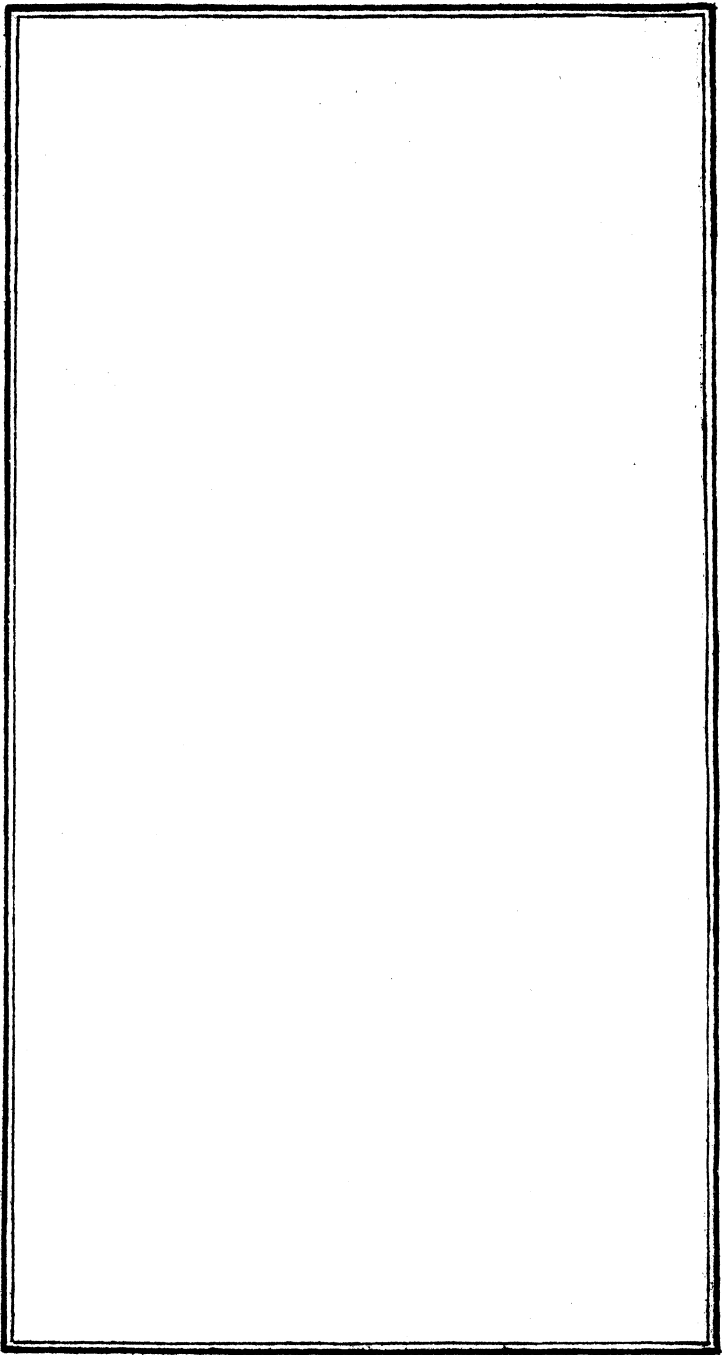
اوسنے تسمیر کیا تھا اور یہ مقام دولت اور عیش طلبی کے
سامان بہم پہنچانیکر لئے اوس زمانہ میں مشہور تھا۔ فوج
بھی اوسکے ساتھ عیش میں مبتلا ہو گئی یہی بات آئزکار اوسکی
شکست اور بربادی کی باعث ہوئی۔

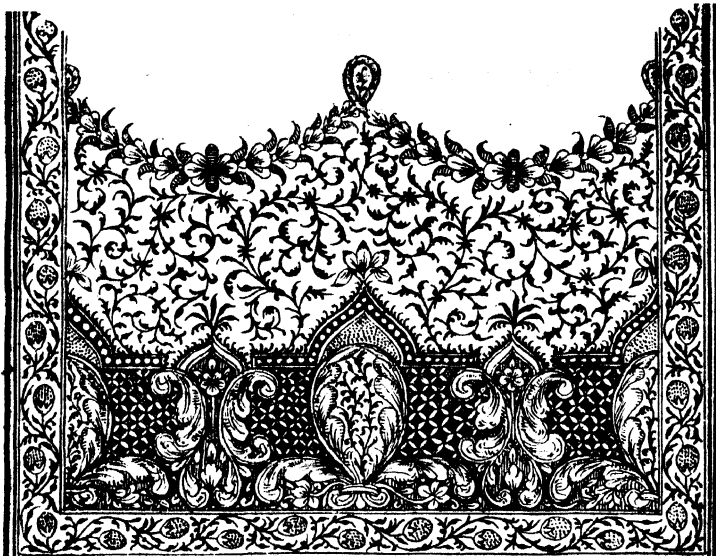
ہوری ٹی اس کولس رومنس کے زمانہ کا ایک مشہور بہادر۔ یکے پشم جس نے
دو کمپنیوں سے اپنے مخالف کی پوری فوج کو شکست
دی۔

ہومر — ایک مشہور رزمیہ شاعر جو ۹۵۰ اور ۸۵۰ قبل مسیح پیدا ہوا
تھا۔ ایلڈ۔ اور اڈیسے اوسکی دو تصنیفات ہنوز موجود
ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اندھا بنا مگر صحیح نہیں ہے۔

ہکوبا — یونانی قصوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پری ام شاہ ٹرائی
کی دوسری ملکہ تھی۔ ٹرائی کے مقتوح ہو جانیکے بعد وہ
شاہ اڈیسے سس کے یہاں بطور خادمہ رکھی گئی۔!







بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حکیم نیکا کی تعلیمات

پہلا باب

انسان اپنی زندگی مسرت کے ساتھ کیونکر بسر کر سکتا ہے

دنیا میں اس سے زیادہ کوئی اور بخت طلب اور رکیک مسئلہ نہیں ہے کہ انسان اپنی زندگی کیونکر مسرت کے ساتھ بسر کر سکتا ہے؟ گو ہر شخص ہی چاہتا ہے اور

ایسے انتظامات بھی کرتا ہے کہ اوسکی تمام زندگی مسرت میں کٹے۔ مگر اونہیں سے ایک ہی نیمین جانتا کہ کیونکر اوسکو وہ ”مسرت“ حاصل ہو سکتی ہے! وہ عاجلانہ اوسکی تلاش میں چلے جاتے ہیں اور غلط ذرائع سے اُسکے حاصل کرنے میں جب قدر جلدی کرتے ہیں اوسی قدر زیادہ دیر ہوتی جاتی ہے۔ ہم کو سب سے پہلے معلوم کرنا ضروری ہے کہ (۱) ”مسرت“ کیا چیز ہے اور (۲) سہل اور آسان طریقے اوسکے حاصل ہونے کے کیا ہیں۔ اگر مسرت تک پہنچنے کے وہی راستے ٹھیک ہیں جن پر کہ ہم جا رہے ہیں تو منزل مقصود پر یقیناً جلد پہنچ جائیں گے۔ ان برعکس اسکے اگر غلط راستے پر جانے والوں کے نتیجے میں تو گمراہ کاروان میں سے ایک ہم بھی ہیں اور ہماری زندگی ہی دوسروں کی طرح تلاش ہی میں برباد جاگی عام قاعدہ ہے کہ اگر کمین جاتے ہوئے ہم راستہ بول جائیں تو جود اوقف ہیں وہ راستہ بتا دیا کرتے ہیں مگر مسرت تک پہنچنے کے راستے ایسے پیچیدہ اور طیر طہ ہے ہیں کہ لوگ خود ہی اون سے واقف نہیں ہیں دوسروں کو کیا بتلا سینگے!۔ لہذا ضرورت پڑی کہ عقل سی رہنما شے سے ایسی حالت میں ہم کام لیں اور اسی کے بتلائے ہوئے راستوں پر چلیں۔ ہماری زندگی کے واقعات اکثر جنگ کے واقعات سے مشابہ ہیں جہاں جنگ میں ایک گرا اور دم بہر میں کشتوں کے پشتہ لگ گئے یہاں تک کہ تمام میدان کا زار نقشون سے پڑ ہو کر حسرتوں اور نا کامیوں کا عجیب پُرجسرت نظر بن جاتا ہے زندگی کے معاملات میں ہی اسے طرح اور دن کی پیروی کرنے میں ہم ہمیشہ

نقصان اٹھاتے ہیں اور گویا ہماری جانین جائیں مگر بھیڑوں کی طرح دوسروں کی
 پیروی کرنا ہم سے چوٹ نہیں سکتا ہے۔ اگر ان سے ہم علیحدگی اختیار کریں تو ضرور
 بیچ جائیں۔ مگر یہ ہونیں سکتا۔ یہ امر تو مسلمہ ہے کہ مسرت اور خوشی سے زندگی بسر کرنے
 کا سکہ روٹ یا عام راے سے ملے نہیں ہو سکتا۔ پھر اس معاملہ کے متعلق عوام الناس
 کے راے کی پیروی کیوں؟ علاوہ برین انسانی معاملات کچھ ایسے ترتیب دیے
 گئے ہیں کہ ایک کے حق میں جو شے مفید ہے دوسرے کے لیے وہ ہی مفید ہے
 عمرہ سے عمرہ شے ہی شے شخص کو پسند نہیں آتی۔ ہوتا ہے کچھ اور۔ لوگ کہتے ہیں
 کچھ اور عوام الناس خنیں صرف عزنا ہی نہیں ہیں بلکہ امر اور درباری لوگ بھی شامل
 ہیں بغیر جانچ کے ہر بات کا یقین کر لیتے ہیں اور ان کی تسکین معمول باتوں سے۔ اچھی ہوں
 یا بُری۔ ہو جایا کرتی ہے۔ نیکن کی شناخت صرف دیکھنے ہی سے نہیں ہو سکتی ہے
 اور اسکے لیے دوسری روشنی کی ہی ضرورت پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ الجنس ہمیل
 الے الجنس۔ پاک روح اپنی ہی سی پاک روح کو تلاش کر لیتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ دنیا
 مسرت میں انسان کو بدست بنا دیا کرتی ہیں۔ مگر نشہ اترنے اور ہوش میں آنے کے بعد
 اپنے گذشتہ افعال پر وہ خود ہی نادم ہی ہوا کرتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جن چیزوں
 سے ہم کراہت کرتے ہیں وہی بمقابلہ ان کے جنکے لیے دعائیں دگا کرتے تھے ہمارے
 حق میں بدرجہا مفید ثابت ہوئے ہیں وَعَسَىٰ أَنْ تَكْفُرُوا بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ
 وَأَنْ تَكْفُرُوا بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ وَأَنْ تَكْفُرُوا بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ

اصلی مسرت

وہ مسرت جو ہر قسم کی پریشانیوں سے مبرا ہو اصلی ہے۔ خدا۔ اور اپنا جس کے فریض کو جاننا۔ اذکو پورا کرنا۔ اپنی موجودہ حالت سے دلچسپی حاصل کرنا۔ آینوالے حضرات کی نکلون سے بچنا۔ خوف اور جاکی حالت میں رہنے سے موجودہ حالت پر قانع بننا آثار برین سچی اور اصلی مسرت کے۔ ان باتوں پر پورے طور سے عمل کرنے والے کو پر کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ انسانی ریگتین ہم میں موجود ہیں اور ہماری دسترس کے اندر ہیں مگر نادانوں کی طرح انہیں بند کیے اپنی ذات سے باہر ڈھونڈ رہے ہیں اور وہ ان کا مٹا غیر ممکن ہے۔

وَمَا تَنْبُؤُا بِهِمْ دَرَكًا لَّكُمْ فِيهَا وَمَا تَنْبُؤُا بِهِمْ

اطمینان۔ دل کی یکساں حالت پر رہنے کا نام ہے جسکو حکومت اور ثروت گننا بڑا نہیں سکتی۔ یہ حالت چونکہ انسانی خوبیوں کی تکمیل ہو جانے کے بعد حاصل ہوتی ہے لہذا کوئی نئے۔ بعد کو کم نہیں کر سکتی۔ جہاں تک ممکن ہے وہ ہکو آگے بڑھایا جاتی ہے ہکو اپنے اوپر ہر دوسرے کرنے کے گڑھی سکھاتی ہے جسے اسکے علاوہ کسی اور شے پر ہر دوسرے کی سخت غلطی کی۔ دایمی نگوئی اسیکے لئے ہے جسکا دماغ صحیح اور مزاج مستقل ہے۔ وہ ہر شے کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے اور اسکے تمام حرکات و سکنات میں ترتیب اور اعتدال پایا جاتا ہے۔ مزاج میں نیک نیتی اور شفقت ہوتی ہے اپنی زندگی کے انقلابات کو عقل کی ماتحتی میں کر لیتا ہے اور ان طریقوں کو ہر دلعزیزی

حاصل کر کے ہر ایک کی تعریف و تحسین کا مستحق بنتا ہے۔ صبح اور نہ تبدیل ہونے والی
 رائے کے بغیر کل آرام محض بے ثبات ہیں اور چیزوں پر جو ہکو اپنی طرف سے
 نفرت دلاتے یا اپنی جانب فریفتہ کرتے ہیں پورے طور سے حاوی ہو جانے سے
 ہمارے مزاج میں ایک قسم کی صلاحیت اور عالی حوصلگی پیدا ہو جائے گی اور اس وقت
 بالعوض اور ناہشی خوشیوں کے (جو حاصل ہو جانے پر ہی محض بے سود اور تکلیف دہ
 ہیں) ہم اپنی ذات میں وہ خوشی پائیں گے جس سے روح کو سچا لطف اور سرور حاصل ہو گا
 زندہ دل ہونے کے لیے دل ہی زندہ چاہیے۔ ہر حالت میں طبیعت میں استواری
 اور استقلال کی ضرورت ہے۔ دنیاوی معاملات کی فکر کرنا چاہیے مگر پریشانی اور گمراہی
 کے ساتھ نہیں۔ دولت اور قسمت کی فیاضیوں سے ہکو ایسا بے تعلق رہنا چاہیے
 کہ انکی موجودگی یا غیر موجودگی سے دل پر کچھ اثر نہ پڑے۔ غم، شکوہ، شکایت، کاہلی
 اور خوف طبیعتوں میں ناہمواری پیدا کر دیا کرتی ہیں۔ لہذا ان سے احتراز لازم ہے۔
 مصائب سے ڈرنا گویا اونکی غلامی میں زندگی بسر کرنا ہے۔ عقلا کی مسرت اصلی
 اور غیر مختتم ہوتی ہے۔ اونکے خیالات ہر وقت ہر مقام اور ہر حالت میں دلچسپ اور
 تسکین دہ ہوتے ہیں وہ شخص جس پر خوشی کی حالت میں خوشی اور بیچ کی حالت میں بیچ
 کا اثر ہوتا رہتا ہے سچ تو یہ ہے کہ وہ نہایت ہی غیر معتاد اور سنگدل و دھاکوں کی
 غلامی میں ہے جو اس پر یکے بعد دیگرے اسطرح مسلط ہوتے رہتے ہیں۔! اس
 کہنے سے میرا پینشا نہیں ہے کہ لوگ اپنی جائز خوشیوں یا امیدوں کے متوسط درجہ کے

خوشیوں کے لطافت اٹھانے سے بھی احتراز کریں۔ نہیں بلکہ تجلوات اسکے میں با مذاق
 شخصوں کو پسند کرتا ہوں مگر اسی حالت میں جبکہ یہ مذاق ذہنیں کے عمدہ خیالات
 اور انہیں کی سچی خوشیوں کا نتیجہ ہو، اسکے علاوہ اور چوسرتین میں وہ بہت ہی ذلیل
 ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اونکی وجہ سے چہرہ سے غم کے آثار ڈھیل جاتے ہیں۔ مگر دل پر
 اونکا اثر ذرا ہی نہیں ہوتا۔ سلیم الطبعی اور سنجیدگی کا نتیجہ روحانی مسرت ہے اور بڑا ہی
 بے نصیب ہے وہ شخص جو **سنسی** اور **مسرت** کے بڑی فرق کو نہ سمجھ سکے۔ مسرت کا
 مقام دہین ہے اور کوئی خوشی اس دلیر کے استقلال سے زیادہ نہیں ہو سکتی
 جس پر افلاس اور امارت اپنا اثر نہ ڈال سکیں۔ وہ شخص جو موت کے چہرہ کو اطمینان
 سے دیکھ کر خوشی سے اوسکا خیر مقدم کر سکے۔ افلاس کے آنے والے حضرات سے
 پریشان نہوئے اپنے خوشبات نفسانی کو مغلوب کر لے۔ وہ وہی خوش نصیب شخص
 ہے جسکو اوسکے خدا کے بڑے لارڈ ال خوشیوں کا مالک بنا دیا ہے۔ گنوار و خوشیاں
 باطل۔ بے بنیاد۔ ذلیل ہونے والی اور نمائشی ہیں مگر وہ جسکی کیفیت ہم ہی بیان
 کر چکے ہیں مستقل اور دائمی ہیں۔ اس فانی جسم کے لیے خوشیاں کو ضروری ہیں مگر
 سب نہایت ہی ذلیل ناباں دار و نمائشی ہیں مگر نوریان سے پُر اور مطمئن دل۔ پاک اور
 سچے خیالات۔ نیکو کاری۔ دنیاوی معاملات کی طرف سے بے تعلق۔ خدا کی
 ایسی سچی رحمتیں ہیں جسکی کچھ حد ہے اور پایاں۔ — جن سے طبیعت کو آسودگی
 ہوتی ہے۔ اور نہ جسکے لیے کوئی خاص ہیانہ مقرر ہے۔

تو صاحب نفسے اے غافل میان خاک خون میخور
کہ صاحب لاکر زہرے خورد آن انگبین باشد

دوسرا باب

انسانی مسرت "عقل" اور نیکی سے حاصل ہوتی ہے

یہ فرض کر کے کہ انسانی مسرتیں عقلندی اور نیکی کاری کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہیں
ہم آئندہ بالترتیب دونوں پر بحث کر کے یہ دکھلائیں گے کہ عمدہ زندگی بسر کرنے کے لئے
عقل کی کما تک ضرورت ہے۔

عقل اور وہ کیا شے ہے

ہر شے کی ماہیت صحیح طور سے سمجھ لینے کو عقل کہتے ہیں۔ وہ قوت مدد کر کہ جو نیکی
اور بد سے تمیز اور خد ما صفا دَع ماکن پریل کر اسکے اور سکا نام "عقل" ہے۔
وہ ماہے جو کسی شے کی صحیح حالت پر قائم کی گئی ہو نہ کہ اوس پر جو اسکے نسبت عموماً مشہور
ہیں اوس را سکو "عقل" سے تعبیر کرتے ہیں۔ عقل کا پورا ہمارے اقوال اور

افعال پر بیٹھا ہوا ہے اور ہماری قسمت اچھی ہو یا بُری عقل ہی ہکو اوس سے مغلوب
 نہیں ہونے دیتی اوسکے اغراض میں گذشتہ - آئندہ - دائمی اور عارضی معاملات
 سب شامل ہیں اوسکا اثر واقعات زمانہ اونکی نوعیت اور اونکی انقلابی حالتوں پر ہوتا ہے
 فلسفہ کے ساتھ عقل اور روپیہ کے ساتھ لالچ کا ہونا لازمی ہے - عقل کے صحیح تفرق
 کا نام عقلمندی ہے جس طرح آنکھ کا صحیح فعل بینائی اور زبان کا اصلی فعل گویائی ہے -

اسی طرح وہی شخص جو ہر حالت میں خوش رہنا چاہے عقلمند کہا جاتا ہے - عقل کے آتے

ہی ہماری زندگی ہکو آرام دہ معلوم ہونے لگتی ہے - دنیا میں یہ بہت کمزوری امر ہے
 کہ عمدہ عادات کے ساتھ آزاد سبھی عمدہ ہوں اور اس بات کا صرف جان لینا ہی کافی
 نہیں ہے بلکہ لوح دل پر چکو اونکی اس قدر مشق کرنے کی ضرورت ہے کہ ہر وقت وہ یاد دہن

ہمارے افعال اور اقوال کی سان ہونے چاہئیں - علم کوئی تماشہ نہیں ہے - اوسکی بناؤ
 کی مضبوطی افعال سے ظاہر ہوتی ہے نہ الفاظ سے وہ کھلوتا نہیں ہے جو ہمارے
 دل خوش کر دینے کے لیے یافتہ صحت کے وقت دل بہلانے کے لیے ہو

بلکہ وہ ایسی پاک شے ہے جو ہمارے دل - دماغ - فہم اور ارادوں میں دستہ پیدا کر کے
 ہمارے حرکات اور سکناات کو سنبھالے اور ہمیں صاف صاف بتلاوے کہ کیا باتیں

ہکو کرنا اور کیا ہکو نہیں کرنا چاہیے - علم ہمارا رہنما بنکر تمام مصائب میں رہنمائی کرتا ہے -

اوسکے بغیر محفوظ یا سلامت نہیں رہ سکتے - قدم قدم پر ہم اوسکے محتاج ہیں - ہمارے
 زندگی کے فرائض علم ہی ہکو سکھاتا ہے - اور وہی ہکو بتلاتا ہے کہ ہمارے فرائض والدین

کے ساتھ کیا ہیں و بِالْفَالِدِينَ احْسَانًا دوست اور اجاب کے ساتھ ہمارے برابر
 کیسے ہونا چاہیے اور کس حد تک اون پر ہر دوسہ کرنا چاہیے خیرات کے صحیح طریقہ
 مَا فِي الْمَالِ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوُو الْقُرْبَىٰ بِالْخَيْرِ اور مشورہ دینے کے صحیح احکام و سَائِرِ رَحْمَةٍ فِي الْاَمْرِ
 بہتر تک ہی علم ہو چکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ علم ہی کے باعث سے بہکو اطمینان قلبی حاصل
 ہوتا ہے۔ اور اسکے حاصل ہو جانے کے بعد بہر بہن کوئی خوف نہیں رہتا علم ہی بہکو
 ہر شے کے فرضی خوف سے روکتا ہے اور اسی کی بدولت بہکو وہ تو نگری حاصل ہو جاتی
 ہے جو اور چیزوں کی طرف سے بالکل مستغنی کر دیتی ہے۔

عقلا بہر حالت میں اپنے فرائض کو ادا کرتے رہتے ہیں

زندگی کی ایسی کوئی حالت نہیں ہے جس میں کوئی خرد مند اپنے فرائض ادا نہ کر سکتا ہو
 اگر وہ خوش نصیب ہے۔ تو وہ اپنی خوشیوں کو مستدل کر لیتا ہے۔ اگر بے نصیب
 تو غم اور الم کا اپنے اوپر اثر نہیں پڑنے دیتا۔ اگر صاحب جائد او ہے تو اسکے ذریعہ
 سے اپنی نیکو کاری کے اظہار کے لیے زیادہ موقعہ پاتا ہے۔ اگر غریب ہے تو
 کمی کے ساتھ۔ اگر اپنے ملک اور شہر میں ادون نیکیوں کے اظہار کا او سے موقع نہیں
 ملتا ہے تو باہر جا کر موقع نکال لیتا ہے اور اگر صاحب حکومت نہیں ہے تو غریب

سپاہی بنکر ملک کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ بعضھے آدمیوں کو درندہ جانوروں کے مانوس
 کر لینے کی بڑی ہمتا ہوجاتی ہے اور وہ اپنے تئیں شیر اور چیتوں سے بنگلیہ کر اتے
 ہیں۔ مصائب میں عقلمندوں کی حالت بھی ایسی ہی ہوجانی چاہئے۔ ہکو چاہئے
 کہ ان مصائب کو خوفناک نہ سمجھیں۔ جب سابقہ پڑجائے تو مانوس شیر کی طرح
 لازم ہے کہ اونکو بالکل بے اثر کر لیں۔ عقل بہاری انگلیوں کو نہیں بلکہ ہمارے دلوں
 کو تعلق دیتی ہے۔ وہ ہکو ہار منویم جانے کے گڑنہیں سکھلاتی بلکہ وہ گڑ۔ جنکے ذریعہ سے
 ہم زندگی عمدگی کے ساتھ بسر کر سکیں۔ ہر چیز کی بڑی سہلی کیفیت عقل ہی ہکو دکھلا دیتی
 ہے اور اونکی ہی جو بظاہر بُرے یا بملے ہیں۔ سچی اور جوٹی نشان دشوکت میں فرق
 دکھلا دیتی ہے۔ ہمارے خیالات کو خدا سے ذوا الجلال کی طرف او بھارتی ہے اور
 جسمانی حالت سے روحانی وجہ تک پہنچا دیتی ہے فطرت کے موافق زندگی کے
 قواعد ترتیب دلاتی ہے اور سب سے عمدہ یہ سبق دیتی ہے کہ خدا کو صرف جان لینا ہی
 کافی نہیں ہے بلکہ یہی سمجھنا کہ اسکے احکامات کی تعمیل ہر انسان پر لازمی ہے۔
 عقل تمام واقعات کو خدا کی جانب منسوب کر دیتی ہے اور ہر شے کی اصلی ماہریت ہکو
 بتلا دیتی ہے۔ جو ٹے توہمات اور خیالات سے ہکو بجات دلاتی ہے اور ایسے
 تمام خوشیوں کو ہمارے لیے ناقابل قرار دیتی ہے جسکے لیے ہکو بعد میں تو بہ یا مسرت
 کرنا پڑے۔ وہ کسی ایسی شے کو عمدہ نہیں بتلاتی جو ہمیشہ کے لیے عمدہ نہیں ہے
 نہ کسی ایسے شخص کو ”خوش“ کہتی ہے جو ہر وقت خوشیوں کا طالب ہی۔ وہ ساری دنیا میں

صحت ایک اسی شخص کو طاقت دہکتی ہے جسے اپنے نفس پر قبضہ کر لیا۔ انسانی زندگی کی یہ وہی سہترین ہین جو نہ کہی زایل ہو سکتی ہین نہ خراب۔

صحت عقل انسانی فطرت کی تکمیل کی دلیل ہے

وہ شخص جو عقلمند ہے ہر حالت میں خوش رہے گا اسیلے کہ اوسکو اپنے تمام افعال پر قدرت حاصل ہے نفس کو عقل کی ماتحتی میں دیکر اپنے افعال کو نصیحت اور مشورہ کا مطیع بنا لیتا ہے نہ کہ جوش جذبہ اور غصہ کا سخت سے سخت مصیبت ہی اوسکے دل کو متحرک نہیں کر سکتی نہ تلوار اور آتش زدگی کے نقصانات اوسپر کہہ اتر ڈال سکتے ہین وہ شخص جو نا سمجھ ہے اپنے سایہ سے ڈرتا ہے اور ذرا سی مصیبت میں مبتلا ہو جانے سے ایسا گہرا جاتا ہے گویا تمام دنیا کے مصائب اوس پر آپڑے ہین۔ عقلمند ہر کام کو خوشی سے کرتے ہین کیونکہ جبکو وہ ضروری سمجھتے ہین اور کاموں پر اوس سے ترجیح دیتے ہین۔ زندگی بسر کرنے کے لیے اوسکے اغراض اور خواہشات محدود ہین اور وہ انہیں باتوں کی پیروی کرتے ہین جو ان اغراض کے حاصل ہونے میں انکی امداد کرتے ہین اور اوس سے کنارہ کش ہو جاتے ہین جو راج ہوتے ہین۔ وہ اپنی قسمت پر شاکر ہین چاہے جیسی ہو۔ اور اوس شے کی کہی خواہش ہی نہیں کرتے جو اوسکے پاس نہیں ہے گو ہونے نہونیکے اعتبار سے دونوں حالتیں ایسی ہین کہ اوس سے زیادہ کی انہیں خواہش نہیں۔ مصائب سے بزدلوں کی طرح نہ تو وہ ڈرتے ہین اور نہ دورانہ لیشی کے

خیال سے لو کہی طرف سے بیخوف ہیں اور نئے دنیاوی کام فطرت کی طرح بے مشورہ شروع ہوتے رہتے رہتے ہیں۔ قید۔ زخم۔ اور اسی سیری کے خوف اور نئے نزدیک بہت ہی بے اصل ہیں۔ ہر کام اور نئے ہاتھ سے خوبی کے ساتھ انجام پاتے رہتے ہیں فطرت اور کارگریگان تو عقل کے قبضہ میں ہیں۔ مشتبہ معاملات میں احتیاط سے۔

اقبال مذی کے زانہ میں اعتدال سے۔ اور مصیبت میں ثابت قدمی اور استقلال سے کام لیکر خراب حالت کو بھی اپنے حق میں تہ تبریح کی قسمت کے ساتھ موافقت کر لیتے ہیں۔ کچھ شبہ نہیں کہ ایسے واقعات مثلاً حزر جہانی۔ پیاری اولاد یا عزیز دوست کا انتقال۔ ملک اور وطن کی بربادی اکثر پیش نظر آتے ہیں جو اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں رہتے گروہ ہی اور سے بے قابو نہیں کر سکتے۔ جس دل پر ایسے مصائب اپنا اثر ڈال سکیں کچھ شک نہیں کہ وہ دل تپ رہا ہو ہے سے کم نہیں۔ سیری راے میں استقلال کے ساتھ مصائب کے بڑا شت کرنے کی تعریف جب ہی ہے کہ دل پر اثر بھی پڑ چکا ہو۔ ورنہ کچھ نہیں۔

عقلا کے درجے

عقل کے درجہ سے جو لوگ کامیاب ہو کر نکلتے ہیں اور نئے تین درجے ہیں اول وہ عقل کے حدود و نظر کے اندر ہیں مگر اسکے قریب نہیں پہنچے وہ جانتے ہیں کہ اونہیں کیا کرنا چاہیے گروہ ویسا کرتے نہیں۔ بقول شخصے پڑھیں گے کہ نہیں

وہ بجرانی حالت کو جو جیل چکے ہیں مگر ہنوز بیمار ہیں۔ اس سے میرا اشارہ اونکی اودن خراب عادت کی جانب ہے جو اونہیں ایسی چیزوں کے مشتاق بنائے رکھتی ہے جسکی اونہیں نہایت کم یا قطعی خواہش ہی نکرنا چاہیے۔ دوشکر وہ جنہوں نے اپنی خواہشات پر ایک وقت تک کے لئے قہج پالی ہے اور خوف ہے کہ پھر کمین مغلوب نہو جائیں۔ تیسرے وہ جنسے بہت سی برائیاں تو دور ہو گئی ہیں مگر ابھی اور بھی موجود ہیں مثلاً یہ کہ وہ حریص تو نہیں ہیں مگر مغلوب الغضب ہیں چند خاص حالتوں تک تو اودن کا استقلال قائم رہتا ہے مگر عموماً نہیں۔ موت کو حقیر سمجھتے ہیں مگر وہ کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے۔ عقل کی قابلیت میں اختلاف ہو۔ مگر وہ ناقابل نہیں ہوتے لیکن ہے کہ ایک خوش اخلاق ہو دوسرا مستعد۔ تیسرا نصیح مگر سب کی خوشیاں یکساں ہیں اونہیں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا۔

تیسرا باب

کوئی خوشی جب تک کہ وہ نیکی پڑنی نہو خوشی نہیں ہے

نیکی راستی کا وہ انتہائی درجہ ہے جسکے بغیر انسانی زندگی کی مسرتیں پوری نہیں ہو سکتی ہیں۔ نیکی ہی وہ نفا ہونے والی شے ہے جو فنا ہونے والے انسان کو عطا

کی گئی ہے "وہ خود نیکی اور نیر اور چیزوں کی نسبت سچی آگاہی حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ
 ہی نیکی ہے۔ طبیعت کی وہ مغلوب ہونے والی بزرگی ہے جو خوش نصیبی اور
 بنییبی کے زمانہ میں یکساں پکار قائم رہتی ہے۔ نیک شخص ملنسار - خلیق - اور سلاطین
 ہو گا اور ساتھی اسکے صاف باطن مستعد - اور بخوف - اپنی حالت پر قانع اور آپ کو
 نہ ختم ہونے والی مسرتوں سے مملو پائے گا۔ قصہ مختصر یہ کہ نیکی ہی ایسی شے ہے
 جو متصف بالذات ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص طیبیہ حاذق ہو۔ لائق حاکم ہو۔
 یا اعلیٰ درجہ کا بخومی ہو۔ لیکن اوسین اگر نیکی نہیں ہے تو وہ نیک کہی نہیں کہا جائے گا۔
 کسی اور قابلیت کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف نیکی کی وجہ سے انسان کے بڑے اچھے
 افعال میں تمیز ہو سکتی ہے اور اسی خیال سے ممکن ہے کہ مفتوح فاتح سے زیادہ نیک ہو
 یا غلام مالک سے بنییب ہے وہ شخص جو ایسا اندامی کے مقابلہ میں اپنے گوشت
 پوست کی قدر کرے! (فکلوا مما رزقنا کم حلالا کاطیبیا و اشکروا نعمت اللہ
 ان کنتم اینا کتعبران) فانی چیزوں کے زائل ہو جانے یا اجاب کے مرنے
 کے بعد اگر اون سے نیکی باقی رہ گئی ہے تو یہ لکھ ہم اپنی تسکین کر سکتے ہیں کہ کوئی اندیشہ کی
 بات نہیں ہے سوت تو درست ہے پانی رہے یا زہے۔ کیا دستوں کی قلت
 یا کثرت سے کوئی شخص عقلمند یا بیوقوف کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس جب نہیں
 ہے تو کیوں اونکے ہونے یا نہ ہونے پر کوئی شخص اپنی خوشی اور پریشانی کا انحصار کرے؟
 زندگی - بربخ - درد اور تکلیف ایسی ناپائیدار چیزیں ہیں جن سے نیکی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نیکی ہے

سرد ہونے والے افعال اونکے انتخاب اور پسند سے ثابت ہوتے ہی نہ
اون سے جو اونکے متعلقات ہیں نیکی کسی ذلیل مادی شے یا حالت کا نام نہیں ہے
افلاس گناہ ہے۔ اور بد وضعی نیکی کی عظمت کو دہندہ لائینین کر سکتی جنکی آنکھیں میں
دہ نیکی کو ہر مقام پر دیکھ لیتے ہیں اور وہ شخص جو بد وضع آدمیوں کی عادت پر غور کرنے
کا جوگر ہے وہی اونہیں اونکی دلی پھینسیو نکا پتہ ہی پایا جو دولت اور ثروت کے بیہودہ اور
جو ٹل جگہ ارشاد و شوکت کے پردہ میں چھپے ہوئے اونہیں سے غیر مطمئن اور بچھین
کے ہوئے ہیں۔

نیکی کا قرب

اگر کوئی شخص کسی نیک آدمی کا دل دیکھ سکتا۔ وہ دل۔ جو نیکی کی شعاعوں سے
روشن ہے اور نیراؤ سکے حسن اور عظمت کو بھی۔ وہ عظمت جسکے لیے عزت اور محبت
لازمی شے ہے تو کیا ایسا دیکھنے والا شخص او سے معجزہ سمجھ کر اپنے نفس پر ہزار دن
آفرین نہ کرتا؟۔ وہ معجزہ ایسا عجیب و غریب ہوتا کہ اسکا اثر جادو کی طرح ادن لوگوں
کے دلوں پر ہوتا جو او سے دیکھ کر متاثر ہو سکنے کے قابل ہوتے۔ اونہیں ایسی تعجب خیز
حکومت کی شان ہے کہ بدکار سے بدکار شخص ہی نیکی کو پسند کر کے خود ہی اوسنی نیک
شخص کے موافق نیک چلن بننے اور مشہور ہونے کے لیے خدا سے التجا کرتا۔ بکار
بد کرداری۔ اور بدکاری کے ثمروں سے متمتع ہونا چاہتے ہیں اور ہوتے ہی ہین مگر

جب اُون بد کاریوں کی نسبت اُنکی طرف کیجاتی ہے تو وہ شرمناکاتی ہیں اس سے ظاہر ہے کہ وہ نیکی اور نیکو کاری کے نتیجہ سے واقف ہیں۔ دل میں اُنکی وقت ہے کہ افعال سے ظاہر نہیں ہوتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ بہت سے فسق و فجور نیکو کاری کے پر وہ اور اڈ میں گر گذر کرتے ہیں۔ جو شخص شارع عام پر ڈکیتی کرتا ہے اسکو وہی مالِ غنیمت اگر اُسکی قسمت کا ہوتا تو دوسرے طریقہ سے بلا جبر مل سکتا تھا۔ اگر ایسے شخص سے جو غارت گری لوٹ۔ ثروت ستانی۔ ظلم۔ اور دغا کے ذریعہ سے دولت کماتا ہے پوچھا جائے کہ کیا وہ ایسا نداری سے کائی ہوئی دولت سے متمتع ہونا نہیں چاہتا تو میرے خیال میں اُسکا ایمان او سے انکار کرنے دے گا۔

نیکی ہی وہ قوتِ الٰہی تھے ہے اور خدا ایسا نیکی پسند ہے کہ اُسنے ہر دل میں اُس شخص کی ہدایت کے لئے ایک روشنی پیدا کر دی ہے جسکو اپنے دلوں میں موجود پاکر ہم اُس ذاتِ پاک کی موجودگی کی تصدیق کرنے لگتے ہیں گو اُسکی ہدایت کے فوائد چلتے نہیں۔ وہ نیکی ہی تو ہے جو قاتل کو خوشی سے پھانسی پر چڑھو ادیتی ہے۔

وہ نیکی ہی تو ہے جسکی وجہ سے ایک گنہگار بیمار۔ بیمار کو۔ اپنے بُرے افعال کا نتیجہ سمجھکر اپنے حق میں باعثِ بجات سمجھنے لگتا ہے۔ وہ نیکی ہی تو ہے جو مصائب پر غالب اگر خوشی کے زمانہ کو اعتدال پر لے آتی ہے۔ وہ سچ اور خوشی دونوں کی ضامن ہے اور دونوں کی کثرت کو نگاہِ حقارت سے دیکھتی ہے۔ اگ کے ہنسنے نیکی ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ہمارے حرکات اور ہماری محبت پر اُسکا اثر پڑتا ہے۔

ادرجسرنیکی کی نظر توجہ رکھی وہ ہر دلعزیز اور نیک نیت بن گیا۔ فانی اور کمزور اشیاء یا بلند ہوتی اور گرتی۔ گنتی اور بڑھتی اور غیرات پذیر ہوتی ہیں مگر وہ اشیاء جن پر روحانی اثر ہی ہمیشہ ایک حالت پر رہتی ہیں۔ اور جنہیں یہی کیفیت نیکی کی ہے۔ اوکی اچائی یا بُرائی افعال کے مشکل یا سہل ہونے پر منحصر نہیں ہے اوکی چمک امیر۔ عزیز۔ بیار تندرست۔ مضبوط مگر در سب میں کیساں ہے محصورین قلندہ کی نیکی ایسی ہی با عظمت ہے جیسی کہ محاصرین کی۔

الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ

اگر انسان اور احکام اور قواعد کی تعمیل نہیں کرتا ہوا اسکے لئے بنائی یا جو کو دئے گئے ہیں تاہم غنیمت ہے کہ اسکے خیالات نیک اور ارادے اچھے ہوں گے افعال ویسے ہوں۔ نیک کام کرنے کا ارادہ کرنا ہی ایک عالی حوصلہ شخص کا کام ہے اور زندگی کو اعلیٰ نمونہ پر لے کر جانے کا خیال ہی (گو انسانی کمزوریوں کی وجہ سے وہ ان خیالات میں کامیابی حاصل نہ کر سکے) علو وصلگی ہے۔ نیک کاموں کے کرنے میں ناکامیاب ہونا تو بہت بڑی بات ہے اس کے تصور ہی میں عورت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ مجھے سکرات کی تکلیف نزع کے وقت نہو اور نہ اور دکو ہو۔ خلا یا تو میرے دل کو افلاس اور امارت کی حالت اور دنیاوی فائدوں اور نقصان میں کیساں رکھیو۔ میں اپنے مال اور دولت کو یا اور جو کچھ میرے پاس

ہونٹ اور تنگ دلی سے چھوڑ کر نہ مروں اور نہ فضول صرف کر کے گنہگار ہوں۔ جو اوس سے منافع ہوں اوسے اپنی دولت کا عمدہ جز بھجھا دے گی قدر باعتبار وزن اور تعداد کے نکروں بلکہ اوسکے پانے والوں کی قدر و منزلت کے موافق۔ کسی مستحق کو اگر کچھ دینے کی تو مجھے تو فین عطا کرے تو میں اوس کمی سے جو اس طرح دینے سے ہوتی ہوا اپنے تئیں غریب بھجھا دے سکے صرف ہو جانے کا افسوس نکروں۔ جو کچھ میں کروں صدق دل سے ہو۔ ناپیش کے لیے نو۔ جو کچھ میں کماؤں بیوں وہ اس زبان کے ذالیقہ کے لیے نو۔ نہ اس نیت سے ہو کہ پیٹ بھر خالی کر دیا کروں۔ بلکہ اوس سے اون کا پورا کرنے کی نیت ہو چنگا۔ انجام نظرت نے اس طریقہ سے مقرر کر دیا ہے الہی میں اپنے احباب میں زندگی زندہ دلی سے بسر کروں اور دشمنوں کے ساتھ نرمی اور مدارا سے پیش آؤں۔ یہ معلوم ہونے پر کہ فلان شخص کو واقعی فلان چیز کی ضرورت ہے اوسکی درخواست سے پیشتر اوس ضرورت کو برن کرنے کی تو مجھے تو ت بخشیدو۔ خدا یا تیرے اس وسیع دنیا کو میں اپنے وطن کی طرح عزیز سمجھوں اور اپنے اون تمام افعال کا جو میرے ہاتھ پاؤں۔ کان سے سر زد ہوں تجھی کو اپنا گواہ اور تجھی کو اپنا منصف محاکم قرار دوں۔ میرے اس اقرار کو کہ جب تک میں زندہ رہا میں نے بجز عمدہ کتابوں کے مطالعہ کرنے کی محرب خلاق کتابیں ایک مرتبہ ہی نہیں پڑھیں میری بجات کے لیے کافی ذریعہ کر لو۔ میرا ایمان ہر وقت سلامت رہا۔ میں نے کسی کے حقوق غصب نہیں کیے اور اپنے حقوق کی سخت مخالفت کی۔ میں نے زندگی بھر اپنے خیالات کو

افعال کے ساتھ اس طرح یکساں رکھا کہ تمام دنیا کو ایک کے دیکھنے سے دوسرے کی حالت خود بخود معلوم ہوگی خداوندنا تو عالم الغیب سے اور جانتا ہے کہ میں نے ایسا بڑا فعل کبھی نہیں کیا جسکو راز کی طرح اپنے پڑوسیوں یا دوستوں سے چھپایا ہو خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ میں جانتا تھا کہ تجھ پر میرا فعل روشن ہے۔ فَقَبِلَ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

نیکی کا تعلق خیالات اور افعال دونوں ہے

نیکی کے دو جز ہیں۔ ایک تعلق افعال سے اور دوسرے کا خیالات سے ہے اول الذکر تعلیم سے اور آخر الذکر نصاب سے حاصل ہو سکتا ہے۔ نیکی کا ایک حصہ تربیت پر اور دوسرا عادت پر منحصر ہے۔ جبکہ راجلہ ہم نیکی کرنے کی عادت ڈالیں گے اتنا ہی جلد ہمارا دل روشن اور صاف ہو کر عرصہ دراز تک ہوگا اطمینان دینا رہے گا۔ یا پون سمجھیں کہ اسکے آغاز ہی میں نیکی کے فوائد سے ہم متمتع ہونے لگیں گے۔ اگر کہیں کے تکلفات سے نکل کر آزادی اور کاروباری حالت میں نیکو ہم اطمینان بہیم جو میں تو یہ اطمینان اور بھی بڑا لطف ہوگا جبکہ ہم طبیعت کی خفیت المزاجی سے چھٹ کر اپنا شمار حکما کے سلسلہ میں کرانے کی کوشش کریں گے۔ یہ سچ ہے کہ گونا باغیت کا زامہ ختم ہو گیا مگر ناقابت اندیشی۔ بے تمیزی اور بے شعوری کا زامہ نہ ہو جو وہ ہے اور خرابی تو یہ ہے کہ ہمارے مزاجوں میں حکومت تو بڑوں کی ہی ہے اور کمزوری بچوں کی ہی۔ جو شخص ان

مغالات پر غور کرنے کے عادی ہیں اور کمزور ثابت ہو سکتا ہے کہ جو چیزیں نظر بہت ہی
خوفناک ہیں وہ حقیقت میں ویسی خوفناک نہیں ہیں۔ کسی شے کو بغیر جانچ کے اچھا
سمجھ لینا گویا خدا پر الزام لگانا ہے۔ نیک آدمیوں کی جانچ ہمیشہ بذریعہ تکالیف
اور مصائب کے ہوا کرتی ہے اور اسی لیے وہ ہمیشہ مصائب میں مبتلا رہتے ہیں
نیکی آفتاب کی طرح ہمیشہ کام میں ہی اپنا دورہ ختم کرنے میں وہ امن تمام ناہنسی چیزوں اور
امن تمام اختلافات کو دور کرتی رہتی ہے جو اس کی مخالفت ہیں۔ نیک طبیعت اور
نیک مزاج شخص کو وہ یہاں تک مستقل مزاج بنا دیتی ہے کہ اس پر مصائب کا اتنا دسکے نزدیک
ویسا ہی حقیر و بے حقیقت ہے جیسے کسی بڑے سمندر میں جہاز کا پڑنا۔ وہ شے
جو سچی ہے اس کی قدر و منزلت اس کی مقدار۔ تعداد۔ یا وقت کے لحاظ سے نہیں ہوتی
ممکن ہے کہ ایک دن کی زندگی ایسی عمدہ اور تیز ہو جیسے کہ برسوں کے۔ اور یہ بھی ممکن ہے
کہ ایک شخص میں نیکی اپنا اظہار کم اور دوسرے میں زیادہ کرے۔ فطرت ایک شخص
کو ایسا بیدار کرتی ہے جو سلطنت کا انتظام عمدہ کر سکتا ہے۔ عمدہ قوانین اپنے ملک
کے لیے بنا سکتا ہے اپنی اپنا جنس میں محبت کو ترقی دیتا ہے دوسرا برعکس اسکے
افلاس میں گرفتار رہ کر اس کی تکلیفیں برداشت کرتا ہے یا جلا وطن کیا جاتا ہو مگر ممکن ہے کہ
یہ پچھلا شخص ویسا ہی نیک ہو جیسا کہ پہلا۔ اس کا دل بھی ویسا ہی نیک ہو جیسا کہ اس کا۔
آخر لہذا کہ شخص ویسا ہی عاقبت اندیش اور ویسا ہی کما انصاف اور ویسا ہی روحانی
علوم سے (جسکے بغیر کوئی انسان خوش نہیں رہ سکتا) ماہر ہو جیسا کہ پہلا۔ نیکی کا دروازہ

سب کے لیے کلاہوا ہے خواہ کوئی شخص ہو۔ قیدی ہو۔ یا بادشاہ۔ ملازم ہو۔
یا آزاد۔ وطن میں ہو یا آوارہ وطن نیکی سے تمام دنیا مستفید ہو سکتی ہے۔ درد اے ہی
نزدیک والی ہی۔ وہ جو بڑی حالت میں ہوں یا اچھی۔ تندرست ہوں یا مریض۔
ایسی کوئی حالت نہیں ہے جس میں کہ انسان نیکی نکر کے یا نیکی کرنے کے لیے معاش
کیا گیا ہو۔ نیکی عقلمندوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ گواہ کی خفیہ سی مشابہت عوام
میں بھی ہے۔ نیکی زبان کی ذہن پر نہیں بے بلکہ دل ایسے نہایت ہی صاف اور پاک
مقام میں ہے۔ وہ جو کسی اور قسم کی نیکی کو نیکی سمجھ کر اوسپر ہر سہ کیے ہوئے ہے گویا
ہو اور ہوس میں آلودہ زندگی اور اسکی متعلقات کا خواہشمند ہے اور اس قسم کی زندگی
انسان کے دلوں میں پیشتر بغیر محدود اور ناقابل برداشت خواہش میں پیدا کرتی ہے

صبر وہی زندگی نیک اور اچھی کہی جاسکتی ہے
جو ابتدا سے انتہا تک یکساں ہو

اگر کسی دن یا کسی وقت ہم سے عمدہ کام ہو جاوے تو اسکی وجہ سے مغرور ہونا چاہیے
مگر ہن اور وقت البتہ اس قسم کے فخر کا سوتلہ ہے جب کہ ہمارا دل نیک کام کرنے کا عادی
ہو چکا ہو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض آدمی کوئی کام لیکر تہ عمدگی اور جرات سے کر گزرتے
ہیں مگر دوسرا کام ویسی خوبی سے نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ غربت کی تالیف برداشت
کر سکتے ہیں مگر بے آبروی کے خیال ہی سے گہرا جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں آدمی

اوس خاص فعل کی تعریف کجا سکی مگر اذکی نہیں۔ روح کبھی صحیح حالت پہا ہی نہیں سکتی
 جب تک کہ انسانی تعلقات سے اوسکی علیحدگی نہوے۔ ہکورا یا ہشت کر کے پہاڑ کی
 اوس چوٹی تک پہنچنا چاہیے جہاں نیکی کا مقام ہے۔ نیک ہو کر اگر کوئی طامع اور
 حرصیں نہیں ہے تو گویا تمام برائیوں سے وہ محفوظ ہے۔ آنے والی موت کو پوچھنا نہیں
 بلکہ ایک فرض سمجھتا ہے جسکا ادا کرنا ہر شخص کو لازمی ہے۔ وہ جو اپنی شہوتوں کو روک سکتا
 ہے اوسکا دامن دوسری بد کاریوں سے پاک ہے عقل وقتاً فوقتاً اس یا اس برائی کا
 مقابلہ کرنے کے بجائے ایک ہی وقت میں پورا حملہ کر کے سب کو سپا کر دیا کرتی ہے
 ایسا شخص بدنامی کا کیا خیال کرے گا جو اپنی وقت کسی کے کہنے سے نہیں بلکہ صرف
 اوس روشن دل کی وجہ سے کرتا ہے جو اسکے سینہ کے اندر ہے۔ سقراط نے اپنی
 موت کا جام اوسی استقلال کے ساتھ پیا جبکا اظہار کہ اوسنے اس سے قبل ۳۰ سال
 کے مقابلہ میں کیا تھا اوسکے تقدس نے اوس مجلس کو بھی مقدس بنا دیا تھا جس میں
 وہ مقید تھا۔ عقل مند اوس پر ہی رائے کا بھی بڑا ناما نے گا جس میں نیک نیتی کا جزو ملا ہوا
 ہے۔ اپنے نیک کاموں کی شہرت دینا نیکی نہیں ہے بلکہ ناپیش ہے۔ عزت
 حاصل کرنے کے لیے راستبازی اختیار کرنا صحیح نہیں ہے تعریف تو جب ہے کہ
 خوف اور بے آبروی کے موقع پر ہی ہم راستباز منصف مزاج ثابت ہو جائیں۔

نیکی کبھی چہپ نہیں سکتی

نیکی مشہور ہوے بغیر رہ نہیں سکتی گو کتنے ہی گھر سے مقام میں وہ دفن ہی کیوں نہ
 کر دی گئی ہو۔ زمانہ کے ستائے ہوئے ہاتھوں سے جنہوں نے اوپر گناہی کا پردہ
 ڈال رکھا ہے ایک ڈکلا کفر و مشہور ہوگی۔ نہ فانی ہونے والی شہرت۔ سایہ کی طرح
 نیکو کار کے ساتھ ساتھ ہے اور کوئی خواہش کرے یا نہ کرے وہ اس کا ساتھ ہرگز نہ
 چوڑے گی۔ کبھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ سایہ اوس نشے سے جھکا وہ عکس ہی آگے
 ورنہ عموماً پیچھے ہی پڑتا ہے۔ جو سایہ پیچھے پڑتا ہے قادر ہے کہ وہ مقابلہ اصلی نشے
 کے بت بڑا ہوتا ہے۔ جیسے ہی کیفیت آدمی کے شہرت کی ہے شہرت جو مرنے کے
 بعد ہوتی ہے وہ سچی اور صحیح ہوتی ہے اور حسد بالکل مبرا۔ ڈیما کر ٹیٹیس
 سالات حکیم ربون پگل سمجھا گیا۔ کس قدر عرصہ اور مدت گزر جانے کے بعد مستقراط
 کی قدر کی گئی۔ کیٹیو سا جنگجو اور لائق ریفارم جہاں سیر و کاشیہ تراء صہ تک بیوقوف
 بتایا گیا۔ اوسکی اہانت اور بے عزتی کی گئی۔ اور اوس کے پیش کردہ مسائل کی سختی کے
 ساتھ تردید کی گئی مگر اوسکی وقعت اور وقت معلوم ہوئی جبکہ خود کشی کے ذریعہ سے اوسنے
 اپنی جان دیدی۔ یہی وہ لوگ تھے جنکو زمانہ نے تکلیف دے دیکر نامور اور مشہور
 بنانے کے لیے مخصوص کیا تھا۔ صد ہا ایسے ہی ہیں جنکی دنیا نے آخر وقت تک
 پرواہی نہیں کی کہ کون تھے۔ پہاڑ سے جس طرح جسم کو بہنٹالے ہوئے اور اوپر کو اٹھائے
 ہوئے اور تازہ پڑتا ہے اسی طرح بہت سی نیکیاں بھی ہیں جنہیں سے بعض کو روکنا اور بعض کو
 اوبھارنا پڑتا ہے۔ سخاوت پر ہیر کاری۔ اور سلیم الطبعی میں احتیاط کی ضرورت ہے مگر استقلال

ثابت قدمی۔ اور تحمل کی عادت ڈالنے میں پہاڑ کی چڑھائی کی مانند ہرکو توڑی سی تھریک
 اور اوہ بارنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسی سخت آزمائش کے مقام پر جہاں محنت اور
 جانفشانی کی سخت ضرورت ہے۔ خیر الامور اوسطاً پر عمل کرنا ضروری ہے۔ گو میں جانتا ہوں
 کہ راضی برضا رہنا میرا فرض ہے تاہم اپنی قسمت کے انتخاب کا اختیار اگر مجھے دیا جاتا
 تو میں بھی درمیانی طریقہ اختیار کرتا انسان کو دولت اور ثروت کی ضرورت پڑی اور خوف
 پریشانی۔ شکوک۔ وہم۔ اور فکروں نے اگر گھیر لیا۔ ایسا شخص کیونکر اپنے تئیں خوشی
 سے خدا کے مرضی پر چہوڑ کر قسمت پر شاکرہ سکتا ہے جسکی زبان پر ہر وقت شکوہ۔ شکایت
 ہو؟ نیکی ہی کی وجہ سے ہم تک ریج۔ امید اور جو اذونات کے صدقات پہنچ نہیں سکتے۔
 وہ ہرکو صبر کرنے کے علاوہ اسی رضاسے الہی رہنا ہی سکھاتی ہے۔ اور یہ امر نقش
 فی الحجر کر دیتی ہے کہ جو مصائب ہم پر نازل ہوتے ہیں اون سب میں خدا کی مشیت ہی ہے
 جو شخص ہر وقت عیش اور مسرتوں میں (جو بظاہر کمزور اور حقیر دشمن ہیں) زندگی بسر کرتا ہے
 اور سکی حالت کیسی ہوگی۔ اگر اوسکو مصائب۔ خوف۔ افلاس اور موت اور اس قسم کے
 اور دشمنوں سے سابقہ پڑ جائے؟ وہ کیفیت خدا کیونکہ دکھلائے! دولت۔ عزت
 اور وقعت بلا کوشش بلکہ بلا امید ممکن ہے کہ مل جائیں مگر نیکی بجز ریاضت اور
 محنت کے حاصل نہیں ہو سکتی ہی وہ شے ہے جو صد باغویوں کو اپنے ہمراہ لاتی ہے
 اور اس قابل ہے کہ اوسکی خریداری جن داموں ہو سکے کی جائے نیک وہی ہے جسکا
 دل غنی ہو۔ قسمت کی پائی یا بیلانی سے مستثنیٰ۔ مذہب راست باز۔ اور جفاکش سے

نہ شکتے والا ہو۔ دوستوں کے ساتھ شفقت اور دشمنوں کے ساتھ اعتدال سے پیشتر آئے اور اپنے تمام ذالیف کے ادا کرنے میں استقلال اور مناسبت افعال سے کام لے

باب چہارم

فلسفہ زندگی میں ہماری رہنمائی کرتا ہے

عقل اور نیکی کے تذکرہ سے (جو اطمینان قلب کی بنیاد ہیں) فارغ ہو کر اب ہم ادنیٰ حلقہ باتوں کو بتلانا چاہتے ہیں جن سے اطمینان حاصل ہو سکتا ہے اور ان معاملات کو بھی بیان کریں گے جو اسکے حاصل ہونے میں درانداز ہوتے ہیں اس غرض کے لیے فلسفہ کی اوس شاخ سے ہم ابتدا کریں گے جسکا اثر ہماری حرکات قلبی اور سکنت پر پڑتا ہے اور جس سے ہلکے سہولت حاصل ہوتا ہے کہ نیک اور مطمئن زندگی بسر کرنے کے لیے قواعد ہیں۔

فلسفہ ۳ قسم کا ہے۔ اخلاقی، طبعی اور عقلی

فلسفہ اخلاقی وہ ہے جو ہمارے اخلاق سے متعلق ہے اور اوسیکاد پر اثر پڑتا ہے اور طبعی۔ جو فطرت اور اوسکی کارروائیوں سے متعلق ہے۔ تیسرا متعلق عقل کے ہے

جبکہ منطق ہی کہتے ہیں وہ الفاظ اور دلائل میں مناسبت پیدا کر کے ہرکو اہمیت اشیا
 بتلاتا ہے۔ تاکہ کسی کے مغالطوں اور شعبہ ہاؤن میں نہ پھنس جائیں۔ ہر موجود کی
 موجودگی کا سبب فلسفہ فطری ہی۔ (یعنی طبی) ہرکو بتلاتا ہے۔ دلائل منطق سے اور
 افعال فلسفہ اخلاقی سے متعلق ہیں۔ فلسفہ اخلاق میں راستی اور راستبازی کے وہ
 کل اصول شامل ہیں جو انسان اور اشیا کی تشخیص اور انکے افعال اور محبت کے متعلق
 ہیں۔ سقراط حکیم اخلاق کو فلسفہ کے اور نیکی اور بدی کو ایسا زکو عقل سے متعلق کرتا ہے
 طرز معاشرت اور طرز تمدن کی تعلیم فلسفہ کے متعلق ہے۔ یہ بات کہ ہرکو فلان وقت
 اور فلان حالت میں کیا کرنا چاہیے وہی سکھاتا ہے وہ ہرکو عمدہ نشانہ بازی کی طرح
 سفیدی میں گوگنتی ہی در کیوں نہو نشانہ لگانے کی مشق کرتا ہے۔ فلسفہ کی قوت
 بہت زیادہ ہے انسانی کمزوریوں کی حالت میں روح کی حفاظت کرتا ہے۔ علالت
 میں ہمارے لیے وہ نہایت ہی عمدہ اور اثر بخشنے والی دوا کا کام دیتا ہے۔ کیونکہ
 خوشی دوا کی طرح قلب کو آرام پہنچانے والی شے ہے اور ایسے وہ جسم کو بھی ضرور آرام
 دے گی۔ طبیب خوراک اور جسمانی ورزش کی نسبت رائے دے گا۔ دوا کو (انکے
 استعمال کے طریقہ بتلا کر) مرض کے لیے مفید کرے گا مگر یہ قوت کہ موت کو ہم حقیر
 سمجھنے لگیں اللہ جل شانہ نے نصیب فلسفہ ہی کو عطا فرمائی ہے۔ اور یہی علاج ہماری
 کل بیماریوں کے واسطے سب سے بہتر اور صحیح علاج ہے۔ افلاس میں ہرکو وہ استغنا
 بخشتا ہے جس سے ہمارا قلب دولت کو فضول سمجھنے لگتا ہے تمام مشکلات

کے مقابلہ کے لیے وہ ہکمو مسلح کر رکھتا ہے۔ دنیا کی تو یہ کیفیت ہے کہ ایک شخص نزع کی حالت میں ہے۔ دوسرا فلاس کے بلاؤں میں مبتلا ہے۔ تیسرا حسد کی آگ میں جلا جاتا ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو خدا ہی سے ناراض ہیں اور انسانی حالت کے ہونے والے تغیرات سے ناخوش۔ اور غیر مطمئن۔ قیدیوں کی دادرسی۔ کمزوروں کی امداد۔ حاجتمندوں کی حاجت روائی۔ مجرموں پر حد شرع کا اجرا کرانا۔ جاہلوں کو اونگی غلطیوں پر تنبیہ۔ اونکے روحانی عرضوں کا صحیح علاج۔ یہ سب اسی فلسفہ کے کرشمہ ہیں۔ ہمارے بڑے عادات پر یہی ہماری توجہ دلانا اور یہی اذکو درست کرنا ہے۔ جب ہم اونگھنے لگتے ہیں تو یہی ہکمو چونکا دیتا ہے۔ جب ہم اپنے فرائض کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں تو وہ چاق کر دیا کرتا ہے۔ جب ہم خدا یا حاکم وقت کی نافرمانی کرتے ہیں تو خود ہماری ہی نظر میں ہکموہ حقیر بنا دیتا ہے۔ دل کو جسم کی غلامی سے آزاد کر کے اور خدا کے سچے اور پاک خیال کی طرف ہماری لو لگا کر ہکمو بند مقام پر پہنچا دینا اسی فلسفہ کا کام ہے۔

عقلا آپس میں ایک دوسرے کے معلم ہیں

فلسفہ اور ان کے لیے عموماً اور عقلا کے لئے خصوصاً فائدہ بخش ہے۔ اسی کی وجہ سے آپس میں ہم ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں۔ مشورہ دینے یا ایسے ہی اور کاموں میں اسیکے امداد کی ضرورت پڑتی ہے۔ نیک کام کرنے میں بھی عقلا ایک دوسرے کی امداد کے

محتاج ہیں۔ جب ایک اچھا کام کرتا ہے تو دوسرے کو رشک پیدا ہوتا ہے۔ اور رشک
 کا آپس میں پیدا ہوجانا نیکو کاری کو گویا ترقی دینا ہے۔ یہ امر تو مسلمہ ہے کہ نیکیوں کی تسلسل
 ہنوز ہونین چکی اور صد ہا نیکیاں دریافت ہونیکو باقی ہیں جنکے دریافت ہوجانے پر یہ فائدہ ہوگا
 کہ بائیکہ گراون سے سب مستفید ہوتے رہیں گے۔ مرض متعدی کی طرح ایک
 بدکارہ دوسرے سے ملنے پر چھلج بد کاری کو ترقی ہوتی ہے نیکی اور نیکو کاری کی بھی اس طرح
 مزور ترقی ہوگی جب ایک نیکو کار دوسرے سے ملے گا تو اسکے برعکس سکایا نتیجہ ہتر ہوگا۔
 عقلاً۔ چھلج نہایت کار آمد اور سچے دوست ثابت ہونے میں ویسے ہی بحیثیت رعایا نہایت
 وفادار ہی ہیں۔ وہ اور دن سے یہ امر ہتر سمجھ سکتے ہیں کہ اس سلطنت میں جبکا انتظام
 عمدہ ہے کیا برکتیں ہیں۔ اپنے جان و مال کی حفاظت۔ اور آزادی کے لیے جس
 سے وہ مستفید ہو رہے ہیں۔ کسانک منتظم مجسٹریٹوں کے ممنون ہیں۔
 یہی وہ لوگ ہیں جو علم اور بخیدگی کے زیور سے آراستہ ہیں۔ جمہولی شیخی انہیں
 نام کو نہیں گستاخی اور نکمرانی کا دانکے پاس گذر نہیں وہ بدی سے یقیناً نفرت رکھتے
 ہیں مگر ان سے نہیں۔ جو یہ ہیں۔ وہ نیک اور عقلمند ہیں مگر نالیش پسند اور حاسد نہیں۔
 بلند پائوں کی یہ صفت کہ پاس سے ادبچے اور دور سے نزدیک معلوم ہون اور نہیں ہی
 پائی جاتی ہے۔ معمولی آدمیوں سے وہ بہت بالا ہیں اور اونکی یہ برتری اصلی ہے وہ پاؤں
 کے چنوں پر کھڑے ہو کر ادبچا ہونا پسند نہیں کرتے بلکہ ادنکا قد ہی بلند ہے۔ وہ ادوقت
 اپنی ادبچائی پر ناز کرتے ہیں جب دیکھ لیتے ہیں کہ حواوات زمانہ کا ہاتھ ادن تک نہیں پہنچ پاتا

ادائے قواعد و قوانین کو مختصر ترین مگر مکمل اسلئے کہ وہ سب سے متعلق ہو جاتے ہیں

معاشرت کی طرز ہیکو فلاسفر ہی سکھلاتے ہیں

فطرت کی اور فیاضیوں میں سے ایک فیاضی یہ بھی ہے کہ ہیکو زندگی عطا کی گئی ہے مگر اس زندگی کو عمدگی سے بسر کرنے کے طریقے فلسفہ ہی ہیکو سکھلاتا ہے جو زندگی کے بعد دوسری نعمت سے کم نہیں۔ جہاں تک کہ علم سے اسکا تعلق ہے خدا کی طرف سے انسان کے لیے یہ فلسفہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ مان کے بیٹ سے کوئی عقلمند پیدا نہیں ہوتا۔ اور اسی لیے ضرورت ہے کہ عقل اور نیکو کاری کی تعلیم کے لیے کوئی اوستا دو ہو۔ رہین برائیان۔ وہ بلا اوستا وہی ہم سیکھ لیتے ہیں فلسفہ ہی کی وجہ سے خدا کی عظمت اور اسکا جلال اور رعب ہمارے دل کو نہیں پیدا ہوتا ہے۔ خدا کے ساتھ جو انفس ہیں انکی تعلیم ہیکو فلسفہ دیتا ہے۔ اپنے پڑوسیوں پر مہربان ہونا اور آپس میں ایک دوسرے سے اتفاق۔ محبت اور میل جول پیدا کرنا۔ یہی فلسفہ ہیکو سکھلاتا ہے۔ وہ اون چیزوں کے حقیقت کو لکھ دیتا ہے جو بظاہر خوفناک معلوم ہوتے ہیں۔ وہ ہماری خواہشات نفسانی میں کمی پیدا کرتا۔ ہماری غلطیوں کو درست کرتا۔ ہماری شہوت پرستیوں اور نفس پرستیوں کے حرکات کو روکتا۔ ہماری ناجائز خواہشوں کو ملامت کرتا ہے اور سچ تو یوں ہے کہ ملائم۔ نازک۔ اور آخر قبول کرنے والی طبیعتوں پر تو وہ جادو کا کام کرتا ہے۔

ہنر اور فنون عمدہ اور قابل قدر ہیں مگر اونکا تعلق

نیکی سے نہیں ہے

اگر کوئی مجھ سے ان فنون کی نسبت میری رائے دریافت کرے تو مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی دریغ نہ ہوگا کہ میں کسی ایسے فن یا ہنر کی قدر نہیں کرتا جس کی عرض نفع اٹھانا یا روپیہ کمانا ہو۔ وہ اسقدر نفع بخش تو ضرور ہیں کہ عقل اور ان سے تیز ہوتی ہے۔ عقل کے یہ اصول ابتدائی اور سوت سیکھنے کے قابل ہیں جبکہ دل میں اور ان سے زیادہ بہتر باتوں کے سیکھنے کی صلاحیت پیدا نہ ہو۔ ایسی حالت میں وقفیت ہی بمقابلہ سیکھنے کے بہتر ہے۔ گودہ ہلکونیک نہیں بنا سکتے مگر دل میں نیکی کی قابلیت ضرور پیدا کر دیتے ہیں۔ بخوی۔ علم نجوم کا فاضل سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر اس سے علم تاریخ یا شاعری کی نسبت کچھ دریافت کیا جائے تو وہ محض بیکار ہے۔ صدیوں کے حالات جمع کرنے والوں۔ الفاظ کے شمار کرنے والوں۔ اعداد کے گٹھانے بڑھانے والوں کو یہ طاقت کہاں کہ جوش اور خواہشات نفسانی کے روکنے یا کم کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ فلسفہ والے آفتاب کی جسامت بڑی بتلاتے ہیں مگر انکی صحت علم ریاضی ہی سے ہوگی۔ علم موسیقی اور ہندسہ کے عالم ہماری خوف ورجا کی حالت کو سنہال نہیں سکتے تو کس کام کے ہیں؟ اس بات کے

واقف ہو جانے سے کہ ہو مریا، ہسی آؤ میں کون بڑا تھا اور ہلن اور ہکو با
 میں کون طویل القامت اور کون پستہ قد تھا ہکو کیا فائدہ ہو گا ہم جیٹیت مرغ الیسس
 کے ادارہ گردیوں کے سلسلہ کو تو ڈھونڈ رہے ہیں مگر اسکی ذرا پرواہ نہیں کرتے
 کہ خود ادارہ ہوئے جاتے ہیں خواہشات نفسانی میں ہمارا بال بال جکڑا ہوا ہے
 کیا چارو نظرت ہم خوفناک جوش اور کینہ خواہشوں سے نہیں گھرے ہوئے ہیں؟
 ہکو جاننا چاہیے کہ ہمارے فرائض ہمارے ملک کے ساتھ۔ منکو صربی بی کے ساتھ
 اور آخر میں یہ کہ اپنے اپنا جس کے ساتھ کیا ہیں؟ اس علم سے کہ پینی پوپ
 ایانہ اتایا بے ایان ہمیں کیا فائدہ ہے؟ فائدہ تو یہ معلوم ہو جانے سے ہے
 کہ ہم کیسے ہیں؟ علم کوسیتی کے ذریعہ سے متفرق مردوں سے ایک سریلی آواز
 نکالنے میں ہکو کامیابی حاصل ہوگی تو کیا! اللطف تو جب ہے کہ محبت کے مردوں
 کو درست رکھنے میں پوری مشق حاصل کر لیں۔ علم ہندسہ ہکو زمین کے پیمائش
 کے قواعد بتلاتا ہے۔ مگر یہ نہیں سکھاتا کہ خواہشوں کا صحیح پیمانہ کیا ہے جس سے
 یہ ظاہر ہو سکے کہ وہ ضرورت سے زیادہ تو نہیں ہیں۔ ہکو اپنے بایون کے ساتھ
 اپنی سرتوں کو تقسیم کرنا اور اپنے پڑوسیوں کی مسرت میں شرکت کرنا چاہیے۔ ہکو
 اپنا رکھ رکھاؤ نہ سیکھنا چاہیے نہ یہ کہ ہم اپنی جائداد کو کس طرح سنبھالیں بلکہ یہ کہ مال
 اور دولت کے ضائع ہو جانے پر ہم کیسے خوش اور راضی برضا الہی رہ سکتے
 ہیں یہ کتنا صحیح ہے کہ کوئی شخص اپنی جائداد موروثی سے کنارہ کشی کیونکر کرے اور

اور یہ بھی اوسکا کتنا صحیح ہے کہ وہ جائیداد و باپ سے منتقل ہو کر اوس تک پہنچی ہے۔ مگر براے مہربانی وہی کہنے والے صاحب مجھے ذرا یہ بتلا دیں کہ اونکے پرداد کے زمانہ میں کس کی تھی؟ نہیں نہیں مجھے غلطی ہوئی۔ میرا سوال یہ تھا کہ اوس زمانہ میں وہ کس قوم میں تھی؟ پنجویں چارے شخص ستارون کو دیکھ کر حکو قمر و عرقب کی کیفیت بتلا دیتے ہیں مگر میرا قول تو یہ ہے کہ وہ ستارہ کسی مقام پر ہوں اونکے مقامات اور انکی چاہیں اوسیکے ہاتھ میں ہوں جو ہماری قستوں کا مالک ہے۔ اگر ان سیارون کا اجمع باہم کسی قسم کے بد اثر کی پیشینگوئی کرتا ہے تو اوس اثر سے قبل از وقت مطلع ہو جانے سے کیا نتیجہ؟ کسی نہ کسی اوسکا اثر ظہور ہی ہوگا۔ اگر اونکے جملائے ہوئی اثر نئے سے ہم محفوظ نہیں رہ سکتے تو پیشتر سے اونکی واقفیت حماقت ہی تو ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ہماری واقفیت یا عدم واقفیت کسی امر کے وقوع یا عدم وقوع پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتی۔

فلا سفر الفاظ کے تجسس میں اپنا وقت خراب
نہیں کرتے



وہ حکیم جو انسانی زندگی کے قواعد ترتیب دینا چاہے تعجب ہے کہ لفظوں کی تلاش میں اپنا وقت ضائع کرے۔ یہ اوسکی شان کے خلاف ہے کہ وہ الفاظ کے ذلیل جیگروں میں

اپنی طبیعت کو پینسا کے گردہ فصیح البیان ہے تو یہ خوش قسمتی کی بات ہے
 مگر اسکے لیے یہ کچھ ضروری امر نہیں ہے۔ رکیک بختیں عقل کی جولانی کا نتیجہ ہیں
 جو تفریح کے موقعوں کے لیے موزون ہیں۔ مگر وہ موقعوں کے لیے
 بالکل ناموزون۔ اگر فطنوں کی صحبت اور سوالات کے سوچنے میں (گودہ کتنے
 ہی عمدہ کیون نہوں) میں اپنا عزیز وقت ضائع کر دین تو کیا میرے پاگل ہونے میں
 کسی کو شبہ ہو سکتا ہے؟ دشمن جبکہ سر پر ہونچکر فیر کرنے لگا اور اس سرنگ
 میں آگ لگانے کو تیار ہو گیا جہاں میں کٹر ہوں تو اطمینان سے ایسے وقت میں
 بیٹھنا حماقت اور بیوقوفی نہیں تو کیا ہے۔ موت کے لیے ہکو تیار اور توشہ آخرت
 کی تیاری میں ہر وقت مصروف رہنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ زندگی کا جوہر طلوعی
 میں نہیں ہے بلکہ اسکے نیک استعمال میں ہے۔ جب پلنگ پر سونے کے
 لیے لیٹتا ہوں تو یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اٹھو گا بھی۔ اور سو کر اٹھنے کے بعد نہیں معام
 کہ پھر سونے کا موقع ملے گا یا نہیں۔ کون جانتا ہے کہ باہر سے مکان واپس
 آنے یا مکان سے باہر جانے کا وقت مجھے ملے گا۔ دریا کی سفروں میں ایسی
 نا امیدیوں سے اکثر سابقہ پڑتا رہتا ہے وہاں موت اور زندگی میں بہت ہی ذرا
 فرق رہ جاتا ہے۔ میری رائے میں یہی کیفیت انسان کو ہر مقام پر سمجھنی چاہیے
 مگر بات یہ ہے کہ اس کی حالت میں ہم کبھی ایسی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے
 یہودہ باتوں۔ حجت طلب سوالات۔ دخل در معقولات دینے۔ اور رکیک

مسائل کے حل کرنے کی کوشش میں ہرکو تضرع اوقات نکرنا چاہیے بلکہ اون ذرایع کے دریافت کرنے میں کوشش کرنا چاہیے جو غم-خوف اور خواہشات کے بوجہ سے ہرکو سیدھ رہنا کر سکیں۔ بے استقلال اور چھوڑے پن کے عادت ترک کر کے نیکو کاری کی طرف جسکی اشد ضرورت ہے ہرکو توجہ کرنا چاہیے۔

کیا بچہ جنانے والے ڈاکٹر سے یہ ممکن ہے کہ مریضہ کے ہان جاتے ہوئے چہرا سہمے پر کھڑا ہو کر اوس رات کے تاشہ کا اشتہار پڑھنے میں اپنا ضروری وقت ضائع کرے: یا اگر اوس کے مکان میں آگ لگے تو مدد کا اور وقت خواہان ہو جب بڑھکتے ہوئے شعلے اپنا کام کر چکین؟ ہرگز نہیں۔ یہی حالت ہمارے جسم کی ہے۔ اس میں آگ لگ چکی ہے دل پر حملے ہو رہے ہیں اور نیکی کی بضاعت ہم سے زبردستی چینی جاتی ہے۔ ہماری نسلیں مخدوش حالت میں ہیں زلزلہ برززلہ آ رہا ہے جہاز تباہی کے ہنور میں ہینسکر جکڑا رہا ہے اور خوفناک شکلین پیش نظر ہیں۔ کیا ایسی حالت میں بھی یہ مناسب ہے کہ اپنا عزیز وقت مغلق اور بیہودہ سوالات کے حل کرنے میں کہ جن سے نہ تو کوئی فائدہ ہے اور نہ کوئی نتیجہ صحت سے کرین؟ ایسے وقت میں بھی مناسب ہے کہ دل کے صحت کی فکر کرین نہ اوسکی خوشی کی۔ ہمارے پاس عقل ہے مگر کمزوری کی حالت میں جو محض بے کام ہے۔ علم فلسفہ جو اوست قوت پہنچانے کے لیے دیا گیا تھا بجاے مدد کے الہ بحث سمجھا گیا ہے! کیسی شرم کی بات ہے کہ عبادت کی شستگی اور الفاظ کی صحت کی تو فکر ہو اور نہ ہوتو

عادات کی دہرائی کی۔!! ہم نہیں ہیں۔ تمام جسم میں ناسور پڑے ہوئے ہیں مگر حاکمیت سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ نشتر لگا کے اور درد کی تکلیف اٹھائے بغیر تندرست ہو جائیں گے! یہ نہیں جانتے کہ اس جسم کو دوبارہ درست کرنے میں اتنا ہی وقت صرف ہو گا جتنا کہ حکیمون اور ڈاکٹروں کو دوبارہ کے زمانہ میں اس کے وقع کرنے کی تمایر اور دیگر انتظامات میں صرف کرنا پڑتا ہے مختصر یہ کہ مصائب سے نجات ملنا بہت دشوار ہے۔ اوپر قبضہ نہ پاسکنے کی حالت میں صرف یہی ایک طریقہ بہتر ہے کہ جس طرح ہو سکے اونہیں (مصائب) ہر قابل برداشت بنا کر اپنی زندگی کو علم فلسفہ کی قوت سے سرت بخش بنالین۔

پانچواں باب

بزرگوں کے اقوال اور اون کا اثر

عقل فلسفہ اور نصیحت میں اس قدر بڑا ہوا تعلق ہے کہ مشکل سے ہم ایک کو دوسرے سے جدا کر سکتے ہیں۔ علم اور عقل کو ایک محدود دائرہ میں کام میں لانے کا طریقہ فلسفہ ہے۔ مگر اس علم اور عقل کو ایک وسیع دائرہ میں یعنی اپنے۔ اور دن کے موجودہ اور آئندہ نسلوں کی بہتری کے لیے استعمال کرنے کے ذریعہ بھی پسند اور نصیحت ہیں۔ یوں تو بزرگوں کے چند عقائد مقبولوں پر عمل کرنے سے جن کا

یہ حاصل ہوتا ہے کہ ہلکوکیا کرنا اور کیانہ کرنا چاہیے زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ان مگر عاقلانہ نصیحتوں کی تعمیل میں انسان کو زیادہ تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ جب قدر ہم تعلیم میں ترقی کرتے گئے اسقدر اونکے حق میں غیر مفید ثابت ہوتے گئے۔ صاف اور سادگی نیکیان علوم اور فنون کے پیچہ اور تاریک راستوں میں بڑگئیں۔ اور بالخصوص اسکے کہ عمدہ طریقہ سے زندگی بسر کرنا کا طریقہ سکھلایا جائے یہ سکھلا دیا گیا ہے کہ آپس میں کس طرح لڑیں۔ بدکاری میں جیسا تک سادگی رہی اور اسکا علاج بھی وقت طلب نہ تھا۔ مگر اب چونکہ بڑ بڑ بڑگت ہی بار آور ہو گئی ہے اور اسکا معالجہ بھی ویسے ہی تیز و داؤن اور سخت تدبیروں سے ہو سکتا ہے

اچھے ہی لوگ نصیحت پذیر ہو سکتے ہیں

ہمت سے طبائع ایسے ہیں جن پر باتوں کا اثر سنتے ہی سنتے پڑ جاتا ہے مگر تاہم اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ متواتر نصیحت کے ذریعہ سے اس اثر کو قائم رکھا جائے ہمارے طبیعتیں شدت سے غیر مستقل ہیں۔ کسی کام میں تو ہم جلدی کر بیٹھتے ہیں اور کسی میں سستی۔ اور اس نقص کے مٹانے کے لیے جب تک ہم کوشش نہ کریں گے اور وقت تک یہی مدوجزر کی کیفیت قائم رہے گی۔ وہ نقائص کیا ہیں؟ وہی جو بڑی تعریف اور نالیشی باتیں! ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے فرائض اس کے ملک اور اس کے اجاب اور ممالک کے ساتھ کیا ہیں۔ مگر ان فرائض کے ادا کرنے

یا جب ملک کی حفاظت کے لیے تلوار اٹھانے اور اجاب کے لیے جانفروشی کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ مفرد مفید نتائج کے فکرون میں پڑ جاتا ہے۔ ایسے تذبذب حالات میں بزرگون کے اقوال گو وہ کیسے ہی عمدہ کیوں نہ ہوں اپنا کیا اثر دکھا سکتے ہیں۔ ایسے وقت میں تو اسکی سمت ضرورت ہے کہ سب سے پہلے ہم اودن نقائص کے دور کرنے کی کوشش کریں جو انکے مفید ثابت ہونے میں ہارج ہو رہے ہیں۔ یہ غیر ممکن ہے کہ انسان جو فعل کر رہا ہے اسکی وجہ اوستے نہ معلوم ہو۔ یہ بات ادرست البتہ ممکن تھی جبکہ وہ برافعل اتفاقیہ یا سہو آہر گیا ہو۔ مگر اس حالت میں بڑے اور اچھے ہر قسم کے افعال ہونا چاہئیں نہ یہ کہ ہمیشہ ایک ہی قسم کے افعال سرزد ہو کرین۔ نصیحت کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کیجا سکتی ہے مگر اوس فعل کے کرنے کا طریقہ اوس میں نہیں بتلایا جاتا۔ دعوتوں کا نتیجہ کچھ شبہ نہیں کہ اسراٹ و ریڈر ہیزی ہے۔ مگر شان۔ عزت و تکریم کا پہلو بھی تو اوسی سے نکلتا ہے جن معاملات کا ہجو تجربہ نہیں ہے اونکے متعلق ہمارا نصیحت کرنا محض بے سود ہے خواہ وہ معاملات ہماری عزت بے عزتی۔ ہماری دولت مندگی۔ افلاس یا جلا وطنی کے متعلق ہی کیوں نہ ہوں اور ایسے ہر فرض ہے کہ انہیں سے ہر ایک کی نسبت ہم علیحدہ علیحدہ پہلے تجربہ حاصل کر لیں کہ وہ حقیقت میں کیا ہیں اور دیکھ لیں کہ وہ حقیقت میں ویسے ہی ہیں یا نہیں جیسی کہ اونکی نسبت شہرت ہے۔ ایسی سب باتیں نیکی کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہیں جب تک کہ ہکو یہ تجربہ ہونے کے نیکی کیا نئے ہے۔ ہم

انجام دینی۔ استقلال۔ پرہیزگاری۔ اور عدل ایسی نیکیوں کی بھی کہی قدر اور وقعت
 نکرینگے گو دوسرا کیسی ہی کچھ تعریف کیوں نہ کرے۔ اور یہ نہ سمجھ سکیں گے کہ اونہیں
 سے کون سے قابل قدر ہیں اور۔ یہ جانیں گے کہ آیا یہ سب نیکیاں ایک شخص میں
 جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ اور نہ انکے ایک دوسرے کا فرق ہماری سمجھ میں
 آسکے گا۔

اقوال۔ اور فقرات کا اثر

نصائح ہمیشہ مفید اور نہایت پُر اثر ثابت ہوئے ہیں اور با موقع ہونے کے لحاظ
 سے انسانی زندگی کو مسرت بخش بنانے میں بعض وقت بمقابلہ بڑی بڑی کتابوں
 کے (جسکا ملنا بہت دشوار ہو جاتا ہے) بہت امداد دیتی ہیں۔ ان نصائح پر ہر گور روز
 غور کرنا چاہیے کیونکہ اونہیں وہ قواعد پائے جاتے ہیں جو ہماری زندگی کو خوشگوار
 بنانے کیلئے ضروری ہیں۔ نفرتوں کے قالب میں ڈھلتے ہی وہ اور ہی بنتے
 ہو جاتے ہیں ورنہ خالی فہمائش کرنا کو یوں کا دھکنا ہے۔ عمدہ نصائح دل کی
 قوت بڑھا کر نیکیو کاری کی ترقی کی طرف ہماری توجہ دلاتے ہیں۔ نیکی گو ہم میں موجود ہے
 مگر کمان ہے یہ معلوم نہیں، نصائح سے عقل طربتی اور قوت پکرتی ہے۔ انصاف
 اور عاقبت اندیشی کی بنیاد اسی پر ہے۔ اور یہی دونوں ہمارے فرائض کے انجام
 وہی میں ہمارے رہنا ہیں۔ نظم نثر کے مقابلہ میں نہایت دلچسپ ہے۔ اور یہی وجہ ہے

کہ نصیحتیں نظم کے پیرایہ میں زیادہ اثر کرتی ہیں۔ وہ حریفوں جگے پاس ضرورت سے
 زیادہ سرمایہ موجود ہے اور اسپر ہی اوسکو کافی نہیں سمجھتے اگر حرص اور حریفوں کی بُرائی
 میں کوئی مضمون منظم سن لین تو میرے خیال میں نہایت خوش ہو کر دوا دواہ کے
 نعرہ بلند کریں اور روپیہ فراہم کرنا اور وقت سے ترک کر دیں۔ جب کسی طبیعت پر اسطرح
 کا اثر پڑ جائے تو اوس اثر کو قائم رکھنے کے لیے ہلکے پوری قوت صرف کر دینا چاہیے
 منطقی تقریر۔ یا جگت بازی کی قوت سے نہیں بلکہ تقریر کی سادگی اور پُر اثری کی قوت سے
 مگر اس کام کے لیے یہ سخت ضرورت ہے کہ پہلے ہم لوگوں کی نظروں میں باوقفت
 مہربان اور بااخلاق ثابت ہو چکے ہوں۔ جس نصیحت یا گفتگو سے کہ مخاطب کی
 بہتری مقصود ہوتی ہے او میں خدا کی بکرت شامل رہتی ہے۔ وہ نصاب جس میں بحث
 مباحثہ کا ہی سلسلہ چہڑا رہتا ہے بہت ہی زیادہ موثر ہوتے ہیں۔ اسکی وجہ سے
 ہر فعل کے کرنے یا کرنے کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ بعضے طبایع خلقی کمزور ہوتے
 ہیں اور اس طبیعت والے شخص کو اچھی طرح یہ سمجھا دینی کی ضرورت ہے کہ کیا خراب
 کیا عمدہ باتیں ہیں۔ نصاب عمل کرنا ہی ایک قسم کی نیکو کاری ہے۔ گو اس سے اصلی مطلب
 تو نہیں نکلتا تاہم نیک کی جانب ایک قسم کی تحریک ضرور ہے۔ جس طرح کہ جرنے سے کل اور
 بے سُرکین سے سُرلی آوازیں پیدا ہو جاتی ہیں اسی طرح عقلا کو چاہیے کہ اپنی
 زندگی کو بہتر کرنے کے لیے ہر قسم کے افعال کے نتائج کو نظر میں رکھیں اور بزرگوں
 کے مقولوں اور نصاب عمل کی تلاش میں رہیں۔ جب ہلکے کوئی بات سمجائی جاوے تو یہ کہہ کہ

طال دینا لازم نہیں ہے کہ ہم تو اس سے واقف ہیں۔ واقف تو صد ہا توں سے
 ہیں مگر اونکی واقفیت سے ہم فائدہ اٹھانا نہیں جانتے۔ ہم پیر چار پائے بروکتا بے چند
 کی مثل صادق آتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ دوستی کیسی پاک اور تیرک شے ہے
 مگر جس حد تک کہ ہم او سے گندہ کیے ہوے ہیں او اس سے ہی ناواقف نہیں
 ہیں! دنیا سہر کے زانی اور بکا شخص کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ او سکی بی بی علی دگر
 کی پارسا اور باعصمت ہو؟

نیک مشورہ دینا گویا ملک کی خدمت کرنا ہے

عمدہ نصح کرنا اور اپنے مشورہ دینا بہت ہی مفید خدمات ہیں جو اپنے اہل
 جنس کے لیے ہم کر سکتے ہیں۔ جبکہ نصح زیادہ کیے جائینگے امید ہے کہ اسی
 قدر زیادہ لوگ اون سے مستفید ہونگے۔ گو کچھ بیکار جاہلین مگر جو باقی رہ جائیں گے
 اونہیں سے بعض اپنا اثر معقول ضرور دکھائیں گے۔ وہ ناصح جو نصح کے زور سے
 اپنے کسی مخاطب کے دل پر پورے طور سے فتح پانے کے حقیقت میں بڑا
 شخص ہے۔ بزرگون کے اقوال پر عمل کرنے سے اس قدر عقلمندی نہیں ظاہر ہوتی جتنا
 کہ زندگی کو عمدہ نمونہ پر بسر کرنے سے یاد دل کے استقلال اور خواہشات نفسانی پر
 غلبہ حاصل کرنے سے۔ عقل ہمارے افعال اور اقوال کو یکساں بنا کر یہ سکھاتی ہے
 کہ جو کچھ ہم اپنی زبان سے کہیں اسی کے مطابق ہمارے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا سے

سرخ و ہونہو لے تمام حرکات بھی ہوں۔ اور لطف توجیب ہی ہے کہ ہمارے
اقوال اور افعال ایک ہی رنگ میں رنگے ہوں۔ اگر یہ سچ ہے کہ اپنے ہاتھ کے
لگائے ہوئے درختوں کے بارور ہونے اور اونگے پہل کمانے سے ہلکوبت خوشی
ہوتی ہے تو یہ ہی سچ ہے کہ اپنے تئیں باخلاق بنانے اور اپنے جسم کے حرکات معقول ہونے پر
ہلکو اوس سے کمی حصہ زیادہ مسرت ہوگی۔ انسانی عقل کی پختگی کی پہلی دلیل ہے کہ
اوسکے افعال اور اقوال دونوں ایکساں ہوں۔ بعضوں کو کمانے کا لوشوق نہیں ہے
مگر عمارت کے بنانے میں لاکھوں روپیہ اڑا دیتے ہیں۔ بعض اسکے برعکس خود تو
عمرہ سے عمرہ غذا میں کمانے میں مگر کسی کو کھلانہیں سکتے۔ بعض گہ میں توجہ زری
سے کام لیتے ہیں مگر باہر جا کر خرچ ہو جاتے ہیں۔ خیالات کی اس قدر گونا گونی ضرور
اوسکی عقل کی خامی پر دلالت کرتی ہے جو غیر مطمئن اور نہ آرام دہ طبیعت کا نتیجہ ہے
عظما ہمیشہ ایک ہی قاعدہ کے پابند رہتے ہیں۔ ارادوں میں اس قدر اختلافات کی
وجہ سے یہ ہے کہ ہم کہیں نہیں سوچتے کہ فلان بات کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اگر سوچتے بھی
ہوں تو ادن اخذ کئے ہوئے نتیجوں سے فائدہ اٹھانا ہلکوبتوار ہو جاتا ہے۔ اور آخر میں
یہی ہوتا ہے کہ جس بات کو برا سمجھ کر ہم اول ترک کر دیتے ہیں کہ اوسیکو دوبارہ مجبور ہو کر پھر اختیار
کرنا پڑتا ہے۔

ہر کام میں تین باتیں ضروری ہیں

جب ہم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کریں تو اوسکے انجام دہی کے متعلق تین باتوں کا

ویکنا ضروری ہے۔ اولاً اپنی لیاقت۔ دوسرا اس کام کی حیثیت۔ تیسرے
 اس شخص یا اون اشخاص کی حالت جن سے ہمارا تعلق اسکی وجہ سے ہونیوالا ہے
 امر اول نہایت ضروری ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ہر شخص اپنی لیاقت کو اس سے
 زیادہ سمجھ لیتا ہے جس قدر کہ اوہین ہے۔ اپنی لیاقت کے اس غلط انداز کرنیکی وجہ
 سے ہم اپنے تئیں جب قدر بہین اوس سے زیادہ لائق سمجھنے لگتے ہیں۔ ایک شخص
 اپنے تئیں لائق اسپیکر سمجھتا ہے مگر ایک لفظ کے بولتے ہی اسکی سانس پھولنے
 لگتی ہے اور وہ کہو سا جاتا ہے۔ بعض اپنی جائیداد اور جسم کی حالت کو اسطرح زیادہ
 بہتر سمجھے ہوئے ہیں۔ شرمیلے مزاج والا شخص پیٹک کے کاموں کے لیے ہرگز
 موزون نہیں ہے۔ بعض آدمی سخت اور ضدی ہوتے ہیں جنسے دلجوئی کا کام نہیں
 سکتا۔ بہت سے ایسے ہیں جنکو حد سے زیادہ غصہ آتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر
 مذاق میں بھی کوئی بات ہو جاے تو مرنے مارنے کو آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے مزاج
 والوں کو چاہیے کہ دینا دیا فیما کو خیر باد کہہ کر گوشہ نشینی اختیار کر لیں اور اطمینان سے
 بیٹھیں۔ جتنکے مزاج میں حرارت ہے اوکو چاہیے کہ ایسے معاملات سے جو طبیعت
 میں اشتعال پیدا کرتے ہیں احتراز کریں۔ اون سے بھی جنہیں کچھ فیہ نکلتی ہو یا جنسے
 بازگشت کی امید نہ ہو۔ ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ خوشی سے ہر کام کے کرنے
 کے لیے ہم عادی بنیں۔ اور اپنے معاملات کو بخیر معاہدہ انجام دینے کی امید کر لیں
 جو چیزیں ہمارے اختیار سے باہر ہوں اذکی خواہش ہی نہ کریں۔ بلکہ اونہیں پر اکتفا کریں جو

ہمارے اختیار میں اور جنگی کار برای کی ہلکوا سید داشت ہے۔ ایسی کسی فتنے کی اسید ہلکونہ کرنا چاہیے جسکے حاصل ہو جانے میں کسی کا نقصان ہوتا ہو۔ شان اور عظمت کا قیام نہا ہوا مقامات پر ہے۔ ہوا اس طرح پر ہنا گویا اسن۔ عافیت اور سلامتی میں رہنا ہے۔ اکثر و یکسا گیا ہے کہ معزز آدمیوں کو بعض اوقات اپنی عزت اور حیثیت کے سنبھالنے میں بہت دقت پڑ جاتی ہے۔ صرف اسوجہ سے کہ وہ اس مقام سے ہٹنا نہیں چاہتے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اس جگہ سے ہٹتے ہی سرکے بن گئے۔ اور پورا دن کی کوئی وقت نکرے گا۔ ایسے آدمیوں کے حق میں بہتر ہے کہ خرابی سے بچنا چاہتے ہیں۔ اور مسرتوں سے دلچسپی حاصل کریں کہ وقت پر وہ دوسروں کے محتاج نہ ہوں۔ بہترین تدبیر تو یہ ہے کہ اپنی خواہشات نفسانی کو بیشتر ہی سے محدود کر دیں اور کبھی اون باتوں کو قسمت کے حوالہ نہ کریں جتنے کرنے یا نہ کرنے کا انہیں خود اختیار حاصل ہے۔ ایسا کرنے سے گو ہلکوپورا اطمینان نہوگا۔ مگر گتہم اولیٰ درجہ پر یہ بات تو ہو جائے گی کہ موجودہ تکلیفات کے خاتمہ بالآخر ہونے کا طریقہ تو ضرور معلوم ہو جائے گا۔

کسی ایسی بات کا خیال ہی دل میں نہ لانا چاہیے نہو

یا جسکا پورا کرنا ہمارے اختیار میں نہو

اس امر کا لحاظ رکھنا کہ کسی ایسے معاملہ کو ہم تجویز یا پیش نہ کریں جو ہونا ہو یا جسکے برآنے

کی کچھ امیدوں نہایت ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ان پیش کردہ معاملات کی
 کامیابی یا عدم کامیابی دونوں تکلیف دہ ہونگی۔ کامیابی پر شرم حاصل ہوگی اور عدم
 کامیابی پر غصہ اور خجالت۔ کیونکہ اپنے دل پر اپنا قبضہ ہم حاصل نہ کر لیں کہ کسی کی بُرائی کا
 خیال ہی اوس میں نہ گذرنے پائے۔ جس وقت اتنی قدرت ہو جو حاصل ہو جائے گی
 صرف اوس وقت اپنا بے لوث ہاتھ اوس درگاہ بے نیاز میں اس کہنے کے لیے ہم
 اٹھانے کے لائق ہونگے کہ خدایا تو کسی کا نقصان کر کے مجھے فائدہ نہ پہنچاؤ۔ بارگاہ
 صدیق میں نیک دل کی التجا کرنا ایسی التجا ہے کہ جس میں کسی کا نقصان ہی نہیں
 ہوگی نہ ہونا چاہیے تاکہ ہم انسان میں اگر کسی خاص وقت پر ہر طرف سے آرام و سرت
 ہو جو حاصل ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ بہ اقتصاے انسانی یہ حالت ہمیشہ نہ رہے گی
 اور اگر بخلاف اسکے بچ اور مصائب نے چاروں طرف سے ہمیں گھیر رکھا ہے تو
 کوشش کرنا چاہیے کہ ایسی حالت میں ہی ہم خوشی سے زندگی بسر کر سکیں۔
 عندالطلب اپنی جان اوس خدا سے ذوالجلال کے نزدینے کے لیے ہکو طیار بننا
 چاہیے جو حی لایوت ہے۔ جب تک کہ میں مرد و نگاہ میں اپنا ہی غلام مجھے بنا رہنا پڑ گیا
 اور اپنا غلام آپ بنا تمام غلاموں سے بدتر اور شرمناک ہے۔ اس سے نجات ملنا
 صرف اوس وقت ممکن ہے جبکہ اپنی خواہشات کو گناہ کے متوسلہ طور پر ہم کر لیں گے۔
 مجھے اپنے دل سے یہ پوچھنا چاہیے کہ میں کیوں اور کسے اتنی جانفشانی محنت اور گردانی
 میں زندگی بسر کروں جبکہ بہت ہی مختصر سامان میری بسر اوقات کے لیے کافی ہے۔

اور عنقریب شاید وہ وقت (موت) کا بھی آجائے جبکہ اس مختصر سامان کی بھی ضرورت باقی رہے؟ اپنے دل کے استقلال کے جانچنے اور اسکی مشق کرنے کے لیے ہکو چاہیے کہ ہفتہ میں کوئی دن مخصوص کر دیں۔ اپنے نفس کو فائدہ کشی کر کے۔ موٹے کپڑے پہن کر بد مزہ کمانے کما کما کر اول دبا دینا اور پہر اوس سے پہننا چاہیے کہ یہی تکلیفیں تو تین جنکے خوف سے وہ ہمیشہ ڈرا کرتا تھا؟ اطمینان کے وقت میں بے اطمینانی اور کثرت میں قلت کے خوف کے لیے طیار رہنا چاہیے اگر کوئی شخص صدمہ یا آفت پڑنے پر مستقل رہنا چاہے تو پہلے سے اسکی مشق ہی کرے۔ امن کے وقت میں سپاہیوں سے قواعد اور پریٹ اسی لیے لیجاتی ہے کہ جنک کے زمانہ میں اونکی سانس نہ چھو لے اور قدم نہ اکھڑیں۔ مصیبت جیسی ایک روز کی ویسے ہی ایک سال کی۔ ہزار یا ملازمان اور غرابا نہیں مصائب میں مبتلا ہیں۔ وہ جو خوش رہنا چاہے قسمت کے اچھے یا بُرے ہونے کی تو پروا نہ کرے۔ خیال صرف اس بات کا رکھے کہ مصائب کے حملوں کے روکنے کے لیے وہ طیار ہے یا نہیں اور دن کی طاقت کے بہرہ رسہ پر نہیں بلکہ اپنی ہی طاقت کے بہرہ رسہ پر۔

ادْعُ إِلَى سَبِيلِكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

نصیحت کرنا بمقابلہ اوسپر عمل کرنے کے نہایت مشکل ہے۔ محور المزاج ہمیشہ خلاف

ہی کرنے کو تیار رہتے ہیں نصیحت تند مزاجی اور گران معلوم ہونے والے طریقہ سے
 نہیں کرنا چاہیے۔ ملائیت اور مہربانی کے چند ہی کلمات کافی ہوا کرتے ہیں۔
 عقلمندوں کو مشورہ کی ضرورت نہیں اور بوقوت اسکی پروا نہیں کرتے۔ گویہ سچ ہے
 کہ عقلمند اونیں پسند کرتے اور اون سے محفوظ ہوتے ہیں۔ نصیحت سے بڑا ناخوش
 حماقت ہی نہیں بلکہ بڑھتی ہی ہے۔ جو معاملات دوستوں سے متعلق ہوں اون میں
 ہمیشہ راستہ بازی اور آزاوی سے بے تکلفانہ رائے دینا چاہیے ایسا نہ کرنا گویا
 بے ایمانی اور خیانت کرنا ہے۔ اسکا خیال ہی دل میں نہ آنے پائے کہ ہمارے
 مشوروں پر کوئی عمل ہی کرے گا یا نہیں۔ صدی ایسی تیشیلین ہیں جو غرور اور امر اور دونوں
 کے لیے مفید ہیں شمشیر **قنع و ذل من طمع**۔ دولت کی تشناہ کرنا اور
 اوسکا بیجا حسرت کرنا دونوں تفرق باتین ہیں۔ نصیحت کرنے والوں کو ایسے اشخاص کا
 انتخاب کرنا جو اسکی نصیحت کو سنیں نہایت ضروری ہے مسخرہ کو سمجھانا گویا مذاق کرنا
 ہے۔ اس سوال کا جواب دیتے دیتے کہ اہل فلسفہ دنیا سے اور لوگوں کی طرح
 کیوں محبت رکھتے ہیں ہم تنگ کیے۔ کون نہیں جانتا کہ مریض ہو کر علاج کی خطا
 بڑھ گاہ کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ مگر یہ تو کہیں منع نہیں کیا گیا ہے کہ مریض شفا خانہ
 کی خرابی کے متعلق بھی کوئی بحث پیش نہ کریں۔ جو شخص پاگل کو تیز کی باتیں کرنے
 نیک چلن رہنے۔ موزب گفتگو کرنے اور اپنے احباب کے ساتھ اخلاق سے
 پیش آنے کا طریقہ سکھلا۔ میرے خیال میں اوس سے زیادہ پاگل ہے۔

نصیحت کرنے کے لیے وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو جہاز کے رہنما کا ہے۔ قوت
 اور موقع پر وہ ہدایات مناسب کرتا رہتا ہے۔ وہ یہ بتلاتا ہے کہ فلاں وقت اتول
 لگانا اور فلاں وقت اسکا اوتارنا ضروری ہے۔ جو اہم نہ تو کیا کرنا ہوتا ہے اور
 جب زیادہ ہو تو کیا کرنا چاہیے تند سستی اور افلاس میں کیا کرنا چاہیے؟ اسکے متعلق
 قواعد سیکنے کی چندان ضرورت نہیں ہے۔ سیکنے اور سکملانے کی یہ بات ہے
 کہ عمدہ عقاید کیا ہیں؟ کیونکر برائیوں سے پاک ہو سکتے ہیں؟ جب تک کہ ایمان
 ہم میں موجود ہیں اور وقت تک یہ تعلیم دینا کہ اون سے پاک ہونے کے بعد کچھ کیا کرنا
 چاہیے محض بے سود ہے۔ لالچ کو کم کر دینے عیشِ طلبی کے عادات کو اعتدال پر
 لانے آئے بے باکی کو روکنے سستی کی عادت کو ترک کر دینے کے بعد نصائح اپنا
 اثر پکھو دکھا سکیں گے۔ اور عرصہ کے بعد کچھ اپنے ساتھ مناسب برتاؤ کرنے کا طریقہ
 معلوم ہوگا۔ وہ قسم جو فوجی سیاہی فوج میں بہرتی ہونے کے وقت کہاتا ہے بہ لحاظ
 مذہب و عزت اوکی لے ایک سخت استوار عمدہ ہے۔ عمدہ زندگی بسر کرنے کا ارادہ
 کرنا اون کو لازم ہے کہ وہ بھی اسی طرح نیکو کاری کی بنیاد رکھتے وقت عمدہ کر لیں کہ اوس
 پر پوری عمارت بنانے میں چاہئے حبان جائے مگر اوس تعمیر کی تکمیل سے وہ ہرگز
 باز نہیں گے۔ ”سچی مسرت“ جسکا نام ہے وہ زمین کے اند نہیں ہے۔ اس میں
 تو سونا مدفون ہے۔ نہ مسند رکی تہ میں ہے۔ دہان سے تو قیمتی موتی نکلا
 کرتے ہیں۔ معزز ناظرین!۔ اسکا مقام اوس پاک اور بے لوث دل کے اندر ہے

حسین ناپاکی کا گزرنہیں اور سپہر خدا کی رحمت کا ہر وقت نزول ہوتا رہتا ہے۔ وہی شخص دنیا کی زندگی سے حظ اٹھا سکتا ہے جو پورے طور سے رضی برضا رہ کر اس طریقہ کو پیش نظر رکھے کہ حیثیت تک آویسوں میں رہے خدا کو پختے دل سے حاضر اور ناظر سمجھتا رہے اور جب خدا سے مخاطب ہو کر اس سے طلب حاجت کرے تو یقین رکھے کہ اوسکی بڑی دعاؤں کو اور لوگ بھی سن رہے ہیں جنکو ایسی تمنا ہی میں وہ خدا سے مانگ رہے۔

چھٹا باب

اطمینان قلب بہت بڑی نعمت ہے

نیوکو کاری سے زندگی بسر کرنے کا گواہ انسان کا وہی نیک دل ہے جو اسکے پیلو میں ہے اور یہی اوسکی نیوکو کاری کا انعام ہے۔ جہاں کسی شخص نے اپنے بڑے خیالات پر فتح پائی۔ اپنے مسرت کے خزانے کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ اپنی موجودگی پر قلع ہونا سیکھ لیا اور یہ جان لیا کہ موت فی الحقیقت کوئی بڑی چیز نہیں ہے بلکہ انسانی جسم کے فنا ہو جانے کا نام ہے تو گویا اوسنے آنے والے سخت صدمات سے اپنے تئیں محفوظ کر لیا۔ ہر شخص کے دل میں ایک منصف حاکم اور ایک گواہ پیدا کیا گیا ہے جسکے سامنے اور جسکی شہادت پر ہمارے اچھے اور بُرے افعال پیش کر

طے ہوتے رہتے ہیں ہی دونوں ہمارے ہادی اور ناصح ہی ہیں۔ اگر آپ کو کوئی ایسا
 شخص نظر پڑے جو خطرات آئندہ سے میرا نبو۔ شہوات نفسانی سے پاک --
 مصائب میں خوش۔ تکلیفات میں مطمئن۔ دل میں خوف اور لالچ پیدا کرنے والے
 خیالات سے متنفر۔ تو آپ سمجھ لیں کہ یہی وہ بزرگ شخص ہے جسکے فنا ہونے والے
 جسم پر خدا کی پاک نور کا سچا سایہ ہے۔ پاک۔ سچا اور ایماندار دل۔ خدا کے نور کا جز
 ہے جو گوشت کی شکل میں بنا کر جسم کے اندر رکھا گیا ہے آسمان سے وہ اترتا ہے
 اور آسمان ہی پر واپس جانے لگا یہی وہ پاک آسمانی سرت ہے جو نیک اور پاک
 دل رکھنے والوں کو ایک حد تک دنیا ہی میں حاصل ہو جاتی ہے۔ مٹی اور چوڑے
 کے بنائے ہوئے خدا کے گھر، اور مسجد کا پیر، تو برا۔ نام خدا کے گھر میں انکی
 بیجا اور انکا آغاز محض نمائش یا اوس بے ایمانی اور جبر کو چھپانے کے لیے اگر ہو (جو
 اسکی تعمیر سے قبل کیے گئے ہیں) تو کچھ عجب نہیں۔ قیامت کا آنا تو درکنار۔ قیامت
 آنے پر ایمان رکھنا ہی خیالات میں عجیب عجیب تغیرات پیدا کرتا ہے۔ ان معاملات
 کے متعلق میں بزرگوں کی راپوں کی بہت قدر کرتا ہوں۔ اسوجہ سے اور یہی کہ جزا اور
 سزا سے آئندہ کے وعدوں کے خیال سے میرے قلب کو بہت تسکین ہو جاتی ہے
 گو وہ خالی وعدہ ہی وعدہ ہوں۔ کیونکہ بعض کا خیال ہے کہ قیامت آنے کی نسبت
 جو بزرگوں نے مائیں دی ہیں وہ دعوے بے دلیل سے کس طرح کم نہیں۔ روح کے
 لاغابی ہونے کی نسبت میرے خیالات نہایت وسیع ہیں۔ جزا اور سزا کے مسئلہ سے

اتفاق کر لینے ہی سے میں تو اپنی اس موجودہ زندگی کو بمقابلہ آنے والی عمدہ زندگی کی دلیل سمجھنے لگا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہم میں روح ہے مگر وہ کیا شے ہے؟ کمان سے اور کیسے ہم میں آئی؟ ان سوالات کے جواب دینے میں ہم سب قاصر ہیں! اب وقت صرف اس قدر ہم سمجھ سکے ہیں کہ کل بد کاریوں اور نیکیوں کا تعلق دل سے ہے صاف اور سچا قلب ہی ہمکو ہمیشہ قائم رہنے والے امن میں رکھ سکتا ہے۔ اور انسانی عظمت میں ہی ایسی برکت و ودیعت رکھی گئی ہے جو ایک راستباز اور ایماندار شخص اپنے اوپر نازل کر سکتا ہے۔

ہر شخص کا ضمیر اور اسکے افعال کا مبصر ہے

ہر شخص کا ضمیر اور اسکے لیے بجائے ایک لاین مبصر کے ہے مگر اسی وقت تک کہ اسکی ذاتی رائے کا اثر اوس پر پڑا ہو۔ ہم سنیں بڑا مگر کین ہبلا۔ عوام انسان کمانے اور کمائیوں کے شخصوں کو جنہیں کچھ آن لای ہو معزز اور شریف سمجھتے ہیں۔ خاموش اور منکسلہ المزاج اونکے نزدیک محض بے وقوف ہیں۔ مگر جب اونہیں اوس شخص کے قلب کی عالی ہونگی کیفیت۔ اوسکی وضع داری۔ اور مستقل المزاجی کا تجربہ ہو جائے گا اور یقین ہو لے گا کہ اوسکی سکوت اور سکے اندرونی اطمینان کی وجہ سے ہے تو وہی شخص اوسکی قدر کریں گے۔ دنیا میں میرے خیال میں تو ایسا شخص کوئی بھی ہونگا جو نیکی کو پسند نہ کرتا ہو گو خود نیک ہو۔ جہاں نیکی کا مقام ہے اسے ہم جانتے ہیں مگر نہ تاکہ

پہونچنے کی ہم میں جرات نہیں۔ سبب یہی ہے کہ جس شے کے حاصل کرنے کو
 ہمارا جی نہیں چاہتا اور سے قیمتی سمجھ کر مشکل الوصول سمجھ لیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں
 ”ڈر نہیں“ ایک مشہور قول ہے۔ مگر وہ دل جو گنگا رہے گنگا کو تو تنہائی میں ہی
 آرام سے نہیں رہنے دیتا۔ !! اگر برسے کام نہیں کرتے تو دنیا جانا کرے ہمارا کیا
 ہرج ہے۔ برعکس اسکے اگر ہم بدکار ہیں تو کوئی اور جانے یا نہ جانے خود ہمارا وقت
 ہونا کیا کچھ کم پڑائی ہے؟۔ کیسا ذلیل وہ شخص ہے جو اپنی ہی واقفیت اور شناخت
 کو اپنی ہی نظر میں اس قدر ذلیل سمجھے۔ ممکن ہے کہ کوئی جرم حاکم وقت سے چھپ جائے
 اور اس کے مجرم کو سزا نہ ملے۔ مگر اس کا قلب اس سے واقف نہ ہو یہ غیر ممکن ہے۔
 بدکاروں کے لیے اونکا یہ یقین ہی کہ اونہوں نے بدکاری کی۔ پہلی سزا ہے۔
 اور جب طح اونکی بدکاری بڑھتی جاے گی سزا کا خوف اونکو اسطرح زیادہ ستانا جائیگا
 گودہ بچے ہی کیوں نہ رہیں۔ اگر خدا نے مجرموں کے قلب کو ایسا ہر وقت عوحض
 لینے والا اور ہٹو کے دینے والا بنا دیا ہوتا تو نیکیوں کے خیال سے یہ نہایت ہی
 نا انصافی کی بات ہوتی کہ گنگا اسطرح حاکم وقت سے قانون کی گرفت سے اور سزا
 سے بچ جایا کریں۔ گنگا کا ہر وقت محفوظ رہنا ہی کیا کم سزا ہے؟ جب اسنے کسی
 قسم کی سزا کا اپنے تئیں مستحق سمجھا تو گویا پاچکا۔ جو جسکا مستحق ہوگا اسی کی امید ہی
 رکھے گا۔ اگر وہ پکڑا ہی نہ جائے تو اس سے کیا۔؟ پکڑے جانے کا خوف تو
 ہر وقت اسے لگا رہے گا۔ اور کسی نیند حرام ہوگی۔ اور جسے نیند کہتے ہیں وہ کمانا

وہ تو مفقود۔!! کیا یہ ممکن ہے کہ اورون کی تو وہ بڑا لیان کرے اور اپنی بڑا لیان اور
 یاد نہ آوین۔؟ ہرگز نہیں۔ بیٹی کرنے والے کا دل کیسا مطمئن ہوگا۔ اسکا خیال ہی
 کیسا پریشان ہے!! نیکو کار ہی کے قلب کے لیے وہ خطوط مخصوص کیے
 گئے ہیں جو اذ کے حق میں ہمیشہ اور یقینی نفع بخش ہیں۔ باہر جو کچھ شورش ہو۔ ہو
 خوشی۔ ہے کہ دل میں کسی قسم کی شورش نہیں۔ اگر ہمارے خیالات فاسد ہیں
 تو تمام رات ہلکے پریشان رکھنے کے لیے وہی کافی ہیں۔ نرم بستر پر کسی خاص کرٹ لٹینے
 سے ہمیں دل کو تو آرام نہیں مل سکتا۔ بیماری کا علاج باکاری۔ اور سستی کا علاج
 چستی ہے۔ شراب نوشی کی کثرت۔ عیاشی۔ اور دولت کی فضول خرچی سے تو سچی
 مسرت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ ثروت آج ہے۔ ممکن ہے کہ کل نہ رہے۔ مگر
 نیکو شخص کی سچی مسرت کبھی چین نہیں سکتی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دولت و دولت
 کی طرح جسم میں تو نہیں آگی ہے۔ وہ جب چاہے گا بلا درد یا تکلیف اسے علیحدہ
 کر سکتا ہے اگر کسی کو بلا مدد غیر سے یہ معلوم کرنا ہو کہ اسکی حقیقت کیا ہے۔؟ تو
 اسکو چاہیے کہ اپنے روپیہ اپنی دولت و ثروت۔ اور اپنے عمدہ کو تنہائی میں دزا
 اپنے پاس سے علیحدہ کرے۔ اور پھر اپنے نین غور کر کے دیکھے البتہ اسی وقت
 اس پر اسکی اصلی کیفیت کھل جائیگی۔ دوسرے۔ اسکی حقیقت کے راز کو اسپر
 افشا کر۔ یہ تو کچھ صحیح نہیں ہے۔

ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی حالت کو اپنی نظر میں رکھے

ہر شخص کا خلقی طور پر اپنا آپشن خون واقع ہونے کے لحاظ سے اگر کوئی اپنی حالت پر فوراً اعتبار کرے تو یہ نہایت ہی خطرناک ہے۔ اول ہلکا پنے دلوں کا امتحان۔ دل کی نگرانی کرنا اور یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے خواہشات اور ارادہ کیسے ہیں۔

ہلکا چاہئے کہ ہر شب کو ہم اپنے تمام دن کے افعال پر نظر ثانی کریں اس طرح سے کہ آج جسے کیا کیا برائیاں ہوئیں؟ کس بڑے خیال کی روک تھام کر سکے؟ کس خواہشات نفسانی سے ہم نے بڑا سمجھ کر پرہیز کیا؟ کوئی نیک کام ہی جسے آج کے دن سرزد ہوا یا نہیں؟۔ اپنے افعال کی جانچ اگر ہم اس طرح سے ہر روز کریں اور اسکے عادی بھی ہو جائیں تو ہمیں ذرا ہی شبہ نہیں کہ کچھ نہ کچھ برائیاں ہم سے ہر روز کم ہی ہوتی جائیں گی۔ اس روزناچ پر نظر ثانی کر لینے کے بعد جو نیند آئے گی وہ کیسی میٹھی اور قابل رشک ہوگی! اس قلب کی تسکین۔ خوشی۔ اور عزت کا کیا کتنا جوا پسنا سچا تجربہ ہو۔ ہر رات کو شمع گل کرنے کے بعد میں اپنے تمام دن کے کیے ہوئے افعال اور بولے ہوئے الفاظ یاد کر کر خوب غور کرتا ہوں اور کیوں انہیں بدلائیگی کو شش کروں جبکہ اپنے نالایت افعال اور ناشایستہ الفاظ کے لیے اپنی سزا کرنا یا معافی دینا میرے ہی اختیار میں ہو میں سوچتا ہوں کہ فلان حلالہ کو میں نے ناحق استدر

طوالت دی!۔ فلان معاملہ میں مجھے اپنی را سے ظاہر کرنا تھا! فلان معاملہ صحیح تو تھا مگر دروغ مصممت آمیز پر عمل کرنا مناسب تھا! فلان معاملہ البتہ بڑا تھا! فلان معاملہ میں بیٹے ایسا کیا بڑا کیا انشا اللہ آئندہ نہوگا۔ اگر انسان ہوتے وقت اسطرح سوچے تو میرے خیال میں اس کے حق میں بہت ہی بہتر ہو۔ دنیا میں اپنے افعال اور اس قضاوت والی زندگی پر (جس کا ایک لمحہ ہی ہمارا نہیں ہے) اسطرح غوراؤ اور نظر ثانی کرنے سے اور کیا بہتر ہو سکتا ہے؟ زندگی کے دن مقرر ہیں اور پہلی ہی سانس آخری سانس میں سے گنتے کی خبر دینے لگتی ہے! ہلکو ہو شیار رہنا چاہیے۔ زندگی میں ہر وقت تغیرات ہوتے رہتے ہیں اور سب ایک ہی نتیجہ پر منہی ہیں ہم مکرفا ہو نیکے لہو ہر وقت خوف اور بھائی حالت میں ہی کیلئے خود دوق ہوتے اور اور دن کو پریشان کرنے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان تمام مصائب کا علاج وہی نیکی اور نیکو کاری ہے کیونکہ سچی مسرت کی جڑ کا نشینس کے اندر ہے

ساتواں باب

نیکو کار کہی مغموم اور بدکار کہی محظوظ نہیں ہوتے

جتنا قریبی تعلق مسرت اور نیکی میں ہے۔ شاید ہی فطرت نے کسی اور شے میں ایسے تعلقات پیدا کیے ہوں۔ مسرت اسی کو تو کہتے ہیں کہ انسان صبر اور شکر کے ساتھ اپنے تئیں خدائی مرضی کے حوالہ کر کے اس کے احکام پر تسلیم خم کر دے۔ زندگی میں جو افعال

ہم سے سرزد ہوں اونین نیکی اور بدی کا فرق بین ہونا ضروری ہے۔ اور غفل ہی اونین تیز کر سکتی ہے۔ جب طح کہ آفتاب کی شعاعیں آفتاب کے نکلک دینا کو روشن کرتی ہیں مگر اپنی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتیں اس طرح کسی حد تک پاک نفس کی شعاعیں بھی ہمارے افعال کو دور ہی سے پاک کر دیتی ہیں اور اپنی جگہ سے جدا نہیں ہوتیں کیا وجہ ہے کہ عمدہ دلی چلنے والے گھوڑے کی اس قدر ہم تعریف نہیں کرتے جقدر اوسکی جسکے طویل میں وہ ہوتا ہے؟ تندستی۔ شرافت۔ اور دولت کے ہونے سے کوئی بے کار بے کاری کرنے کا مجاز نہیں ہو سکتا اور نہ کسی نیکو کار کی ذات میں ان باتوں کے نہ ہونے سے بڑھ لگ سکتا ہے۔ نیکی ہی وہ سچی شرافت ہے جسب کی طرف سے ادے مستغنی کیے ہوئے ہے۔ کیا جازنگت یا لکڑیوں کے نقش و نگار کی وجہ سے عمدہ کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اوسکی خوبی اس میں ہے کہ دریا میں وہ جناب سارا ان ہو۔ مضبوط ہو۔ جس میں پانی نہ جا سکنے کے علاوہ یہ ضروری بات بھی ہو کہ دریا کے تیزرات کو بخوبی برداشت کر سکے۔ تلوار کی زینت تمبکی جو بصورت ہونیسے نہیں کجا سکتی بلکہ باڑہ کی تیزی اور لوہے کی عمدگی سے۔ اس طرح انسان کی خوبی اور وقعت اس میں نہیں ہے کہ اوسکے پاس جائداد اور روپیہ ہے۔ بلکہ اس میں کہ وہ نیکو کار ہے۔

نیک شخص ہی اپنے اپنا بے جنس کو فائدہ پہنچا سکتا ہے

ہر شخص کا فرض ہے کہ کسی نہ کسی کو فائدہ پہنچائے۔ جتنوں کو نہیں تو ہون کو۔ پڑھوں کو۔

اگر فائدہ نہ پہنچا سکے تو نہ سہی۔ اپنی ذاتِ خاص کو تو پہنچائے۔ انسان دو قسم کی سلطنت جمہوری کی حکومت میں ہے۔ ایک بڑی یعنی ”فطرتِ انسانی“ دوسری اوس سے چھوٹی یعنی ”حبِ لوطنی“، بعض اشخاص دونوں کے خدمات برابر انجام دیتے ہیں۔ بعض بڑے کے اور بعض صرت چھوٹے کے۔ گو فطرتِ انسانی کے خدمات تنہائی میں۔ خلوت میں اور تصور کے ذریعہ سے ہی ادا ہو سکتے ہیں اور یہی طریقہ شاید مناسب بھی ہو مگر فطرت کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ساتھ دونوں کے فرائض انجام دیے جائیں۔ اچھے لوگ ہر جگہ پہلک کی۔ اپنے خاص احباب کی اور اپنی خدمات کرتے ہیں اگر تلوار اٹھانے کے لائق نہیں ہیں تو تقریر اور وکالت کے ذریعہ سے۔ اگر یہی نہیں تو علومِ دینی حاصل کر کے۔ یا ہر بولنے کے لائق اگر نہیں ہیں تو گھر میں مشیرِ نیکریک صلاح دیتے ہیں اور اس طرح ایک سچے دوست اور لائق مشیر کے فرائض ادا کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ رئیس نہیں ہیں تو نمون۔ رعایا تو ہیں! تمام دنیا اذیت کا وطن ہے اور انسانی فطرت میں ہر قسم کے کام کا سامان موجود رکھا گیا ہے بشرطیکہ کوئی کام کر نہو والا ہو۔ اگر کوئی شخص یہ باور کرے کہ سیول کے کاموں میں تو وزارت اور فوجی کاموں میں عمدہ کمانڈر انچیف سے کم کام کرنے کا مادہ اوس میں ہے اور اسی بنیاد پر وہ کوئی کام نہ کرے تو اسی کا قصور ہے۔ بحری فوج کا معمولی ملاح بھی تو جہانِ ہاتھ چلانہیں سکتا نظر ہی سے جنگ کے وقت امداد دیتا ہے۔ نظر کے علاوہ اپنی ہمت اپنی جرات اور اپنی آواز سے ہی اپنی جگہ۔ اور وقت تک نہیں ہٹا جب تک

کہ اوسکا ہاتھ کٹ نہ جائے اور وہ زخمی ہو کر گر نہ پڑے۔ اوسکے غل و شور سے بھی بعض وقت بڑے بڑے کام نکل جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ وہ کسی حالت میں ہو ملک کے ایک سچے خیر خواہ کی طرح اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ وہ جوتھائی میں اپنا وقت اچھے کاموں میں صرف کرتا ہے دنیا کے لیے عمدہ مثال قائم کر رہا ہے۔ ہم وقت مقام۔ لیاقت اور مصلحت زمانہ کے خیال سے گتھیں بڑھیں یا اور جو کچھ ہو سکتے ہیں ہوں۔ مگر ہجو کام میں ہر وقت اور ہر حالت میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور شخص کے لیے جو کچھ نہ کرنا چاہے زندگی موت کے برابر ہے۔

مال اور دولت کے نقصان سے دل پر اثر نہ پڑنا

چاہیے

تقدیر کے ساتھ چکر کھانا سمجھ و ارتعص کا کام نہیں ہے۔ اوسے یہ چاہیے کہ آئینوں کے مصائب کے رونے کے لیے ہر قسم کی فکر کرے۔ اپنے عطا کیے ہوئے خدایتکار۔ جاہ منصب۔ دولت۔ اور جائیداد قسمت ہم سے لے لے اور اسکے بعد ہمارے جسم پر بھی حملہ کر کے ہاتھوں کو قطع کرادے۔ آنکھیں نکھلا لے۔ اور جو جو زندگی بہ آرام بسر کرنے کے سامان ہیں وہ سب چھین لے۔ مگر کیا ان سب باتوں سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ اب ہم سے وہ سب چیزیں پس مانگی جاتی ہیں جنکے عندالطلب واپس دینے کا اقرار ہم نے کیا تھا؟ انسان اپنے تئیں بے خانمان سمجھتا ہے

اور یہی سمجھتا ہے کہ یہ جسم اوسکو کچھ عرصہ کے لیے مانگے دیا گیا ہے۔ مگر تاہم وہ اپنی قدر کرنے میں اس خیال سے بھی کمی نہیں کرتا کہ اوسکا جسم اپنا نہیں ہے بلکہ اس جسم کے ساتھ اسطرح سے پیش آتا ہے کہ گویا کہی اوس سے علیحدہ ہی ہوگا۔ جب کہی وہ خدا جسے میرا یہ وجود مجھے مانگے دیا ہے اور جو کچھ میرے پاس ہے مجھے کچھ واپس مانگے۔ تو اس سے مجھے نقصان نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ واپسی امانت۔ مجھے خوشی سے وہ تمام چیزیں واپس کر دینا لازم ہیں جنکے رکھنے کا اب میں مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ اوسوقت مجھے مناسب و لازم ہوگا کہ میں اس قلب کو بھی اوس سے بہتر کر کے واپس دوں جیسا کہ مجکو عطا کیا گیا تھا۔

آسمان باب

خدا کا پاک تصور تمام مصائب کا بہترین علاج ہے

جس شخص نے دینا اور اوسکی ترتیب کو نظر غور سے دیکھا ہوگا اوسے ضرور معلوم ہو گیا ہوگا کہ موت اور زندگی کے روزمرہ ہونے والے واقعات کے سبب سے اوسمیں ایک قسم کا بدیہی توج ہے۔ وہ اشیا جو بظاہر نیست ہوتے نظر آتے ہیں حقیقت میں نیست نہیں ہوتے بلکہ ایک شکل سے دوسرے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ موسم گزر جاتے اور پھرتے ہیں۔ رات گزر کر دن اور دن گزر رات آتی ہے

آسمان گردش میں ہے اور اسطرح فطرت ہر وقت اپنے کام میں مصروف ہے۔
 سب کام باری باری ہوتے چلے جاتے ہیں۔ طوفان کے بعد سکون ہے
 قانون قدرت جبکی اطاعت اور تعمیل حکم ہم سب پر لازمی ہے انہیں باتوں کا
 مقتضی ہے۔ جو ہو جائے سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے حق میں اچھا ہوا۔ جس
 کام کی درستی اور ترتیب ہمارے اختیار میں نہو اسکے نتائج پر گہرا کیا؟۔
 ہم پر لازم ہے کہ پریشان نہون۔ اور اس (خدا کی مشیت کے منتظر رہیں۔
 اپنے افسر کے احکام کی تعمیل کبیدگی سے کرنا بڑول سپاہی کا کام ہے۔
 تنگ خیال کے لوگ بالموض اس کے کہ اپنے تئیں قانون قدرت کے تابع کریں
 دنیا کی اس ترتیب کو نظر حقارت سے دیکھتے اور اس امر کی کوشش کرتے ہیں
 کہ قضا و قدر میں انکی خواہش کے موافق ترمیمات ہوتی رہا کریں۔ کمانتا کہ
 ادنکی یہ خواہشیں پوری ہو سکنے کے قابل ہیں۔ ہر سمجھنا غرض جان سکتا ہے۔
 جو طبالیع را استبازی سے منتظر اور دروغ پسند ہیں وہ وہی طبالیع تو ہیں جو خدا
 کے انشطات میں سیکڑوں نقائص نکالتے رہتے ہیں۔ اگر لوگ حق پسند
 ہو جائیں تو خدا سے پھر کسی کو کوئی شکایت ہی نہ رہے۔ وہ شان و شوکت
 جو ہماری آنکھوں کو بہل معلوم ہوتی ہے اذنکی چمک جو ٹی اور محض بے اصل ہے
 اور جو ٹی لہی جیسے کہ کوئی شخص خواب میں شاپری خزانہ پاکرا اپنے تئیں ادسکا مالک
 سمجھنے لگے۔ دور سے وہ ہکو لہبا کر مگتی ہیں مگر پاس جا کر اگر دیکھا جائے

تو بالکل خراب اور بڑی ہوتی ہیں۔ ایسی جو ٹی شان و شوکت اور نمائش پسند کر لیا
سب سے زیادہ بد نصیب ہیں۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنکو بظاہر ہر وقت عیش و عشرت
میں رہنے کی وجہ سے ہم سب بہت ہی خوش نصیب اور صاحب اقبال سمجھتے
ہیں!! جو سونا کھرا ہوگا ہزار تہ تہ تائے جائے پھر بھی کھرا ہی نکلے گا۔ اسی طرح
سچی اور اصلی خوش نصیبیتوں کی وجہ سے ذلیل نہیں ہوتی بلکہ سخت تکلیفات
اور آزمائشوں میں تو اور ہی تسکین دہ ثابت ہوتی ہے۔ سب سے بڑی مسرت
تو یہ ہے کہ کوئی احتیاج ایسی نہیں ہے جو ہر کوئی حاصل کر سکے۔ افلاس
کے کتے ہیں؟ افلاس اسی حالت کو تو کہتے ہیں جس میں کہ مان کے پیٹ
سے ہم (بالکل برہنہ) پیدا ہوئے تھے۔ کیا کوئی شخص تمام عمر میں اس سے
زیادہ مفلس ہو سکتا ہے؟ تکالیف اور مصائب کیا ہیں؟ یہی وہ اشیا ہیں
جو کسی روز یا تو اپنا یا ہمارا خاتمہ کروئیں گی۔ دولت اور ثروت کبھی دل کو مطمئن نہیں
کر سکتیں مگر خدا کے فیاضیاں یقینی ہیں اور ایسی سچی ہیں کہ جتنا ہی اون پر
ہم غور کریں گے اتنا ہی اون کی خوبی اور عظمت ہم پر کھلتی جائے گی۔ وہ برکتیں ہی ہیں
کہ خوفناک چیزوں سے ہم ڈرین نہیں اور عوام الناس جسکی آرزو کریں اون سے
ہم متفرق ہیں۔ فقط پر آپ ذرا سنا ہی اگر غور کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ خدا نے ہماری
بہتری کے سامان کس کثرت سے میا کر دیئے ہیں۔ سمجھو تو درکنار۔ ہمارے وہم
و گمان میں ہی نہیں آسکتا کہ وہ کونسی طاقت ہے جس نے یہ تمام چیزیں بنائی ہیں۔

اسے برتر از خیال و قیاس و گمان و ہم

و نہ ہر چہ دیدہ ایم دشمنیم دگفتہ ایم

اوس نور وحدانیت کے سب سے چھوٹے ذرہ نے ظاہر ہو کر جس کا بڑا کیا پورا حصہ ہماری نظردن سے بالکل پوشیدہ ہے اس قدر روشن پھیلا رکھی ہے۔ تمام حکماء اور فلاسفوں کا اسی پر اجماع ہے اور سب متفق علیہ ہیں کہ اس منظم الشان کا خفا کا پیدہ کرنے والا اور قادر مطلق وہی خدا ہے جو عظمت اور جلال کے تمام صفات سے پوری طور سے موصوف ہے۔

اس دنیا میں نیک کیوں مبتلائے آلام ہیں

اور بد خوش نصیب؟

بعض آدمی کہتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو نیک کیوں مبتلائے آلام ہیں اور بدکار کیوں عیش میں پڑے دو؟ تمندی اور بدکاری کے ثمرات سے متمتع ہو رہے ہیں اسکا جو اب میں ہی دوں گا کہ ہمارے ساتھ وہ خداے برتر و ایسا ہی کرتا ہے جیسا کہ نیک باپ اپنی عزیز اولاد کے ساتھ جو تکلیف دے دے کر اور پریشان کر کر اپنی اولاد کو اپنے مانند کر لیتا ہے۔ جو اولاد عزیز ہوتی ہے اسی کی نگرانی بھی زیادہ کی جاتی ہے۔ بانی جو ہیں ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرنا پڑتا ہے جیسا کہ ہم لوگ اپنے نوکر و بن یا غلاموں کے ساتھ کرتے ہیں۔ جو ہر قسم کے قیود سے

آزاد ہو کر ہر قسم کا لطف اُٹاتے ہیں۔ شفیق استاد اپنے ہونہار شاگرد ہی سے
 زیادہ مشق کراتا اور محنت لیتا ہے۔ اسمیطرح اللہ جل شانہ بھی عمدہ رجحون کے ساتھ
 ایسا ہی برتاؤ کرتا ہے۔ دولت کے ہونے اور قسمت کی برکتگی سے یہ نہ سمجھ لینا
 چاہیے کہ وہ (خدا) ہم سے ناراض ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ بھی اوستی محبت ہے
 ہر روز مصائب سے سابقہ پڑنے سے ہکو چند ان تکلیف نہیں ہوتی اور دل مضبوط
 ہو کر ادن سے مانوس ہو جاتا ہے۔ جسم کے جس حصہ سے زیادہ کام لیا جاتا ہے
 وہی زیادہ مضبوط ہی ہو جاتا ہے۔ ملاح کا پتو اور چلائو الا لامتہ زیادہ سخت ہوتا ہے
 سپاہی کی چلتی ہوئی تلوار سبت مضبوط ہوتی ہے۔ اور درخت کا تنہ جو پورا سے
 ہر وقت مقابلہ کرتا رہتا ہے۔ بمقابلہ شاخون کے بہت زیادہ مضبوط ہے۔
 آپ کو ضرور معلوم ہو گا کہ ادن مقامات میں ہی جان ہمیشہ موسم ہمارا ہوتا ہے
 ہزار ہا لوگ آباد ہیں۔ کھری کی کثرت سے وہ ہمیشہ زراعت میں نقصان اُٹاتے
 اور افلاس میں مبتلا رہتے ہیں۔ گھاس اور پیتیان اونکو کپڑون کا کام دیتی ہیں اور
 تاریک غارون سے وہ آراستہ مکان کا لطف حاصل کرتے ہیں۔ عادت نے
 یہ تمام باتیں اونپر آسان کر دی ہیں۔ زندگی کی اس حالت کو جو سیکلاون جبل رہے
 ہیں اپنے حق میں ہم کیون مصیبت سمجھ لیں۔ مصائب کے تکلیفات اسمیطرح
 انگیز کرتے کرتے ہم اونکے برداشت کرنے کے عادی ہو جائیں گے اور پیر وہ ہمیں
 گران نہ معلوم ہونگے۔ زندگی کی حالت کیسی ہی خراب اور ذلیل کیون نہو اوستی کے

موافق اوسین طرح کی تقریح اور خوشی ہی ہے۔ اور صرف اسی سے اوس خلاق
 مطلق کی بے انتہا شفقت اور رحم ظاہر ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوا کہ خفیص معاملات
 کو بھی ہم نے سخت مصیبت کے برابر سمجھ لیا۔ اوسین فی نفسہ کوئی برائی نہیں تھی
 بلکہ وہی روزمرہ کے ہونو اے واقعات تھے۔ بیماری تو قسمت کے ساتھ
 پیدا ہوئی ہے۔ رہے مصائب وہ تو روزمرہ کے ہونو اے واقعات ہیں۔
 ہمارا فرض ہے کہ ہم صبر خدا کے تابع فرما رہیں بلکہ وہ ان ہی اپنا تسلیم
 خم کر دین جہاں اسکی ضرورت ہی نہو۔ وہ خوفناک مصائب جنکی بیاناک تشکیلین
 دیکھنے کے ہم عادی نہیں اور جنگو دیکھتے ہی ہم آہ و بکا کرنے اور کاپنے لگتے ہیں
 گویا اس زندگی کے محاصل ہیں۔ جس حالت میں کہ ہم اونکی خواہش نہیں کرتے
 یہ امید ہی ہو کہ نہ کر لینا چاہیے کہ وہ ہرپہ آئینگی نہیں۔ میرے خیال میں سرکاری
 خراج ہجیرت سمجھکر ادا کرنے میں افسوس کرنا یا تو قف سے ادا کرنا بے ایمانی ہے۔
 بیماریوں کی وجہ سے ہمیشہ پریشان رہنا اور نقصان پر نقصان سہنا تو ایک
 طرف اگر میرے جسم اور جان کا بھی خطرہ ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سب اپنی
 طول عمر کے لئے دعائیں کرنے اور اونکے قبول ہونے کیلئے نتیجہ ہیں۔ بڑے سفر کے لیے حیل
 نجاست اور خاک لازمی ہے طول عمری کے لیے اوسیلح یہ مصائب مقدر ہیں
 بسا اوسپا ہی کیسے طرح بزدلان سے جنگجوئی نہیں کرتا۔ جن مہمات میں خطرہ نہیں تھا
 اونکے فتح ہو جانے پر فاتح کی عزت ہی نہیں کیجاتی۔ نیکی کے حاصل کرنے میں

جب تکلیف ہو تو اس تکلیف کا خیال نہ کرنا چاہیے۔ اس کے حاصل کرنے میں جب قدر تکلیف ہوگی اسی قدر زیادہ اس کی شہرت بھی ہوگی۔ جب کوئی مصیبت ہم پر پڑے تو خدا کے جانب سے اس سے مجھکر بھوکا اپنے حق میں اچھا ہی سمجھنا چاہئے مگر ہے ”بزر“ پر یہ تکلیف ”مکمل“ کے بچانے کے لیے ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ خدا سے برتر کسی شخص کو صفت دے لے کہ اس کی نعمتوں کی اس نے کیا حقد نکر کے دسکا شکر یہ ادا نہیں کیا تبھیما تباہ و برباد کر دیتا ہے مصائب میں کیا مصلحت یہ بھی ہے کہ اور دن کو ہوشیار اور متقیہ کرنے کے لئے مثلاً نیکوں کو سزا دی جاتی ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ دنیا میں مثال کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ جب انسان ضدی اور بڑی ہو جاتا ہے تو تہینا سزا دینا ضروری ہوتا ہے بسا اوقات وہ قادر مطلق بڑے بڑے مصائب اولیٰ درجہ کے مصائب ڈال کر رفع کر دیا کرتا ہے۔ اور اس طریقہ سے ہم تکلیفات ادا کرنا بھی نفع ہی میں رہتا ہے کہ اون سے زیادہ سخت مصیبت دینیٰ بھلا نہیں ہوے۔

اللہ تعالیٰ بُرائی سے بھلائی پیدا کرتا ہے

جو نامرگ موتین اور بہت سے واقعات ایسے جانکاہ ہوتے ہیں کہ پناہ بخدا مگر بعد کو سکون کے وقت جب اونکے ہر پہلو پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہی واقعات جانکاہ ہونے کے بجائے خدا کی عنایت اور فضل سمجھے جاتے ہیں

مثلاً جلا وطنی - افلاس - اعز کی موت - اور رسوائی - بعض بیماریاں صرف نشتر
 دینے سے اچھی ہو جاتی ہیں - بعض جلا ننے سے - بعض فاقہ کرانے سے
 بعض خراب پڑیوں کے نکال لینے سے - بعض عضو کے قطع کرنے سے - اکثر
 ایسا ہوتا ہے کہ ہم اون چیزوں سے بہت ہی سخت پرہیز کرتے ہیں جو ہمارے
 حق میں مفید ہیں اور اون چیزوں کے بعد مشاق ہیں جو ہم قاتل کی طرح مضر
 ہیں ” عسیٰ اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ
 شَرٌّ لَّكُمْ ” ہر شخص جانتا ہے کہ عیش طلبی ہی کی حالت میں صد ہمزیر
 جا میں ضائع ہو چکی ہیں - اور مرغن اور مزیدار غذاؤں کے کمانے سے بھی ہم صدمہ
 اقسام کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہیں - کسی عضو کے قطع کمی جانے یا اولاد
 کے مر جانے کا بھی تو یہی منشا ہے کہ فطرت نے جو پیشتر دیا تھا او سے اب واپس
 لے لیا - اپنی عطا کی ہوئی شے پر او سے ہر طرح کا اختیار حاصل ہے - ہم
 خود ہی ضعیف البیان ہیں اور جو چیزیں ہم کو عطا کی گئی ہیں وہ بھی عارضی - اس شرط
 پر مشروط کہ پھر واپس لے لی جائیگی مصائب کے نیکوں کی اصل کیفیت ظاہر ہو جاتی
 ہے جیسے تائے جانے سے سونے کی - جو ان مصائب سے بچا ہوا ہے
 اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ انہیں کبھی مبتلا ہی نہوگا بلکہ یہ کہ انکے آنے میں وقت
 ہے - کبھی کسی پر مصیبت پڑی ہی نہیں - نہیں ہو سکتا - اور اس کا وقت بھی قریب
 آنے والا ہے - جب ہم بیماریوں یا مصائب میں مبتلا ہوں تو او سے ظلم ہم کو

اپنی ناشکری کا اظہار نکرین بلکہ یہ سمجھیں کہ اس حاکم حقیقی کی یہی عنایت ہے۔
 لائق جنرل حبیب خورش اور سخت مقامات پر اپنے اطمینان اور ہوس کے سپاہیوں
 کی نوکری لگاتا ہے اس طرح امداد جہتاً ہی اپنے سچے بندوں کو سختی میں اونکی جانچ
 کرتا ہے۔ اس سپاہی کے لیے یہ کہنا نہایت ہی ناموزون ہے کہ اس پر ظلم
 کیا گیا۔ بلکہ اس کام کے لیے منتخب ہونے پر اسے کمال مسرت کا اظہار
 کرنا چاہیے۔ اسی دلیر سپاہی کی طرح ہر کوئی مصائب اور خطرات میں بڑکھڑکیسا
 ہی اطمینان اور مسرت کا اظہار کر کے اپنے مالک الملک لاشرفیک لہ کا سجدہ شکر
 ادا کرنا چاہیے۔

مصائب سکون قلب کی جانچ کے لیے اچھے

ذرائع ہیں

یہ ظاہر دنیا میں گریوٹس *Regulus* کا سادہ قسمت شخص شاید ہی کوئی اور
 ہو۔ مگر خدا کو تو اس کے صبر اور استقلال اور ایفائے وعدہ کے لحاظ سے وہی دنیا میں
 ایک نامور شخص بنانا منظور تھا۔ وہ لکڑی کے تنگ بیچڑے میں مقید تھا جس کے
 چاروں طرف لوہے کی بڑی بڑی کیلیں لگائی گئیں تھیں کہ جب طرف وہ ہٹے وہی کیلیں
 اس کے جسم میں چسپیں اُسکا بدن اسی وجہ سے قید کے مانند ہو گیا تھا۔ تاکہ اسے نیند ہی

نہ آوے اوسکی آنکھوں کے پوٹے کاٹ ڈالے گئے تھے۔ مگر تاہم اپنے استقلال
 اور صبر کی وجہ سے اس حالت میں ہی وہ شاہ سے کے نس سے (جو نہایت ہی
 ملائم بستر پر آرام کرتا تھا اور جو ان تمام ظلموں کا بانی مہمانی تھا) بہت ہی زیادہ خوش تھا
 دنیا ابھی ایسی تاریک نہیں ہو گئی ہے کہ وہ گیولس کی تکلیفوں کے مقابلہ پر شاہ
 سے کے نس کے ظلموں کو اچھا سمجھے۔ جبکہ خدا نے ایسا بہادر اور صابر بنایا ہو تو دنیا
 کی کیا مجال ہے کہ اسے حقیر یا ذلیل سمجھیں۔ رگیولس کی عالی خیالی کا کیا کتنا! ایسی
 مصیبت کے زمانہ میں دیکھو اس نے اپنی نسبت کیا کہا تھا؟ خدا کا شکر ادا کر کے وہ
 کہا کرتا تھا کہ ”اس امر کے تجربہ کرنے کے لئے کہ انسانی تکلیف کس حد تک تکلیف دہ
 ہیں اسے (خدا) مجھی کو انتخاب فرمایا۔ بہتر ہے۔ اور میں نہایت خوش ہوں اس لئے
 کہ اس میں اوسکی خوشی ہے،“ جب تک کہ تجربہ نہ ہو لے کوئی شخص اپنی طاقت اور حالت کو
 پورے طور سے نہیں جان سکتا۔ جہاز کی رہنمائی کی لیاقت کی جانچ طوفان ہی کے
 وقت ہوتی ہے۔ سپاہی کی بہادری جنگ کے وقت۔ اور امیرون کی افلاس
 میں۔ وہ شخص جو ہمیشہ آرام اور نیکنامی کے ساتھ رہا ہو نہیں جانتا کہ بدنامی اور تکلیف
 کے زمانہ میں وہ کیا کرے گا۔ جسکے اولاد ہی نواہ سے اولاد کے مرنے کا غم
 اور قلق کیا ہوگا؟ نیکون پر مصائب کا آنا ضروری ہے۔ اونکے نیک دون پر
 وہ ہمیشہ کام کر کے اونکی حرکات تیز کر دیتے ہیں جب کوئی نیا شخص پہلے پہل ہتیار
 اٹھاتا ہے تو زخم کا خوف ہی اسے گہرا دیتا ہے۔ مگر پراپنا تجربہ کار سپاہی خون بستے کو

اپنا فخر سمجھتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ خون بہا کر فتح کرنا عزت اور بینکامی کا باعث ہے

سانحے فی نفسہ اچھے مین نہ بُرے

خوش اقبال اور بد اقبال۔ تندرستی۔ علالت بد کاری یا نیکو کاری پر منحصر نہیں مین بلکہ وہ حق تعالیٰ بلا لحاظ اسکے کہ وہ نیکون کے لیے ہوں یا بدون کے لیے اذین عموماً انسان پر نازل کرتا رہتا ہے۔ آپ یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ کیسا ظلم ہے کہ نیکو کار ہمیشہ تکلیف میں رہیں اور بدکار نہ صرف آزادانہ زندگی بسر کریں بلکہ خوب عیش کریں اور مزے اڑائیں۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ میرا تو قول ہے کہ اگر میری تقدیر لکھی جانے سے پیشتر مجھ کو اندکی مشیت معلوم ہو جاتی کہ میری نسبت اوسکی یہ مرضی ہے تو میں اوسوقت بھی اسکے خلاف نذر اہی چون درچرا نہ کرتا بلکہ بالکل ہی اوسکی مرضی پر چڑھتا۔ اگر میری عزیز اولاد کی نسبت خدا کو یہ منظور ہوتا اور مجھے معلوم ہو جاتا کہ فلان عمر میں وہ مرے تو اوس عمر تک پرورش کر کے اوسکے حوالہ کر دینا میں اپنا فرض سمجھتا۔ اگر میری دولت۔ میرے جسم کا کوئی عضو۔ یا میری جان تک وہ لینا چاہتا تو بالعرض اسکے کہ میں جبر اور اکراہ سے اوسے دن۔ نہایت خوشی سے اوسکی نذر کرتا۔ ہم سب خوب جانتے ہیں کہ جب تک اسکی مرضی نہ ہو کہ ہوا نہیں سکتا۔ ہمارا مقدر لکھا جا چکا ہے اور اوس حساب سے ہر بات اپنے وقت مقررہ پر ہو کر رہے گی۔ ہماری مسرت اور غم کا حصہ ہمارے پیدا ہونے سے پیشتر ہی

مقرر ہو چکا ہے۔ ہمارے لیے وہ ذات پاک (بلا تشبیہ) سجاے باپ کے ہے جو ہر کجی اور جفا کشی کا عادی بنا کر خطرات سے مانوس کر دیتا ہے۔ مان کی شفقتیں اولاد کو نرم دل اور کمزور بنا دیا کرتی ہیں اسلئے اس خداے ذوالجلال کی شفقتیں ہی پدرانہ برین ماورائہ نہیں۔ تکلیف دے دے کر وہ ہر کجی و صدمات کے سمنے اور مصائب کے برداشت کرنے کے لائق بنا دیتا ہے۔ اوسکو اس امر کے مشاہدہ سے نہایت مسرت ہوتی ہے کہ ایک طرف تو نیک شخص بہادری سے اپنی پرتشقیوں کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے اور دوسری طرف استقلال کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ تمام دنیا اسکے لیے افسوس کر رہی ہو۔ کوئی شخص جب تک حوادث زمانہ کا مضبوطی سے مقابلہ کرنے کا عادی نہ ہو۔ خوش نہیں رہ سکتا اوسکو سمجھ لینا چاہیے کہ ۶

کارے کہ خدا کرد فلک را چہ مجال

یہ لکھا اوسکو تسکین کر لینا چاہیے کہ میری خواہش تو یہ تھی مگر دیا نہیں ہوا۔ خدا آئندہ ایسا کر دے "مصائب سے جب قدر ہم پریشان ہوں گے اسی قدر وہ ہر کجی اور غیر متحمل معلوم ہوتے رہیں گے۔ پسندے میں بڑے کڑے ہٹانے سے جس طرح پسند اکتا جاتا ہے اور اوس سے چوٹنا محال ہو جاتا ہے اسی طرح مصائب کے آجانے پر پریشان ہونے سے ہماری بھی کیفیت ہو جائے گی۔ بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ یہ سمجھ کر کہ خدا کی باتوں میں کسی کو دخل نہیں اور اوسکے فرمان میں عدول حکمی کی گنجائش نہیں اپنے تئیں

اوہی رضا پر چھوڑ کر خاموشی سے ہر صیبت کو برداشت کریں۔ وَاِذَا اصَابَتْكَ مُصِيبَةٌ
قَالَ لَنْ نَأْتِيَنَّكَ مِنْهُ وَانَا لِيٍّ سَاجِدٌ -

نوان باب

طبیعت کی بے استقلالی اور اون اسباب کا ذکر جو عمرہ

زندگی کے بسر کرنے میں مارج ہوتی ہیں

گذشتہ صفحات پر ہم دیکھا ہے کہ ہر صیبت کیسے آتی ہے۔ وہ کیونکر حاصل ہو سکتی ہے
اور کس قدر مہلک ہوتی ہے۔ یہ اس لیے ضروری تھا کہ اس سے واقف
ہونے کے بعد آپ کو اپنی زندگی کے بسر کرنے کے قواعد مرتب کرنے میں بہت کچھ
امداد ملے گی۔ فلسفہ اور نصاب کے ذریعہ سے عمرہ زندگی بسر کرنے میں جو کچھ مراد
مل سکتی ہے اور کس قدر ہی اور پوری ہو چکا ہے۔ عمدہ کا نشنس (ضمیر) کی برکتوں کا بھی پورا
اور کس قدر ہی کیونکہ کبھی غمگین اور بدکار کبھی خوش نمین رہ سکتے نہ وہ شخص بہت قسمت کما جا
سکتا ہے جس نے اپنے تئیں خدا کی مرضی پر چھوڑ رکھا ہے۔ آگے چل کر ہم یہ دیکھائیں گے کہ
جب مسرتوں تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہو تو کیا دیا گیا ہے تو کیوں اس سے
کٹ کر دوسرے راستوں پر ہم بڑھ جاتے ہیں جس سے سراسر ہرگز نقصان پہنچتا ہے۔

وہ اسباب جو مسرت کے حاصل ہونے میں

مانع ہیں

دنیا میں ایسے ہی لوگ ہیں جنکے دلوں میں کسی قسم کا ارادہ ہی نہیں ہے اور اپنی زندگی اس طرح بسر کرتے ہیں جیسے خس و خاشاک۔ انہیں خود تو کسی قسم کی حرکت نہیں ہے مگر اور دن کی حرکت دینے سے متحرک ہو جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو زندگی کی چند حالتوں پر غور کرتے ہیں مگر سب پر نہیں اور یہ بہت بڑی غلطی ہے جب تک کہ دل میں ارادہ نہ ہو اسکی کامیابی کی کیا سبیل ہو سکتی ہے۔ نشہ نہ تو شست کا باندھنا ہی کیا۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ جہاز کس طرف جائے گا ہو کا رخ دریا نشت کرنا فضول ہے۔ پہننے اپنی زندگی کو محض اتفاقات پر منحصر کر رکھا ہے اور ہم بالکل انہیں کے بہرہ سہ پر ہیں!! گذشتہ مصائب کو یاد کر کے رو دیا کرتے ہیں اور بہت سے آنے والے خطرات کا خیال کر کے ابھی سے بتلائے غم اور الم ہیں۔ دو وزن باتیں فضول۔ مضی ما مضی۔ گذشتہ معاملات کا تعلق ہم سے جاتا رہا۔ جو ہو چکا اور سکا دغیہ اب ممکن نہیں۔ ہونے والے معاملات سے ابھی کوئی تعلق پیدا نہیں ہوا۔ اذکارا دادا سو وقت تک ممکن ہے جبکہ اوکلی آمد کے آثار معلوم ہونے لگیں۔ اونکو جو امن میں زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں لازم ہے کہ

اپنے سے زبردست آدمیوں کی طبیعت میں اشتعال نہ پیدا ہونے دین۔ اگر
 اپنے سے کل زبردست آدمیوں کو دوست بنانے میں ہمیں کامیابی نہ تو مضائقہ
 نہیں۔ کم سے کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ وہ ہمارے دشمن ہی نہ ہوں۔ ملاح صبط طوفان
 کو بچاتا ہے اسطرح ان سے بھوکو بچنا چاہیے۔ جلد باز اور بے مغز ملاح ہوا کاغذ
 وغیرہ نہیں دیکھتا اور اپنے جہاز کا لنگر اٹھا دیتا ہے اور ایسا بیخوف لیجاتا ہے کہ گویا
 کوئی بہنور یا چٹان راستہ میں نہیں ہے اور اگر بڑھیکے ہی تو گویا چٹانوں کو توڑ کر چٹا
 صاف نکل جائے گا! بخلاف اسکے وہ ملاح جو ہوشیار ہے نہ صرف استون
 ہی کے خطرہ سے اپنے تین پہلے سے واقف بنائے گا بلکہ یہی معلوم کرنے کا
 کہ آنے والا موسم کمان تک اسکے جہاز کے موافق پڑے گا۔ اور اسکے بعد وہ
 اور کالنگر اٹھائے گا۔ اسکی نظر وقت اور اسکے کمپاس پر ہوگی اور ان مقامات
 سے الگ رہے گا جہاں کوئی چٹان پڑتی ہے یا کوئی نقصان ہونے کا گمان ہی
 ہے۔ عقلاً اپنی زندگی کے کاروبار میں انہیں امورات پر پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں
 اور ہمیشہ ان باتوں سے بچتے رہتے ہیں جن سے انکو نقصان پہنچنے کا اندیشہ
 ہو اسکی سخت احتیاط کرتے ہیں کہ جنسے وہ بچتے رہتے ہیں انکو تو یہی حال نہ معلوم ہو
 اس خیال سے کہ جن سے انسان پر ہیز کرتا ہے گویا وہ اس سے متنفر ہے۔ پاؤں کو
 اور رضنول کو اور ان اقسام کے لوگوں سے جو بڑی باتیں سننے اور مشہور کرنے کے
 عادی ہو رہے ہیں یا اور ان کے معاملات میں خواہ مخواہ درانداز ہوتے ہیں پر ہیز کرنا

واجب ہے۔ ایسے لوگوں کی باتیں بالکل غیر متعلق اور غیر مفید ہوتی ہیں۔ اور کئے والوں کو اذیت کا نقصان اگر نہ معلوم ہو سکے تو ممکن ہے کہ گرسنے والوں کے حق میں تو سہ قاتل کا اثر کرتی ہیں۔

غیر مستقل طبیعت ہمیشہ تکلیف دہ ہے

طبیعت میں استقلال کا ہونا اور بھی مصیبت ہے۔ اگر انسان ایک ہی بد کاری کا عادی ہو تو خیر مگر وہ سید کی قسم کی جدت کرنا گویا اوسے اور ترقی دینا ہے۔ اور اوس کی یہ تلون طبعی دوسری بد کاری ہے۔ بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ شر اور فساد کو پسند نہیں کرتے اور بعض کے طبائع اسکے برعکس ہیں۔ مگر دونوں حالتیں قابل الزام ایک کی تیزی اور سرگرمی اور اسکی طبیعت کی بیقراری اور پریشانی کی خبر دیتی ہے اور دوسرے کی سلامت روی اور دور اندیشی اور سکے مزاج کی سستی اور سہل انکاری کا نتیجہ ہیں۔ فطرت کی ترتیب کے موافق کام اور آرام کا سلسلہ رات دن کی طرح برابر قائم رہنا چاہیے۔ بعض ہر وقت اپنی حالت میں کوئی نہ کوئی تغیر پیدا کر لیتے ہیں اور بعض خواب پریشان کی طرح اپنی زندگی کاٹتے ہیں۔ بعض استفادہ کام میں زیادہ مصروف ہیں کہ آخر کار تک کر بالکل بے کام ہو جاتے ہیں۔ بعض متلون مزاج تو نہیں ہیں مگر بان کا بل اور ست تو ضرور ہیں۔ بدی کی بہت قسمیں ہیں مگر سب کا نتیجہ وہی ہے کہ جب تک وہ ہم میں موجود رہے گی۔

ہم کبھی خوش نہ رہیں گے۔ خواہشیں ہر طرف سے گیرے ہوئے ہیں ہم بزدلی کی وجہ سے اونہیں سے نکل جانے کی یا تو ہمت نہیں کرتے اور اگر کرتے ہی ہیں تو ایسی خفیف کہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہر وقت ان خواہشوں میں گہرے رہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض سی مکاریاں اور ناجائز امیدیں سینے میں جوش مارنے لگتی ہیں اور ہمیشہ ہرکو تر دہرکتی ہیں۔ بعض وقت تنگ آکر ہم سے وہ باتیں سرزد ہو جاتی ہیں جو ایمان کے خلاف یا اوس سے بی بدترین اگر اسپر ہی حصول مطلب نہوا تو اس وقت کیسا افسوس ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ ایک وقت اور پڑ جاتی ہے وہ یہ کہ ایک طرف تو ناکامیابی کے خیال سے اون افعال کے دو بار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی اور دوسری طرف خواہشیں ہیں جو نہ پوری ہوتی ہیں اور نہ رد کے سے رکتی ہیں۔ آخر کار نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک زندہ رہتے ہیں بیچیں رہتے ہیں اور مرتے ہیں تو حسرتوں کا انبار ساتھ لیجاتے ہیں۔ اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد جی چاہتا ہے کہ تمناؤں میں شبیکہ کچھ آرام کر لیں۔ مگر وہ ان ہی آرام نہیں ملتا۔ اسکے لئے کہ انکا وہی شخص ناپاک اور بیچین دل وہ ان ہی تو انکے ساتھ ہے۔ مکان اور اوکلی چا دیواری اوسکے لئے بلائے جان ہو جاتی ہیں۔ تمناؤں میں اپنے افعال کے خیال کرنے سے غصہ آتا ہے اور ندامت حاصل ہوتی ہے اور اندرونی تکلیفات اور صدموں کے چہ پانے کی کوشش کرنے میں ہم گمگم رہ جاتے ہیں جس سے ہمارے دل پر ہر وقت چوٹ لگتی رہتی ہے۔ اودہ سخت کمزور ہو جاتا ہے۔ یہی سب باتیں ملکر

ہکو ترش مزاج اور چراہندہ بنا دیتی ہیں۔ اور دن کی عمدہ حالتوں کو دیکھ دیکھ کر حسد ہوا کرتا ہے۔ اور ایسے خراب وقت میں کمان تک قلب مطمئن رہ سکتا ہے۔
 آپ خوب سمجھ سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر خراب ایک اور حالت ہے وہ یہ ہے کہ اور دن کی کامیابیوں پر افسوس اور اپنی ناکامیابیوں پر بیخ کرتے کرتے یہاں تک تو بت پونج جاتی ہے کہ ہم زمانہ کو اونٹوں با اللہ خدا کو ہی برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ اور اسکا آخری علاج ایسے لوگوں نے ایسے ہی سمجھ کر کہا ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر بلا یار سے وغیرہ اپنی تکالیف کو یاد کر کے رو یا کریں۔

کسی مقام کے تبدیل کر دینے سے آرام نہیں ملتا
 مگر اس وقت کہ دل کی ہی حالت بدل جائے

یہ خیال کہ شاید مقام کے بدل دینے سے آرام مل جائے گا بلکہ اگر سفر کرنے پر مجبور کرو یا کرتا ہے۔ آج دیہات کی زندگی بے معلوم ہوتی ہے۔ کل شہر کی بعض وقت شاہی درباروں میں لطف آتا ہے اور کبھی جنگل کے وحشت اور ویرانوں کے کندھڑ میں۔ مگر ان تمام مقامات میں ہماری وہی بدکار طبیعت ہی تو ہمارے ساتھ ہے! ایسی مقام سے ہم خود تو نہیں گبرائے وہی طبیعت ہکو گبرادیا کرتی ہے۔ ہماری کمزوریان ہر چیز پر اپنا اثر ڈال دیا کرتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آرام اور محنت دونوں حالتوں میں ہم مضطرب و متعجب رہتے ہیں۔

رہتے ہیں۔ ہماری پریشانی ہر جگہ ہمارے ساتھ جاتی ہیں اور اپنی پریشانی کے
 اسباب ہر مقام پر اپنے ساتھ ہم خود لیے پہرتے ہیں۔ ہمارے سر پر بیماری بوجھ ہے
 توڑے عرصہ کے لیے الگ رکھنا اور ہمارے اٹھانے کا خیال کرنا ایک دردناک
 اور تکلیف دہ امر ہے۔ ایسی حالت میں شہر شہر ہر نامیر کرنا نہیں ہے بلکہ سرگردان
 و پریشان رہنا ہے۔ اگر منزل مقصود پر پہنچنا منظور ہے تو ہکو ہر روز کچھ نہ کچھ
 مسافت طے کرنا چاہیے۔ وہ شخص جو ایک منٹ بھی خوش نہیں رہ سکتا کسی خوش
 زہے گا۔ کیا سفر کرنے سے کوئی شخص اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔ جہاں چھپکا
 اور کسی پریشانیان دہان سے اسکو ڈھونڈنا نہیں گی۔ تکلیفات۔ موت کا خوف اور
 مشکلات ایسے شخص کو کہیں امن سے بیٹھنے نہیں دے گی۔ وہ جہاں رہے گا وہی سب
 مصائب اسے گیرے رہیں گے۔ کسی مقام یا راے پر قائم نہ رہنے سے ہماری
 دل کی کمزوری ثابت ہوتی ہے۔ اور جب تک جسم قائم نہ ہو لے گا روح ہی قائم
 نہوگی۔ ڈکے جس طرح تماشہ دیکھنے کے لیے دوڑتے ہیں اور سطح شہر دن کا ہم سفر
 کرتے پہرتے ہیں کسی فائدہ کی غرض سے نہیں بلکہ موت میر کی غرض سے۔
 جیسے کورے جاتے ہیں ویسے ہی کورے واپس آجاتے ہیں۔ وہی پریشانیان
 ہکاؤاپسی پر وہی ویسی ہی تکلیف دہ ہیں جیسی کہ پہلے تین۔ یہ ضرور ہوتا ہے کہ ہم شہر دن
 اور قصبات کے نام سے واقف ہو جاتے ہیں دریاؤں اور پہاڑوں کے نئے نئے
 نقشہ معلوم ہو جاتے ہیں مگر اس سے بہتر تو یہ ہوتا کہ اتنا وقت ہم عقل اور نیکی کی کتابوں

کے مطالعہ کرنے میں مصروف کرنے اور صدیوں سے باقی رہنے میں جو انہیں مندرجہ میں
یا ادنیٰ تلاش کر نہیں جو اس وقت تک معلوم نہیں ہوئی ہیں۔ اگر کسی شخص کی ٹانگ ٹوٹ
جائے یا اسکے پاؤں میں بوج آجائے تو وہ ڈاکٹر کو اور سوت بلا بھیجے گا یہ نہیں
کرے گا کہ جیسے ڈاکٹر صاحب کو بلانے کے خود گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کر لیا جا
جس طرح جسم کے اعضا کی درستی کے لئے تبدیل مقام سے کوئی نفع نہیں ہوتا اور سطح
دل کو بھی اس سے فائدہ پہنچنا غیر ممکن ہے۔ فصیح اور حکیم بننے کے لئے کوئی
خاص مقام یا جگہ مقرر نہیں ہے۔ کیا چوراہے پر کھڑے ہو کر یہ پوچھنا کہ انصاف۔
رہنمائی اور استقلال کی طرف کونسی طرف گئی ہے حماقت نہیں ہے ہا کوئی شخص
کہیں جائے لیکن اسکے دل کی بیماریاں ہی تو اسی کے ساتھ ہی رہیں گی جو اپنے
سفر کو دلچسپ بنانا چاہے اور کو چاہیے کہ خود اپنے ہی تین ایک پرہیزگار مسافر
بنانا اپنے ساتھ رکھے۔ کسی بڑے سیاح نے ایک مرتبہ سقراط سے کہا کہ اس قدر سفر
کرنے سے مجھے تو کچھ فائدہ نہوا۔ جو اس کے سقراط نے کہا کہ کیونکر ہو سکتا تھا۔
جس حالت میں کہ اپنے ہمسفر تم آپ ہی تھے!! ایسی حالت میں کیا اس شخص
کو لازم نہ تھا کہ بجائے سفر کرنے کے اپنے تین دو مسافر قسم کا آدمی بنانے کی کوشش
کرتا۔ اگر ہمارے عادات اور اخلاق درست ہیں تو اس کا کیا غم ہے کہ اس شخص کے
اخلاق جس سے ہم ملین دو مسافر قسم کے ہیں۔ بے استقلال کی طرح جو استقلال
ہی اطمینان اور سکون قلب کا جانی دشمن ہے۔ آخر اللہ کے قسم کا تغیر ہونے نہیں دیتا

اور اول الذکر کسی تغیر پر قائم رہنے نہیں دیتا۔ معزز ناظرین۔ آپ بتائیں کہ ان دونوں میں کونسی عادت زیادہ خراب ہے۔

قلب کا اطمینان مصائب میں ہلکا و امن میں کرتا ہے

تمام مصائب کا مجرب علاج استقلال قلب ہے۔ کسی شخص کے ہر وقت کوٹ بدلنے اور چہرہ کے تغیرات سے یہ پایا جائے گا کہ وہ کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ضرور ہے جو شخص دولت اور قسمت کے اثر سے محفوظ ہو وہی سبک بالا ہے۔ جبر۔ حقارت۔ ملامت یا اور کوئی بیرونی شے کسی عقل مند کو اپنے خیالات یا مقام سے ہٹانیں سکتی ایسے کہ وہ ہر قسم کے مصائب برداشت کر چکا ہے۔ یہ غلط فہمی نہیں تو اور کیا ہے کہ جس کام کو ہم نہیں کر سکتے سمجھ لیتے ہیں کہ کوئی دوسرا ہی اسے نکر سکے گا۔ اور پختہ معززوں کی پچھلی کی جاننا اپنے خیالات کی خامی اور کمزوری سے اسطرح کرنا چاہتے ہیں!! میں بادشاہوں کی صحبت میں بیٹھوں یا فقیروں کے ساتھ رہوں نہ اس سے اپنی عزت افزائی سمجھتا ہوں نہ اس سے بے عزلی۔ جس آرام سے محلون میں مسہری پر سون گلا دیا سہی کہ ریان میں پیال پر۔ چٹلا میرے لئے ویسی ہی آرام دہ شے ہے جیسی کہ مغل کاوش۔ میرے لیے اگر دن عید رات شہرت ہو تو یہ نہو گا کہ مارے خوشی کے جام میں نہ سماؤں۔ اور تمام عمر میں اگر ایک گنڈہ کا ہی آرام نہ لے تاہم شکایت کا ایک حرف ہی زبان پر نہ آئے گا۔ مگر یا میں ہمہ استقلال و جہت

اگر میری قسمت کا معاملہ میری ہی مرضی پر چھوڑا جاتا تو مستطورہ جہ کی قسمت میں ضرور پسند کرنا معصائب کے غم کو تو خیر ہر طرح سے برداشت ہی کرتا مگر خوشیوں کے جوش کو گھٹا کر ضرور ہی خیر الامور اور مسطہما کے درجہ پر لے آتا۔ اگر میں شاہزادہ ہی ہوتا تاہم نیک عادات کے ذریعہ سے اور دن پر گرویدہ ہونے کے بجائے اپنی تین نیک عادات اور عمدہ اخلاق کا خوگر بنا کر اور دن کو اپنی طرت گردیدہ کرتا۔ مفتوح ہونے کی حالت میں ہی ویسے ہی نیک دل ہوانے کی خواہش کرتا جیسی کہ اس وقت اپنی آزادی کی حالت میں اس کا خواہشمند ہوں۔ کیا ایسے لوگ دنیا میں نہیں ہیں جو غصہ، عنت، عداوت اور عوض لینے کے کینہ جوش میں آکر اپنی گردنوں کو پیوں کے سچھے رکھ کر یا کسی اور طریقہ سے اپنی عزیز جانین دیدیا کرتے ہیں؟ تو کیا نیکی کی تحریک پر جو سب پر غالب اور ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اس سے بدرجہا زیادہ اور بہتر باتیں کر دکانے کو لوگ تیار نہ ہو جائینگے؟ طبیعت کی یہ ذرا سی مضبوطی تو اتنا کر سکتی ہے تو کیا نیکی کی دسکن قلب اور سب سے بہتر قوت جس کا دائمی اور کیسان ہے اس سے زیادہ نہ کر سکے گی۔

دنیا میں تعلقات جس قدر کم ہوں اتنا ہی بہتر ہے

امن کے ساتھ اس دنیا میں رہنے کے لیے دو باتیں نہایت ضروری ہیں -
ایک تو یہ کہ کسی شیئی کی طمان رغبت نہ کرے جو آئندہ جگڑے اور فساد کی بنیاد بن جائے

دوسرے کسی ایسی شے کے اپنے پاس یا قبضہ میں ہونے کا فخر نہ کیا جائے جسکو معمولی چوری چرا سکتا ہو۔ آج تک کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی شخص کا جسم چوری گیا ہو۔ راستہ میں کیسے ہی چور لگتے ہوں یا ڈاکو پڑتے ہوں مگر غریب اور برہنہ تن اتھی بہ آسانی نکلجاتے ہیں۔

اگر کسی نہ آید مجھ سے سو رویش	کہ حیرت زین و باغ بہ
-------------------------------	----------------------

حرکات اور عادات میں بے تکلفی۔ سچائی اور راستبازی انسان کو ہمیشہ محفوظ رکھ سکتی ہے۔ چاہے ایسے شخص کا مذاق ہی کیوں نہ اڑایا جائے تمسخر اور حقارت تو نیکو کی قسمت کا جزو ہے! مکاری اور دغا بازی میں زندگی بسر کرنے سے اگر ہم اچھے سمجھے جائیں تو اچھا نہیں ہے۔ بخلات اسکے ہستی اور راستبازی کے برتاؤ سے اگر لوگ ہلکے براہی کہیں تو ہرج نہیں ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ اس سادگی کی رنگت پر لا پرواہی کی دوسری رنگت نہ چڑھنے پائے جو ہمارے دل میں نمودار زبان پر ہو ایسی زندگی کیسی شرمناک ہے! ایسی حالت میں ہلکے اپنے اوپر سخت نگرانی کرنا پڑے گی۔ تاکہ مصنوعی باتیں کسی پر ظاہر نہ ہو جائیں۔ علاوہ اس خیال کے تکلف کے راز فاش ہو جانے کے خیال سے ہر شخص کو ہم جاسوس سمجھ کر اوس سے گریزان رہنیگی۔! بعض حالتوں کے لیے تو یہی مناسب ہے کہ کچھ ملک ہی کی خدمت کیجائے اور ان خدمات کے انجام دہی کے متعلق کاروبار میں لگا رہنا بہت کچھ برائیوں سے بچنا ہے۔ مگر یہاں بھی تو ہر وقت بنیامی کا

خیال اور لالچ کا زور دق کیے ہوئے ہے۔ اور کیسا ہی سخت ایماندار کیوں نہ ہو لغزش ہو جانا غیر ممکن نہیں ہے۔ خدا نخواستہ اگر ایسا وقت آہی جائے تو ہلکا بادر کی سے اپنی عزت کے سنبھالنے میں کوشش کرنا چاہیے۔ قدم قدم پر اسکا خیال رکھنا چاہیے۔ اور اگر پیچھے ہی ہٹنے کا موقع ہو تو مطرح استقلال کے ساتھ ہٹنے کی سبھی تلوار تو لاتھمیں ہو اور منہ دشمن کے سامنے۔ مستعد اور کام کر نیوالے شخص منسے اور کتا نہیں اور یہی طرز زندگی ایسی ہے کہ جس سے نہ اونکو کچھ تکلیف ہوتی ہے نہ اور دن کو۔ جبکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام لوگ ایسے شخصوں سے محبت کرتے اور اونکی وقعت کرتے ہیں۔

دسواں باب

وہ شخص جو محض اتفاقات پر اپنا آرام منحصر کیے ہوئے

ہے کبھی مطمئن نہیں رہ سکتا ہے

کوئی ایسا شخص خوش نہیں رہ سکتا جس نے اپنی مسرت کو محض اتفاقات پر منحصر کر رکھا ہو۔ اس سے زیادہ یہودگی اور کیا ہوگی کہ کوئی شخص اپنی بہتری اور نجات کے متعلق کرے جو وقوع ہونے کے لحاظ سے محض اتفاق پر مبنی ہوں۔ اور یہ امر

بیدار عقل ہے۔ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچے تو اسی خیال سے اس نقصان
 کو بھی اتنا قیہ ہی سمجھنا چاہیے مگر ایسا نہیں سمجھا جاتا۔ جتنی دولت ہوگی اوسکی حفاظت
 کی اتنی ہی تکلیف ہی ہوگی۔ اور جتنی میرے حال پر عنایت اور شفقت کم ہوگی اتنی
 ہی اویس قدر کم ہونگے۔ وہ معاملات جو ہمارے حق میں باعث بخر اور تکلیف ہیں
 فی نفسہ اتنے تکلیف دہ نہیں ہیں جتنا کہ اذکار خیال۔ یہ ہماری غلطی ہے کہ فضولیات
 کو ضروری سمجھے ہو۔ میں اور زندگی کی مسرتوں کا انحصار جو صرف نیکی ہی سے حاصل
 ہو سکتی ہیں سمجھنے میں محض اتفاقات پر کر رہا ہوں۔ خوش اقبال کا کیا ہوسہ؟ آنا فانا
 دریا طغیانی پر آکر کیسا جوش و خروش پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسکے دیکھنے کا آپ کو
 اکثر اتفاق ہوا ہوگا کہ صبح کو جہاز جس مقام پر اپنا دلچسپ سین دکھارے ہمارا اس کو
 اسی مقام پر وہ دریائی لہروں کا طعمہ ہو گیا! ایشیت کا حکم شاہزادوں سلطنتوں۔
 تو ہوں۔ شہروں۔ امرا اور غریبوں پر یکساں چلتا ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو آپ
 مجھے کسی ایسی سلطنت کا پتہ دیجیے جس پر فقر و فاقہ اور قحط کی بلائیں نازل نہ ہوں
 یا کسی ملک کا حوالہ دیجیے جس کی شہرت اور عزت سابقہ خاک میں نزل چکی ہو۔ اگر کوئی سلطنت
 ہے جو تباہ اور برباد نہیں رہی؟ ہر شے کا خاتمہ ایک روز ہوگا۔ اذکار بھی چکی و جب
 سے ہر لوگ خوش نصیب کے جاتے ہیں اور اذکار بھی چلنے سے بے نصیب کہلا
 ہیں وہ بات جس کا کسی نہ کسی دن ہونا ممکن ہے ممکن ہے کہ آج ہی ہو جائے۔ کیا
 ہم نہیں جانتے۔ کیا ہو سکتا ہے ہم تمہارا کئے ہیں اور جبکایہ خیال ہے وہ کسی بات کے

ہونے یا ہونے کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔ بلکہ ہر شے کے منتظر رہتے ہیں۔ جو مصائب خدا نے اس وقت تک ہم پر نہ ڈالے اور ہمیں سے گویا نجات ملی۔ ہر لمحہ جہین کہ ہم سچ رہے ہر گھوڑہو کہ میں ڈال دیتا ہے۔ اور بعض وقت ہر شیا رہی کر دیتا ہے۔ جہان میرا یقین ہے کہ نہ معلوم کونسی بلا کس روز مجھ پر خدا نخواستہ نازل ہو جائے۔ وہ ان اسکا بھی یقین ہے کہ تمام بلائیں ایک ساتھ نازل ہونگی۔ اچھی باتوں کے لئے ہر گھوڑہو امیدوار۔ اور بڑے وقت کے لئے قبل ہی سے طیارا رہنا چاہئے۔ یہ خیال میں ہر گھوڑہو کے انقلابات پر اس قدر ناخوشی کا اظہار نہ کرنا چاہئے جبکہ ہم میں خود ہر وقت کوئی نہ کوئی تغیر ہوتا ہی رہتا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ دنیاوی تغیرات میں تو بہت کچھ شور و غل ہوتا ہے مگر تقدیر نہایت خاموشی کے ساتھ بلا غل و غش ہم میں تغیرات اس طرح پیدا کرتی رہتی ہے جس طرح دھوپ لڑی پر سایہ اپنا کام خاموشی سے کرتا رہتا ہے۔ ہر تغیر کا ہونا جو مقدر کر دیا جائے یقینی اور لازمی ہے مگر بالکل غیر معلوم۔

انسانی معاملات کی بے ثباتی

تمام چیزیں پر اوس قادر مطلق کی پوری حکومت ہے۔ اس حکومت کی شان تو اس وقت معلوم ہوتی ہے کہ جب ہمارے ہی ہاتھ پاؤں سے وہ اپنے حکم کے مطابق کام لے لیتا ہے مگر بعض وقت اسکی ہی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ اپنی اوس قوت اور زور سے کام لیتا ہے جو اس کے شایان ہے۔ اور نقصان پہنچ جائیکے بعد ہی پتہ نہیں چلتا کہ

کسے پہنچایا۔ کوئی وقت۔ مقام۔ اور حالت اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ ہماری
 مسرتوں کو بعض وقت وہ غمگین بنا دیا کرتا ہے۔ اور ایسے وقت میں بلاؤں کو ہم پر نازل
 کرتا ہے جبکہ مطلق ادنیٰ گمان ہی نہیں ہوتا۔ وہی ذرائع جو ہماری خوشی کے باعث
 ہرین مصائب اور تکلیف کے باعث ہو جاتے ہیں۔ لمحہ میں دوست کو دشمن اور دشمن
 کو دوست بنا دینا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جنگ و جدل نہونیکل حالت میں
 بعض وقت ایسی ہی تکلیفیں ہوتی ہیں جیسی کہ انکے ہونے کے زمانہ میں۔ اور
 یہ سببہ میں نہیں آتا کہ یہی مسرتیں بعض وقت کون ہماری بربادی کا باعث ہو جاتی ہیں
 تاکہ اس کو بھول نہ جائیں اور غافل نہ ہوں وہ قادر مطلق اپنی حکومت دکھلانے کے لیے
 ہر روز ایک عجیب بات کر دیا کرتا ہے۔ سخت پرہیز کرنا اور مضبوط جتنہ واپوں
 کو جبار ڈالتا ہے۔ بے گناہوں کو سزا دلوا دیتا ہے۔ اذکو جو گوشت خینی اختیار
 کئے ہوئے ہیں کسی نہ کسی جگہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر وہ بچا ہے تو اطمینان
 کہی نہ ملے۔ نہ تو دنیا کے جگڑوں میں پہننے رہنے سے اور نہ اون سے کٹاؤشی
 کرنے سے۔ انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند۔ وحش۔ طیور۔ ملک۔ سلطنت۔
 سب کے لیے اس کے احکام مخصوص ہیں اور سب کے لیے ایک وقت مقرر ہے
 ہماری خوشیاں ہی تو رنج سے خالی نہیں اور مصائب ایسی جگہ سے اور بڑے کڑے
 ہوتے ہیں جہاں سے آئینکا وہم اور گمان ہی نہیں ہوتا۔ وہ سلطنتیں جو برسوں اندر دنی
 اور پردنی لڑائیوں کے صدبات اور شاہی تباہ نہیں رہیں بلا لڑے۔ یونین دم میں

تباہ ہو گئیں۔ مصیبت کا زمانہ تو خراب ہی ہے۔ امن کی حالت اور سرت کے زمانہ کو اس سے زیادہ مخدوش سمجھنا چاہیے۔ ایسا نہ کہ ہم مغفلت میں مبتلا کے مصیبت ہوجائیں۔ اس سے تو یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آرام اور عیش کے زمانہ میں ہی وہی کام کریں جو خدا انہما سے تکلیف کے وقت ہیکر کرنا پڑے۔ اگر اس خیال پر کہ جو ہونا ہے وہ ہوگا زندگی بسر کریں تو شاید اچھے رہیں۔ آج ایک شخص اپنے ملک اور وطن کی محبت میں مطمئن بنیبا ہوا ہے کل شاید جلا وطن ہو کر اسے وطن اور ملک کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنا پڑے۔ کون جانتا ہے۔ آج عیش عشرت اور تندرستی کا زمانہ ہے کل ممکن ہے کہ جو اوقات زمانہ گریہ میں اور آفتوں میں نہیں جاسے یا بیمار یوں میں مبتلا ہو کر جان دے۔ پس مناسب ہے کہ جہاز کے تباہ ہونے کی فکر اور سیرت کر لے جبکہ وہ بندر گاہ میں ہے۔ اور مصائب کے دفعیہ کے سامان کی فراہمی اور سیرت کر لی جاوے جبکہ زمانہ اوسکے موافق ہے۔ بعض تو ملک سے جلا وطن کیے جاتے ہیں اور بعضوں کے سامنے وہی ملک تباہ ویر باد کیا جاتا ہے۔ اور یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے کہ آج چلنے میں جہان شانہ سے شانہ چھلتا ہے کل وہاں ویرانہ ہے۔ اسیلئے ہم پر فرض ہے کہ ان تمام انسانی حالتوں کو اپنی نظر میں رکھ کر یہ غور کریں کہ جو دوسروں پر ہر روز گذرتا رہتا ہے ممکن ہے کہ ایک روز ہم بھی اسی میں مبتلا ہوجائیں مصائب کو آسانی سے برداشت کرنے کا سلیس طریقہ یہی ہے کہ اذکی وجہ سے جنالات میں گہرا ہٹ پیدا ہونے پائے۔

جن چیزوں کو ہم اپنا سمجھتے ہیں قرض کے طور پر چھوڑ دینے
کے لیے ہم کو دی گئی ہیں

نہ آدم از خانہ چیسے نہ تخت
تو دای ہونہ چیسے نہ چیز تست

اپنے قبضہ میں ہونے کے اعتبار سے جن چیزوں کو ہم اپنا سمجھتے ہیں وہ ہماری زمین
ہیں نہ استعمال کے لیے وہ ہکو عاریتاً دی گئی ہیں۔ فرمائیے تو جو شے منت میں
رہنے باقی ہو اسکو واپس دینے میں ہکو عذر اور انوس ہی کیا ہو سکتا ہے؟ مقدر نے
آج جو کچھ ہکو دے رکھا ہے ممکن ہے کہ کل وہ سب واپس لے لے۔ اپنے
خوش قسمت ہونے اور ہمیشہ ایسا ہی رہنے پر جنکو یقین اور ناز ہے وہ ضرور دہوس گئے ہیں
ہیں ممکن ہے کہ کسی وقت تک زمانہ ایسے لوگوں سے مخالفت نہ کرے مگر کیا اسکی
مخالفت ہو جانے کا خیال اور خوف اونکے لیے ہر وقت کی تکلیف اور پریشانی کا سبب
نہیں ہے؟ عرب کے مشہور شاعر متنبی نے کیا خوب کہا ہے ۵

أَشَدُّ أَلْغَمِ عِنْدِي فِي سُرُورٍ يُنْعِضُ عِنْدَ صَاحِبِهِ انْتِقَالَ

(یعنی سارے غمون سے بڑھ کر میرے خیال میں اس خوشی کا غم ہے کہ جسکے جاتے
رہنے کا خیال دلکو انسردہ کر رہا ہو) = مکانوں قلعوں کی دیواروں کی مضبوطی اور پائیداری

کیا خدا کی قوت کا مقابلہ کر سکتی ہیں؟ انکی مضبوطی اور بہادری سے کچھ ہی نہیں ہو سکتا۔
 ہلکے چاہیے کہ وہ لکھو مضبوطی کرنے کی فکر کریں۔ جب تک وہ مضبوط نہ ہوگا اصل اور سچا اہلینا
 حاصل ہونا غیر ممکن ہے۔ اسکے بعد جو مصائب اور بلائیں ہم پر آئیں گی اون سے
 نہ تو ہر ہم گمراہی کے اور نہ پریشان ہوں گے۔ نعمتیں ہم پر کبھی جاتی ہیں اون سے کیلئے
 ہم سب دوڑتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جس شے کے لینے کے لئے ہم سب جمع ہونگے
 تنہا ایک کے حصہ میں سب سے زیادہ وہ کیونکر آسکتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض
 کچھ پا جانے سے خوش ہیں اور نہ ملنے کی وجہ سے بعض غمگین۔ اس لوٹ کے
 خیال میں یہ لوگ ایسے محو ہیں کہ چوٹ چھوٹ لگ جانے کا ہی خیال نہیں کرتے۔
 دولت۔ عزت۔ عمدے اور منصب ہلکے اسی لئے دیے جاتے ہیں کہ کسی وقت
 بعد کو واپس کرنا پڑے۔ رضامندی سے یا بلا رضامندی۔ اس جیسی میں بعض وقت
 واپس کرنا پڑے کہ نقصان اور صدمہ ہی پہنچ جاتا ہے۔ اندھیلانہ کی یہ پیش رفتیں
 ہمارے حق میں کیا پسند دن سے کچھ کم ہیں؟ اپنے قبضہ میں دیکھ کر ہم سمجھتے ہیں کہ
 ہم اذکو پا گئے مگر اصل میں وہ ہلکے پا جاتی ہیں۔ اونکے خراب ہونے کی اس سے
 اچھی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ کوئی دولت مند اور خوش قسمت شخص انہیں پا کر خوش اور آسودہ
 نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری خواہشیں اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں اور اونکے ساتھ
 نمائش اور ظاہر دریاں ہی۔ اگر انسان کے اختیار میں اپنی تقدیر کا بہتر کرنا نہیں ہے
 تو کوئی ہرج کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اخلاق کی درستگی کی فکر کرے جو اس کے اختیار

کی بات ہے؟ مقرر کے زود سے اس طرح بچتا رہے کہ اگر وہ کچھ دے یا واپس لے اپنی طبیعت پر اسکا اثر نہ پڑنے دے۔ پورے طور سے اس بات کا یقین ہو کہ کرنا چاہیے کہ کچھ ملجانے یا اسی قدر واپس لے لینے سے ہماری حالت میں ذرا سا بھی فرق نہیں ہو سکتا۔ ایک مقام کی نسبت کہا جاتا ہے کہ روشن ہے دوسرے کی نسبت کہا جاتا ہے کہ تاریک ہے مگر دونوں میں سے ایک ہی نہ روشن ہے نہ تاریک۔ اونکی تاریکی اور روشنی دن اور رات پر منحصر ہے۔ عات۔ حکومت۔

تندرستی اور حسن خوش اقبالی کے جلو میں ہیں۔ جلا وطنی۔ بیماری۔ پھانسی بد اقبالی کے شریک ہیں۔ فی نفسہ یہ سب بے اثر ہیں۔ اونکے اثر کی کمی اور زیادتی ہماری بد کاری اور نیکو کاری کی کثرت یا قلت پر منحصر ہے۔ مصیبت میں رونا۔ افسوس کرنا۔ تکلیف اور درد کی وجہ سے کراہنا۔ گناہ ہے۔ اس طرح عیش و عشرت کے زمانہ میں ہر وقت اونکے لطف و سرور میں رہنا اوس سے بدرگناہ ہے۔ یہ کمال حاصل کرنے کے لیے کہ راحت اور مصیبت میں رخ اور خوشی کا اثر میرے دل پر نہ پڑے۔ مجھے ریاضت کرنا چاہیے۔ مانگنے سے نہیں مل سکتا ہے۔

کسی شخص کا اس قدر مستغنی ہو جانا کہ مقرر اپنی مخالفت اور موافقت کا اثر ادا سپرینڈال کے ثابت کرتا ہے کہ وہ بہت بڑا شخص ہے۔ ایک مرتبہ پوری زور آزمائی مقرر کے ساتھ کرنا پڑے گی۔ غالب ہو جانے کے بعد کوئی خوف نہیں۔

مشیت سے سب مجبور ہیں

اون شخصوں کو جو اپنے تئیں بدمصائب سمجھتے ہیں یہ دیکھ کر معزز اور خوش نصیب بھی مصائب میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں بہت کچھ اطمینان ہو جاتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ شاہی محلات میں بھی موت کا گڈرا وہی آسانی سے ہو جاتا ہے جیسا کہ اُن کے گہرائفیترون کے جو پڑوں میں تو اُس کے قلب کو تسکین ہو جاتی ہے وہ جان لیتے ہیں کہ جس قوت کا اثر ان پر ہے اسی کا اثر ان پر بھی ہے جو اُن سے زبردست ہیں۔ اپنے سامنے روزمرہ دوسروں کو مرتے سلطنتوں کو تباہ ہوتے بادشاہوں کو تخت سے اتارے جاتے شہروں کو ویران اور برباد ہوتے دیکھتے ہیں۔ بانیمہ۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ اس بات پر ہم کبھی غور نہیں کرتے کہ ہمارے ساتھ ہی ایک نایابا ہی ہونا ہے۔ مقدر کے ان متذکرہ بالا انقلابات کے ہونے کا اگر ہلکے پہلے سے یقین ہو۔ تو وقت پر اتنی پریشانی کیوں ہو۔ جب ہم کسی کو تکلیف میں زندگی بسر کرتے بیٹھ گئے یا کسی اور سبب سے پریشان حال دیکھیں تو ہلکے لازم ہے کہ سو سجدہ ہو کر اوس کا شکر ادا کریں۔ اسلئے کہ وہ مصائب شاید ہمارے ہی لیے تھے مگر ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہم سے مل کر اور دن پر جا پڑے۔ اس دنیا میں سیکڑوں قسم کے مصائب خطرات اور پریشانیوں میں لوگ مبتلا ہیں۔ بشریت کی وجہ سے اگر انہیں سے دو

ایک ہم تک بھی پہنچ جائیگے تو کیا کوئی تعجب کی بات ہے جو تکالیف ایک شخص بھگت رہا ہے دوسرے ہی اوسین مبتلا ہو سکتے ہیں۔ تکلیف میں مبتلا ہو کر۔ آگ میں جل کر۔ تلوار سے قتل ہو کر۔ مبتلا سے مرض ہو کر۔ یا کسی جنگلی جانور کا شکار بن کر اگر ہماری قسمت میں مرنا لکھا ہے تو یہ ٹل نہیں سکتا۔ اوسکی مشیت پر راضی رہنا چاہیے۔ استقلال کے ساتھ اوسکو برداشت کرنا اسکا سب سے بہتر علاج ہے۔ زندگی کے کسی حصہ کو تلخی سے نہ کاٹنا چاہئے۔ خصوصاً جب یہ طے ہو چکا ہے کہ زندگی میں مصائب اور تکلیفات سے نجات ملنا غیر ممکن ہے اگر نجات ملی ہی تو بس اسقدر کہ ایک سے نکل کر دوسری مصیبت میں مبتلا ہو جائیگے

۵

دوسرے روز نیز بتقصیر توبت چون نیک و بد جان تبدیل توبت	۱۰	گر کار تو نیک ست بدیر توبت تسلیم درضا پیش کنشاد بزی
---	----	---

زندگی میں مصائب اور بد نصیبی سے سابقہ پڑنے سے اگر تعجب ہو تو اسکا بھی تعجب ہونا چاہیے کہ جاڑ سین ہکو سردی کیوں معلوم ہوتی ہے اور دریائی سفر میں طبعیت کیوں مائل کرتی ہے۔ خدا کی مشیت سے گہرانے کے یہ معنی ہیں کہ شاید کوئی اور جگہ ایسی ہے جہاں چپکے پہنچ جائیگے۔ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِنَا فَلْيَطْلُبْ نَاكَ سَعَائِي (حدیث قدسی) یا جہاں جا کر اون تکالیفات اور پریشانیوں سے امن میں ہو جائیگے جو اسکے حکم سے ہم پر آنوالی ہیں۔ خدا نخواستہ اگر بھلا خیال

ایسا ہی ہے تو ظاہر ہے کہ اوسکی سلطنت اور حکومت کو کمانٹک بہنے خیالی
سمجھ رکھا ہے اوسکی اطاعت کو غلامی۔ ہمارا خیال ہر وقت یہ ہونا چاہیے کہ ۵

بہرگوشتہ افتخارناخو امننت

بہر جا کہ باشم خدا امننت

افلاس۔ امارت۔ آرام اور مصیبت عقلا کی نظر میں ہمیشہ مگر جبلا کے نزدیک کس خاص
سبب کے قابلِ نفرت مہجائے ہیں۔ عقلمندوں کے جسموں پر اگر اثر ڈال لیں یہ
مکن ہے مگر اوسکے دل پر اثر ڈالنا بہت مشکل ہے۔

گیارہواں باب

نفس پرستیوں کی زندگی نہایت ذلیل ہے

نفس پرستی سے جبکا تذکرہ اس باب میں آئندہ کریں گے ہماری مراد اصل میں اون
عیش پرستیوں سے ہے جو لطیف غذائیں کمانے۔ عادات میں نزاکت پیدا کرنے
شہوت رانی۔ جسم کی آراستگی اور اوسکی اور احتیاطوں سے متعلق ہیں۔

تعیش کی کثرت نہایت ہی تکلیف دہ اور ہلاک ہے

اولاً ہم اون عیش پرستیوں کا ذکر کریں گے جو غذا سے متعلق ہیں۔ رہزنوں کی طرح
یہی امر اہی کی دشمن جان ہیں۔ فطرت نے جن مقامات پر بنی نوع انسان کو آباد کیا

اوسکے لیے وہاں خوراک بھی پیدا کر دی ہے۔ تھوڑے خرچ میں اپنا پیٹ بہر
 لینے کے عوض ہم سب یہ پسند کرتے ہیں کہ قیمتی چورن اور معجونین کما کما کر اپنی بوک
 زیادہ بڑھائیں۔ ہمارے بزرگ جنگی دولت صرف نیکو کار ہونے کی وجہ سے
 بچکئی تھی (اور جسکو آج بد کاریوں میں ہم صرف کر رہے ہیں) ہم سے زیادہ
 لطف اور آرام سے زندگی بسر کر گئے۔ اپنے ہاتھ سے کمانا بچاتے تھے اور
 زمین پر سوتے تھے۔ وہ دولت اور بیش قیمت تہہ جو انکے قبضہ میں تھے
 کبھی انکو مغزور نہ بنا سکے۔

نفس پرستی اگر باعث مسرت ہوتی تو انسانوں سے زیادہ جانور محظوظ رہتے

یہ کیسی شہم کی بات ہے کہ انسان بھی اپنی مسرت کا دار و مدار انہیں خواہشات
 نفسانی پر رکھے جو مقابلہ انسانوں کے چوپایوں میں کثرت سے پائے جاتے
 ہیں۔ چوپایہ انسان سے زیادہ کھاتے اور اپنی خواہشات نفسانی کو زیادہ
 آزادی اور اطمینان کے ساتھ پورا کرتے ہیں۔ علاوہ برین اپنی مسرتوں سے بہت
 جلد مستفید ہو کر عرصہ تک وہ بیخون و خطر ادن سے لطف اٹھاتے رہتے ہیں۔

انسانی مسرت روح میں ہے پست میں نہیں ۵

گاؤ خرازا آدمی بہت بڑے

آدمیت گر قبوت می شدی

جو لوگ اپنے تین عیش پرستی کے نذر کر چکے ہیں وہ ہر وقت کمی کے خوف اور اوسکی زیادتی کے خیال میں غلطان اور پریشان رہتے ہیں۔ دونوں حالتیں اونسکے لیے نہایت ہی پریشان کن ہیں۔ اوسکی کمی سے ہر ایسا شخص اپنی بربادی سمجھتا ہے اور زیادتی میں اوس سے مغلوب ہو کر بالکل بے مصرف و بیکار بن ہو جاتا ہے۔ نیکی اور بدی میں چونکہ وہ قطعاً تمیز نہیں کر سکتا اسوجہ سے یہ پریشان اور کواور بھی زیادہ تکلیف وہ معلوم ہوتی ہیں کمی کی حالت میں اوسکی حالت بعینہ اوس شخص کی سی ہو جاتی ہے جو کوصحیح و سالم چٹان پر وجود ہے مگر سمندر میں ہر طرف پانی دیکھ کر اپنی جانبری سے ناامید ہو چکا ہے۔ اور زیادتی کی حالت میں تو گویا وہ کسی بہنور میں پڑا ہو اگر دشمن میں ہے جس میں سے نکلنے کی امید مفقود ہو چکی ہے۔ دزدہ جانور دن کو شکاری کس قدر محنت اور جانفشانی سے پکڑتے ہیں اور کقدر اھتیا داونکی نگہداشت میں کرتے ہیں۔ اسی لیے اگر اوس میں ذرا ہی غفلت ہوگی تو جان ہی جائیگی۔ عیش طلبی کی عادت جب زیادہ ترقی کر جاتی ہے تو اوسکی ہی کیفیت دزدہ جانور دن کی سی ہو جاتی ہے سرسبز جسد زیادہ ہونگی اون سے لطف اور حظ اٹھانے والا شخص ہی اوسقدر زیادہ خود اور مغرور ہوگا۔ عام لوگوں کی نظر میں وہ کیسا ہی خوش نصیب معلوم ہوتا ہو مگر عقلمندوں کے نزدیک وہ ایسا نہیں سمجھا جاسکتا اسلئے کہ ان مسرتوں کے پیچھے آزادی ایسی ہمیشہ بائشے کی ہی اوسنے قطعی قدر رکھی! اور زیادہ افسوس

تو اس بات کا کہ ہزار بار پیہ صفت کرنے پر ہی ان عیش اور مسرتوں کی خلا مانہ عادت سے وہ نجات نہیں پاسکا۔

دستار خوان پر جب قدر انواع اقسام کے کمانے ہونگے

اسی قدر اسکے کمانیوالے مختلف بیماریوں میں مبتلا ہونگے

کسی شخص کو امر کے باور چنانچہ کی حالت - باورچوں کی کثرت اور کمانوں کی صدائے قسیمین ویکلہ اگر اس امر کا تعجب نہ ہو کہ کیوں ایک شخص کو اس قدر تفریق کمانوں کی ضرورت پڑتی ہے تو سمحت حیرت کی بات ہے - باورچی جب قدر زیادہ اور غذائیں جب قدر مختلف ہونگی کمانے والے اسی قدر تفریق بیماریوں میں زیادہ مبتلا ہونگے ہر طرف ہوک کے رفع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے - نوکرون و کامارون خادوموں کی تعداد کا تو ذکر ہی کیا - ایک شخص کے کمانے کے لیے اتنا سامان !! العنفلت قدر مرغن اور لذیذ غذائیں کمانے سے اکثر بڑبڑھی ہو جاتی ہے جس سے بہت ہی مہلک نتیجے پیدا ہو جاتے ہیں - سادے کمانوں کا رواج بالکل ٹٹہ ہی گیا - اور بجائے اسکے دسترخوان پر کئی قسم کے کمانے چنے جاتے ہیں جنہیں ویکلہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ کے باورچوں سے وہ خدمات بھی لیے جاتے

ہین جو پیٹ اور دانے سے متعلق ہین۔ گٹا ہوا گوشت بھی استعمال کیا جاتا ہے جو بظاہر دانتوں سے چبایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ گوشت کی شکلیں اور اسکی ترکیبیں بدل بدل کر اپنی زبان کے ذائقہ کے لیے ہم روز نئے نئے کھانے طیار کرتے ہیں۔ ان مرکب غذاؤں سے مرکب بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جنکے لیے مرکب علاج کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے دلون کی حالت بھی دسترخوان سے مشابہ ہے سادی بدکاریوں کا علاج پیشتر وقت طلب نہ تھا مگر اس زمانہ کے مرکب بدکاریوں کے علاج کے لیے مرکب دواؤں کی ضرورت ہونے کی وجہ سے مرض قریب قریب لاعلاج سا ہے۔ اگلے زمانہ کے کٹیب صفحہ چند بوٹیوں کے خواص سے واقف ہوتے تھے۔ اونہیں سے خون وغیرہ بند کر دیا کرتے تھے یا زیادہ سے زیادہ رضوں کا علاج کر لیتے تھے نہ اس وقت کے تندرست اور صحیح الجسٹہ لوگوں کے لیے اس سے زیادہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ لہذا کھانے کما کما کر اپنے جسموں کو کمزور کرنے کے وہ عادی نہ تھے۔ مگر اب حالت بالکل برعکس ہو گئی ہے۔ تندرستی خراب ہو چکی ہے ہوک نام کو بھی نہیں معلوم ہوتی جسموں جو رن اور چٹیان جو ہو کوں کے پیٹ بہرنے کے لیے کافی ہین کھانے کے بعد پیٹ کو ادبھی بوجہل کر دیتی ہین۔ صحت میں نقص پیدا ہو جانے کی وجہ سے چہرہ پر زردی دانتوں میں رعشہ اور آئے دن ہر وقت ہنسی موجود رہتی ہے۔ اس سے بدتر حالت آگے چلکر یہ ہوتی ہے کہ اعضا میں کمزوری۔ پٹھوں میں سستی

اور قلب میں اختلاج پیدا ہو جاتا ہے۔ ہو کے رہنے سے شاید استقدر عارضے پیدا ہوتے جو لذیذ اور عمدہ غذا کے زیادہ کھا جانے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اونکے کمانے پیشتر نہایت سادے ہوتے تھے اور کاروبار کی کثرت اور کار کی جبل بہر سے وہ پورے تندرست تھے مگر ان مرکب غذاؤں نے آج کل مرکب بیماریاں پیدا کر دی ہیں جنکی وجہ سے محنت اور مشقت کرنا سخت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

شراب پینے والوں کو پاگل بنا دیتی ہے

کیسی ذلت کی بات ہے کہ کوئی شخص اپنے پیٹ کا صحیح اندازہ نہ کر سکے۔ نشہ کی حالت میں شرابی وہ وہ قبیح افعال کر گزرتے ہیں کہ دوسری حالت میں اذنین افعال کو کرتے خود اذنین شرم آتی۔ شراب کی وجہ سے ہر وقت مجبور رہنا گویا ہر وقت پاگل بنا رہنا ہے۔ شراب سے ہر قسم کی بُرائیاں اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں وہ بدکار بون کو اوبہا کر اذنین اور ہی نمایاں کر دیتی ہے۔ شرابی کو فی نفسہ شہریہ نون مگر دوسروں کی نظر میں وہ ضرور شریر ثابت ہو جاتے ہیں۔ بے ادبوں کو شراب اور ہی غیر مذہب اور ظالموں کو اور ہی سنگدل کر دیتی ہے۔ وہ بالکل لے شرم ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ تنگ مزاج ہیں اونکے حق میں تو وہ ستم قائل کا اثر کستی ہے۔ شراب پینے کے بعد اذنین گالی گلوج اور گوسلالت سے بھی عار تین ہوتا۔ مینوشی سے زبان میں لکنت۔ دماغ میں چکر۔ قدم میں لڑکھٹا ہٹ پیدا ہوجاتی

ہے۔ اور سو ہضمی اور بیماریوں کا تو ذکر ہی کیا۔ کیا کوئی شخص ادن نقصانات کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے جو دنیا میں شراب پینے کی بدولت ہو چکے ہیں؟ کتنی جنگجو قومیں اور مضبوطا شہر جنہوں نے برسوں دشمنوں کے سخت سے سخت حملے روکے اسی کجنت شراب کی بدولت ان کی آن میں مغلوب ہو کر تباہ ہو گئے۔ جنگ میں لڑ کر بہادری سے جان دیدینے میں عورتیں بیا اور دن سے شراب پینے میں سبقت حاصل کرنے میں؟ خم کے خم چڑھا جانا کیا سکے لیے کوئی فخر کی بات ہے؟ ایسے شخص کی نسبت ہم کیا خیال کر سکتے ہیں جو دن کو رات اور رات کو دن کر دے۔ کیا ہکوا نکہیں صرف اسی لیے دی گئی ہیں کہ اندھیرے ہی میں چیزوں کو دیکھ لیا کریں اور بس۔ ان لوگوں کے یہ طریقے ہیں کہ دن کو تو سوتے اور راتوں کو جاگتے اور صبح ہوتے ہوتے کھانا کھاتے ہیں۔ افسوس!! جب اور لوگ سونے کے لیے پٹنگ پر جاتے ہیں وہ وقت انکے بستر سے اٹھنے کا ہے انکی شان کے یہ بالکل خلاف ہے کہ یہ ویسا ہی کریں جیسا کہ ہم سب کرتے ہیں۔ عیاشی رفتہ رفتہ اپنا اثر ہم پر کر ہی لیتی ہے۔ اسکا اثر اولاً سطح محسوس ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اپنے جسم کی خلاف معمول احتیاط کرنے کی ہم میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اسکے بعد مکان کے لیے غیر ضروری سامان کی بعد ازاں مکان کی حیثیت بدلتے بدلتے اڑسکو بالکل نیا کر دینے میں۔ سیکڑوں روپیہ صرف کر دیتے ہیں پھر ان سب کے بعد آخر میں عمدہ عمدہ کمانوں کا شوق دانگیر

بھجاتا ہے نئے قسم کے کمانے پر دھم کمانا چاہتے ہیں اگر یہ نہیں ہو سکتا تو رد
 و بدل تو ضرور کرتے رہتے ہیں جتنی اجارہ اور مہربانی کو مخلوک کر کے کھاتے ہیں جو
 کمانا پہلے کمانا چاہیے تھا وہ آخر میں کھایا جاتا ہے۔ اسپر او پڑھ یہ ہے کہ ان
 کمانوں کی قدر ان کے خوش ذالیقہ اور لذیذ ہونے کی وجہ سے تو کرتے نہیں بلکہ
 اس سبب کرتے ہیں کہ ان کے سوا کسی اور کے دسترخوان پر اسطرح کے
 کمانے نہیں ہوتے۔ عیش میں پڑ کر ہم اس قدر نازک دماغ ہو گئے ہیں کہ ہلو کسٹنڈ
 ہو کر آرام کرنے اور کمانے اور پینے کا وقت بھی معلوم نہیں رہتا۔ اور لوگ یہ لکھ
 پوچھ لیا کرتے ہیں کہ اب تو آپ کو ہوک لگی ہوگی یا یہ کہ اب آپ تک گئے ہونگے
 آرام کیجیے۔ اے افسوس ہلو اپنی ہوک اور ماندگی یا کسل کا حال ہی دوسروں سے
 معلوم ہوتا ہے! ہم صد ہم قسم کی بدکاریاں کرتے رہتے ہیں اور ان کے جو اہم بھت
 کرنے کے لیے ہی طیارہ ہو جاتے ہیں صحت رائے کہ اپنی زندگی کا دار و مدار انہیں
 پر سمجھ رکھا ہے یا اس خیال سے کہ ان سے لطف زندگی حاصل ہے۔ وہ شخص
 سخت بے نصیب ہے جس نے اپنی تباہی کو اپنی زبان کے ذائقہ اور خواہشات نفسانی
 کے سپرد کر رکھا ہے۔ ان لذتوں کا ایک روز خاتمہ ہوگا۔ ایک ہی شعل میں ہر روز
 رہنے سے انسان گہرا جاتا ہے اور ایسی مسرتوں کا انجام ہمیشہ شرم اور افسوس
 اور حسرت پر ہوتا ہے۔ جو اس خمیہ کی اطاعت پر اپنی مسرت کا انحصار کرنا انسانی
 طبائع کے خلاف اور طبائع و خوش کے موافق ہے۔ غضبناکی۔ ہولناکی۔ اس میں

خل نمازی کرنا کو بڑی باتین میں مگر تاہم ادنین ایک مردانہ شان تو ہے۔

عیش طلبی کی عادت ڈالنا حماقت اور بیہودگی ہے

پیشتر کہانے اور مکان کے متعلق سامان جمع کرنے میں جنہاں ت مختص سے زیادہ
 خرچ نہ پڑتا تھا مگر اب نہایت تکلیف اور دقت ہوتی ہے۔ عیش طلبی کی عادت
 پڑتے ہی بد کاریاں عقل پر قبضہ حاصل کرنے لگتی ہیں۔ سب سے پہلے ہکو اور چیزوں
 کی ضرورت پڑتی ہے جنکی ہکو قطعی ضرورت نہیں اور اسکے بعد ہم بد کاریاں سیکھتے ہیں
 اور آخر میں ہی قلب بالکل بے اثر ہو کر جسم کے قبضہ میں ہو جاتا ہے اور ادن خواہشات
 نفسانی کے پورا کرنے پر (جو پیشتر ہمارے قابو میں نہیں اور اب رفتہ رفتہ ہم پر قبضہ
 حاصل کرتی جاتی ہیں) ہم غلاموں کی طرح مجبور ہو جاتے ہیں۔ کس شے نے ہکو
 خوشبودار چیز دن زردوزی کے کام کے کپڑوں بہت سے ملازموں کے رکھنے
 اور ایسی ہی اور صد ہا چیزوں پر روپیہ برباد کرنے کا شائق بنا دیا؟ صرف اس
 بے احتیاطی نے کہ اس حد سے جبکہ فطرت نے ہمارے لیے مقرر کر دی تھی باہر
 نکل کر ہم فضولیات پر توجہ کرنے لگے۔ نوبت باہنچا رسید۔ کہ ماہر پر اکتفا کرنا
 فقرا اور گنوار دن کا فعل سمجھا جائے گا۔ عیش میں ٹپ کر ہم اس قدر مغرور اور خود
 ہو گئے کہ اپنے تئیں شاہزادوں سے کتر نہیں سمجھتے اور ذرا ذرا سی غلطی اور خطا پر
 ہمارا مزاج اتنا بگڑ جاتا ہے اور اس قدر ہم ناراض ہوتے ہیں کہ گویا ادن سے ہماری

پر صدہ پہنچتا ہے۔ اپنی جائیداد کی آمدنی کو کمائون میں صرف کرنا اپنی میراث کو دو چھوکن
 کی قیمت کے نذر کر دینا اور نئی قسم کی چیزوں کی قیمت کو (بلا خیال اس کے
 کہ وہ چوری جاسکتے ہیں اور ٹوٹ بھی سکتے ہیں) بڑھانا۔ عورتوں کو ایسے کپڑے
 پہنانا جس سے اونکے جسم یا اونکی عصمت کی بھی حفاظت نہرکے اگر باگل بننا
 نہیں ہے تو کیا ہے؟ کھانا تک اپنی خواہشوں کو ہم بڑھاتے جائیں گے۔؟
 اپنے سامانوں کو کمان تک ترقی دینگے؟ کب تک لوگوں سے استحصال بالجبر
 کریں گے۔؟ اور کب تک اپنی تنہا ذات کے لیے ان تمام سامانوں کو جو اگلے وقتوں
 میں ایک قوم کی قوم کو کافی ہوتا تھا کم سمجھتے رہیں گے؟ عیش طلبی کا شوق ہمارے
 حوصلوں کی طرح کبھی کھٹنے والا نہیں ہے۔ ناظرین آپ ہی بسلا کوہ جیل
 دریا جنگل یا زمین کا کوئی ٹکڑا ایسا بتلائیں جہاں سے اپنی کھانے کے لئے
 چیزیں نہ آتی ہوں۔ زمین ہماری عمارتوں کے بوجھ سے دب رہی ہے۔ پہاڑ اور
 دریا انسان کی تلاش اور جستجو سے تنگ۔ اس مشت استخوان میں کھانا تک
 خواہشیں بہری ہیں خدا ہی کو معلوم ہے! ایک مکان سے کیا ہمارا گذر نہیں ہو سکتا؟
 ایک وقت میں دو مکان میں نہیں رہ سکتے اور حسین نہیں رہ سکتے وہ ہمارا
 نہیں ہے۔ کاشٹون۔ پندون۔ جال اور کتون کے ذریعہ سے ہم نے خدا کی
 ساری مخلوق کو تنگ کر رکھا ہے۔ ہم کسی شے کو نہیں چھوڑتے مگر وہ جو محض
 معمولی یا ارزان ہونے کے لحاظ سے قابل توجہ ہی نہیں۔ اور یہ سب کسکے لیے

صنعت زبان کے ذالیفہ کے لیے! ہمارے جو صلے کہی پست نمونے اور نہ ہماری خواہشیں اور شہوت پرستیاں کہی کم ہونگی۔ مال اور اسباب روزمرہ ہم پر ہاتھ چلے جاتے ہیں۔ اولاد کی دن دہلی اور رات چوگنی ترقی کے لئے فکر کرتے ہیں اور یا اور سمندر ہمارے لیے زیور اور عیش طلبی کے سامان بہم پہنچاتے پہنچاتے تک گئے!! - ایک بیل ایک چراگاہ میں تمام عمر چرتا ہے۔ ہزار ہا بیون کے لیے ایک جنگل کافی ہوتا ہے۔ مگر یہ حضرت انسان جو اپنے تئیں ضعیف و البینا اور ضعیف الجثہ کہا کرتے ہیں خدا کی ساری مخلوق سے زیادہ کہا جاتے ہیں اور ہر کچھ نہیں کھاتے۔ انہیں ہوک تو کم ہے۔ مگر حرص سب سے زیادہ ہے انہیں وجوہات سے ہم کو یا زندہ درگور ہیں۔ ہمارے مکانات ہماری قبریں ہیں۔ اور اگر کوئی شخص چاہے تو مزاروں کی طرح ہمارے دروازوں پر ہمارے نام کے کتبہ بھی لکھ سکتا ہے۔

شہوت پرست اور عیاش نیکو کار نہیں ہو سکتے

عیاش اور شہوت پرست انسان ہرگز نیک نہیں ہو سکتے۔ اولیٰ نہ تو ملک ہی کی خدمت ہو سکتی ہے اور نہ اولیٰ دوستی پر کسی قسم کا اعتبار ہو سکتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ اولیٰ کا دل اولیٰ کے قبضہ میں نہیں رہتا۔ نیک آدمی کا قدم بہا در سپاہی کی طرح (جو زخم پر زخم کھاتا ہے) چمچے

نہیں پڑتا) اور نہ اوسے اون دشمن اور آنے والی موت کی پروا ہوتی ہے
 بلکہ وہ اونپر اور بھی ناز اور فخر کرتا ہے۔ اگر اپنے فرض ادا کرنے میں وہ
 مر بھی جائے تو سمجھتا ہے کہ اوسنے اپنے آقا پر (جسکا وہ ملازم تھا) اپنی جان
 نثار کر دی۔ وہ ہمیشہ اس مقولہ پر کہ "نیکی کی پیروی کرنا چاہئے" عمل کرتا ہے
 بخلاف اسکے جو لوگ مصائب پر روتے افسوس کرتے اور تقدیر کے
 شاکی رہتے ہیں (گو مقدر کے خلاف اون سے کچھ ہو نہیں سکتا اور بمصداق
 انچہ وانا کنہ کند نادان) تمام تکلیفات کو برداشت کرتے ہیں مگر رو کر۔
 خوشدلی سے کام نہ کرنا اور بے حیاقت نہیں ہے تو کیا ہے؟ مصائب
 میں پریشان ہونے سے جب کوئی نتیجہ نہ نکلے تو انسان پریشان کیوں
 ہو؟ قسمت نے جو کچھ ہمارے لئے مقرر کر دیا ہو اوسے بخوشی قبول کرنے
 میں ہلکو کوئی عذر نہ کرنا چاہئے جس سے بچ سکتا یقینی ہے اوس سے
 بچنے کی کوشش کرنا بے توفی ہے *عم من جرب الحج بحتل بہ اللہ*
 ہم پیدا ہوتے ہی اوسکے بندہ کھلانے لگتے ہیں اور صرف اوس کے
 احکامات کی تعمیل سے ہمارے نجات ممکن ہے۔ ان خیالات کا شخص
 آزاد مطمئن اور محفوظ رہے گا۔ اور اوسکے افعال اور اسکی خواہشیں یکساں
 ہوں گی۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے۔ تو دنیا میں اس سے زیادہ اور کوئی کسرت
 نہیں کہ ہمارے تمام ضروریات دل ہی کے اندر رفع ہوتی رہیں باہر کی امداد

سے منع کرنیکی ضرورت نہ پڑے۔ عیش طلبی کی عادتیں دلو کو کمزور کر دیا کرتی ہیں اور انکی تقویت کیلئے ہیکو قسمت سے امداد طلب کرنا پڑتی ہے جو غلاموں کی طرح امداد اچھہ دولت دیدیا کرتی ہے۔ بُری چیزوں کے دیکھنے سے انہی آنکھیں اور بری باتوں کے سننے سے اپنے کان ہیکو ہر وقت بند رکھنا چاہئے۔ شاہ آلی سس (ulyesa) کو بھری سفر میں واپسی کے وقت صرف ایک مقام پر خطرہ تھا مگر زندگی میں سیکڑوں خطروں سے ہر روز ہیکو سابقے پڑا کرتے ہیں۔ ہر شہر اور شخص کی حالت یکساں ہے اور عزیز سے عزیز دوست پر بھی ہر دوسہ نکرنا چاہئے۔ خدا یا تو ہیکو توفیق عطا فرمائو کہ میں ناکہی اور فضول چیزوں پر اپنی خوشی کا دار مدار نہ سمجھوں۔

بارہواں باب

بیجا خواہشیں پورا نہونیکے علاوہ انسان کو
ہمیشہ متفکر اور پریشان رکھتی ہیں

درد ہر ہر آنکھ نیم نانے دارو
نے خادم کس بود نہ مخدوم کے

از بہر نشست آستانے وارد
گو شاہد بزی کہ خوش جیائے دارو

جو شخص سچی دولت مندی حاصل کرنا چاہے اسکو چاہئے کہ روپیہ کے
بڑھانے کی فکر نہ کرے بلکہ خواہشات نفسانی کے گھٹانے کی۔ علاوہ نصیر
ہونے کے دولت مندی کی خواہش میں ذلت کا پہلو بھی نکلتا ہے جسکو
دولت مند ہی خوب سمجھ سکتے ہیں ایسی خواہشوں اور حوصلہ مند یوں کا کیا
نتیجہ جنکے پورے ہونے پر بھی ہم اون چیزوں کی (جو ہمکو حاصل ہو جاتے
ہیں) مالک نہ قرار پاسکین بلکہ محض امین۔ آخر وہ کیا شئی ہے جسکی خواہش
خون بہانے اور خطر و نین پڑنے سے ہی نہیں جاتی؟ یا حاصل ہو جانے
کے بعد بھی اسکی نگہداشت اور حفاظت میں ہر وقت جان کے لالے
ہوں؟ یا جسکے لئے دوستی اور محبت تو درکنار ایمان تک چھوڑ دینا پڑے
وہ غالباً یہی دولت تو ہے جو دست بدست ہم تک پہنچی ہے اور دوسرے
ہاتھوں تک اسیطرح پہنچسکی ۶ بستہ دگر بچپنیں بخواہد رفت
کوئی شئی ہماری نہیں ہے مگر وہ جسکو اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر یا اپنے
لئے خرچ کر ڈالیں یا جسکو اور دن پر منتقل نہ کر سکیں وہ آسودہ ہونے والی شئی
لاج ہی تو ہے جسکو کوئی فیاضی آسودہ نہیں کر سکتی۔ اور ہماری خواہشیں
ایسی غیر محدود اور لامتناہیں کہ ایک کے پورا ہوتے ہی ہم دوسری کے
پورا کرنے کی فکر کرنے لگتے ہیں۔ جب تک روپیہ بڑھانے کی فکر کرتے رہیں گے
یہ تو ظاہر ہے کہ اسکا صحیح استعمال ہم سے نہ ہو سکیگا۔ اور وقت کا زیادہ حصہ

اوس کے متعلق حساب کتاب رکھنے اور اُس کے سمجھوتہ میں صرف کرنا ہوگا جسکے ضائع ہو جانے سے کسیکو کچھ فائدہ نہیں پہونچتا۔ بچوں اور بوڑھوں کی عادتیں اگر یکساں ہو جائیں تو دونوں میں پھر کیا فرق رہے۔ پھل پھلاری کے لئے بچے غل بچاتے اور روتے ہیں اور سونے اور چاندی کے لئے بوڑھے سمجھتے ہیں گتے کو اگر روٹی کا ٹکڑہ دو تو وہ اوسے سے منہ سے پکڑ لینگا۔ زمین پر گرنے نہ دینگا۔ اور حلق سے نیچے اترتے ہی دوسرے کے لئے منہ پھیلادے گا۔ یہی حالت ہماری ہے۔ مقدر نے جو کچھ اسوقت تک حکم دیا ہے اوسے تو ہم کلیجہ سے لگائے ہوئے ہیں اور زیادہ ملنے کے منتظر ہیں۔ !! ہماری یہ شکایت کہ اللہ جل شانہ نے سونا چاندی ایسی بیش قیمت دہاتوں پر اور زیادہ بوجہ کیوں نہیں رکھا اور زمین کے اندر اور زیادہ گہرا کیوں نہ دیا محض بے فائدہ ہے۔ جبکہ مومی سندات، سودی تمسکات، اور دیگر دستاویزات کے ذریعہ سے اُن تک پہونچنے کی بہتے ترکیب نکال ہی لی۔ یہ تو انہم من الشمس ہے کہ جن چیزوں کو ہمارے حق میں اللہ جل شانہ نے مفید سجادہ مفت اور بلا کسی قسم کی تکلیف کے ہکھولتی رہتی ہیں۔ مگر لوہا، سونا اور چاندی جو قتل اور خونریزی کے ذریعے اور آلے ہیں اون کو ہم تک جلد نہ پہونچنے کی مصلحت سے زمین کے اندر چھپا دیا ہے۔

حرص کے لئے حرص ہی ایک قسم کی سزا ہے

حریف کے لئے یہی ایک سزا نہیں ہے کہ وہ حرص کے عذاب میں مبتلا ہے بلکہ بہت سی اور بھی ہیں۔ کیسا ذلیل ہے وہ شخص کہ کسی سے کچھ مانگتے اور مانگ مانگ کر اپنی خواہشیں پوری کرے یہ اس سے بھی زیادہ ذلت کی بات ہے! روپیہ کی حفاظت کرنا اس کے حاصل کرنے کی تدبیروں سے بدرجہا زیادہ تکلیف دہ ہے۔ نقصان پہنچنے کا خیال ہی کیسا پریشان کن خیال ہے! اور نقصان پہنچانے کا صدمہ تو الامان۔ امیر زون کو خوش نصیب سمجھ کر ہر شخص اونکا سا ہونا چاہتا ہے۔ مگر کیا کبھی کسی شخص نے اس امر پر غور ہی کیا کہ اونکی سی بدتر حالت دنیا میں کسی اور کی بھی ہے! دماغ میں پریشانیوں کا جو جم ہے اور حاسدوں کی طعنہ زن زبانیں ہر وقت اونکے لئے گولی ہوئی ہیں۔ کوئی حریف اپنی دولت اپنی مویشیوں اور غلاموں کی کثرت اپنی زمینداری اور معمولوں پر ناز کر ہی نہیں سکتا اسلئے کہ اونکی یہ سب جو وہ حالت بمقابلہ اونکے جسکی آئندہ ملنے کی وہ خواہش کر رہا ہے محض بے حقیقت ہے۔ اگر اس حد تک نہیں تو اتنا تو ضرور ہے کہ ایسا حالت بہت ہی ذلیل اور گدایانہ سمجھتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ صرف ایک ہی شخص تمام دنیا کی چیزوں پر قبضہ پالے۔ ہاں ان سب چیزوں سے متنفر ہو کر اوننے ترک تعلق کر دینا البتہ ممکن ہے۔ تو نگری تو ذلیل سمجھ کر اونکی اسد عازہ کرنا ایک اور قسم کی تو نگری ہے۔

اے زر تو خدا تہ و لیکن بخدا

ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

بعض حکام روپیہ کمانے ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو شوہر تین لیتے ہیں۔ یہ اسی حکام تجارت پیشہ لوگوں کی طرح یہ نہیں دیکھتے کہ چیز کیسی ہے۔ بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ دام کیسے ہیں۔ صلہ ملنے کے خیال سے ہم ایماندار بنے رہتے ہیں اور یہی خیال ہم کو بے ایمان بھی بنا دیتا ہے۔ جب تک ایمان داری سے نفع پہنچتا رہتا ہے ہم ایمان داری پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ اگر بے ایمانی سے زیادہ فائدہ کی امید ہو جائے تو پھر ایمان داری پر قائم نہیں رہتے۔ لڑکپن سے روپیہ کی تعریف مان باپ سے سنتے سنتے ہم اتنے بڑے ہوئے اور جون جون بڑھتے گئے روپیہ کی محبت بھی ہمارے دل میں اوسے طرح بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اوس خداے پاک کا شکر ادا کرنے میں بھی تو روپیہ ہی کی صرف کرنی ضرورت سمجھی گئی۔ ان تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون اسی وجہ سے مفلس ہونا بلا اور مصیبت سمجھ لیا گیا ہے۔

چہ خورد بادادف ز زدم

شب چو عقد نماز بر بندم

اس مصیبت کو شعرا نے اور بھی زیادہ کر دیا ہے۔ اوکے مذاق کے موافق آفتاب سوسنیکی گاڑی پر سوار ہو کر نکلا کرتا ہے۔ سب سے عمدہ زمانہ گولڈن ایج ہی کہلاتا ہے اور انہیں خیالات کی وجہ سے رشوت ستانی جو دنیا میں سب سے ذلیل چیز ہے سب سے زیادہ برکت والی شے سمجھی جانے لگی۔!

حرص کی وجہ سے ہم تک مزاج ہو جاتے ہیں اور ذلیل رہتی ہیں
حرص ہم کو صرف پریشان ہی نہیں رکھتی بلکہ اپنے اہلے جنس کا بدخواہ بھی بنا دیتی

ہے سپاہی ہر وقت لڑائی کا خواہشمند رہتا ہے۔ کسان غلہ کی گرائی کا حکیم
 بیماری کی زیادتی کا۔ دکلا فوجداری اور دیوانی معاملات کی کثرت کے۔ وہ سوداگر جسکے
 پاس نادر اور عمدہ اشیاء تجارتی ہین چاہا کرتا ہے کہ لوگ عیش پسند ہو کر اوس کے
 مال کی زیادہ خریداری کریں اور وہ اس طریقہ سے لوگوں کو تباہ کر کے اپنے لئے دولت
 جمع کرنا چاہتا ہے۔ طوفان اور آتشزدگی کے بعد اینٹ فروخت کر نیرالون اور ٹبرہیون
 کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مختصر یہ کہ دنیا کا دستور یہی ہے کہ ایک کے نقصان سے دوسرے
 کو فائدہ پہنچے۔ سچ تو یہ ہے کہ جو لوگ ہماری موت سے فائدہ اٹھا سکتے ہین وہ
 ہمارے زندہ رہنے سے خوش نہیں ہو سکتے یونان کے وزیر ویسا ڈیو نے ایک شخص
 کو صرف اسی بنیاد پر پھانسی دیدی کہ وہ سامان تجویز تکفین بطور تجارت نفع سے بیچا کرنا
 تھا اس وزیر کا یہ خیال تھا کہ اپنے منافع کے لئے وہ وبائے عام کا خواہشمند تھا کیونکہ
 اسکے بغیر اوسے کوئی معقول فائدہ پہنچ سکتا غیر ممکن تھا۔ مگر میرے نزدیک اوس کا یہ خیال
 غلط تھا۔ ممکن ہے کہ اسکو زیادہ خریداروں کی خواہش نہو بلکہ یہ کہنا ہو کہ ان چیزوں کو سستا
 خرید کر کے گران بیچتا ہو۔ اگر پہلی حالت صحیح تھی تو چاہیے تھا کہ اون سوداگر دن کو بھی سزا
 دیجاتی جسے بے شخص سامان خرید کر تا تھا۔ جو چیز ہین ہماری خواہشات کو بڑھاتی ہین وہی
 ہمارے دلون کو کمزور بھی کر دیتی ہین۔ جہاں دل میں خواہشیں بڑھین اور وہ کمزور ہوا۔
 اول تو وہ خوشی میں بڑھتا ہے اور بعد کو غم اور نجات سے پرہو کر کمزور ہو جانے سے
 محض بیکار ہو جاتا ہے۔

گناہ اور پریشانیان ہواؤ ہوس کے لئے لازمی ہیں

شہوت پرستی - عیاشی - اور حرص کی برائیوں کے بیان کرنے کے بعد ہم اور مسلمات کا تذکرہ کریں گے جو دنیا میں اچھے سمجھے جاتے ہیں - یعنی سلطنت اور ملکی وسعت اور ملک کی فتوحات کا شوق - وہ لوگ جو دولت اور عزت حاصل کرنے کے پیچھے پاگلوں کی طرح پڑ گئے ہیں اگر ان لوگوں کے دلوں کو دیکھ سکتے جنکو دولت مند اور معزز ہونے کا شرف حاصل ہو چکا ہے تو اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں ہے کہ ان کے دلوں کو پریشانیوں اور مصیبتوں سے پُر دیکھ کر وہ حیرت زدہ اور بچکے رہ جاتے - ایسے تمام عہدے جو گنواروں کی آنکھ میں چکا چوند پیدا کرنے والے ہیں اور کئی خوشیوں سے بھی جھوٹی ہونے کے علاوہ غیر مستقل اور غیر یقینی ہیں - اس قدر محنت اور مشقت سے حاصل کرنے کے بعد ان مسرتوں سے ہمیشہ مستفید ہونے کی خواہش اس سے زیادہ بڑھ کر غیر یقینی ہے طمع ہم میں غرور اور خود پسندی پیدا کر دیتی ہے جسکی وجہ سے اگر ہم کسی کو اپنے سے زیادہ دولت مند دیکھتے ہیں یا کم یہ دونوں حالتیں ہمارے لئے تکلیف دہ ہوتی ہیں ہم ہمیشہ حسد کی آگ میں جلا کرتے ہیں - ایک طریقے سے تو ہم حاسد ہیں اور دوسرے طریقے سے محسود -

اسکندر اعظم نے کہتے ہیں ملک فتح کر لے کر کیا فائدہ ہو جب وہ مفتوحہ ملک پر قناعت نہ کر سکا! - انسان جتنا ہی جریں ہوگا اور سیدھا اور ملکی خواہشیں بھی وسیع ہوں گی - ایسے

خرف کے پر کرنے کی کوشش کرنا کیا جو کبھی پرنہو سکے۔ ایسے بہادر شخص کے لئے جو پڑے پڑے بادشاہوں اور وسیع سلطنتوں کو مطیع کر چکا ہو سچ کئے کیسے انوس کا مقام ہے کہ اوسکو خواہشات نفسانی نے اپنا غلام بنا کر رکھا ہو! احرص وہی تو ہے جسکی وجہ سے دل میں اعلیٰ سے اعلیٰ تر چیزوں کی خواہشیں پیدا ہوتی رہیں اور جب پوری نہونے والی باتیں ایک مرتبہ پوری ہو جائیں تو غیر ممکن باتوں کے پوری ہونے کی امید ہونے لگے۔ جرنیصوں کی حالت بالکل استقا کے مرض کی سی ہوتی ہے جسکی پیاس کبھی نہیں بجھتی۔ نیکی کا راستہ سیدھا اور صاف ہے مگر مارت اور عظمت تک پہنچنے کے راستے میں پڑا اور ڈھالوان ہی نہیں ہیں بلکہ برف باری کی وجہ سے پسلاؤں ہی۔ مگر بائینہرا مر کو اس بات کے یقین کرانے کی کوشش کیجئے کہ اونکی حالت ویسی خطرناک ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے تو انہیں کبھی یقین نہ ہوگا۔ فضولیات کی خواہش تکلیف دہ ہوتی ہے اونے کو ہلکو آرام ملنا ممکن ہے مگر قسمت پر اوکا ذرا سا بھی اثر نہیں ہے۔ دولت اور عزت تک پہنچنے کے جو راستے ہیں ان میں سے ایک پگڈنڈی تکلیف کی طرف ہی نکل گئی ہے اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ خوشی میں رنج کے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ علاوہ ان خوفناک نتائج کے جو اس سے پیدا ہو جاتے ہیں لالچ ایک ایسے ہنور کے مانند ہے جس میں کسی چیز کا پتہ نہیں لگتا۔ جن چیزوں کو اوروں سے لیکر ہننے اپنے پاس فراہم کیا ہے ممکن ہے کہ اور لوگ بھی ہم سے اس طرح لیبجائیں۔ بڑی بڑی

خطابوں کی وجہ سے ہم اگر اپنے تئیں بڑا سمجھنے لگیں تو ہماری حماقت ہے۔ ہرکو جانتا چاہئے کہ بجز ظاہری نمائش اور نمود کے اوفنے کوئی اور نتیجہ نہیں نکلتا۔ طمع کئے ہوئے زیورون کی چمک آنکھوں میں خیرگی ضرور پیدا کر دیتی ہے۔ مگر ہر سجدہ اور سجدہ جانا ہے کہ جس دہات سے وہ بنائے گئے ہیں کیسا ادنیٰ درجہ کا درنکما اور خراب ہے۔

بہت ہی بد نصیب وہ شخص ہیں جن کو

عوام الناس بڑا اور خوش نصیب سمجھے ہوئے ہیں

میرے نزدیک ایسے لوگ ہرگز حسد کے لائق نہیں جنہیں عوام الناس خوش و خرم اور خوش نصیب سمجھتے ہوں۔ پاک دل کہی جو ٹی تعریف اور خوشامد سے خوش نہیں ہوتا۔ اور نہ جو ٹی شان و شوکت ہماری خوشیوں پر اپنا اثر ڈال سکتی ہے۔ یہ خیال آج کل غلط قائم ہو گیا ہے کہ غل اور شور کئے بغیر ایسا ناز آدمی پہچانا نہیں جاسکتا۔ اور اسی لئے لازم ہوا کہ تمام آدمیوں سے نفرت کی جائے اور اون کو پریشان کیا جائے جو شخص اس طرح سے دور رکھا جاتا ہے ممکن ہے کہ اوس سے زیادہ نیک اور ایماندار ہو جو اوسے اپنے قریب تک آنے نہیں دینا۔ جو شخص بلا نقصان غیر سے اپنے اختیارات کو اپنے حق میں مفید بنانا چاہے اوس کو چاہئے کہ اول اپنی خراہشات نفسانی کو اپنے ہی حق میں مفید بنانے کی کوشش کرے۔ زہ مغلوب

ہونے والے شہروں کو جن بہادروں نے آخر کار خاک سیاہ ہی کر کے چھوڑا۔
 بڑی بڑی فوجوں کو جنہوں نے اپنے سامنے سے بھگا کر آخر کار تہ تیغ کر ہی ڈالا۔
 اور خون میں نہا کر اپنے دشمنوں پر جنہوں نے فتح حاصل کر ہی لی۔ آخر میں اپنی کمینہ
 خواہشات نفسانی میں گھر کر اس ذلت و خرابی کے ساتھ گرفتار اور مقید کئے گئے
 کہ پناہ بچا! اسکنہ را عظم کے دماغ میں یہ سودا سا گیا تھا کہ اپنی بے پناہ تلوار سے
 سلطنتوں کو زبرد زبر کر ڈالے۔ اس کی ابتدا اور کمین سے نہیں۔ اپنے ہی مسکن
 اور ملکہ یونان سے اوسنے کی اداہان کے نفیس اور نادر چیزوں پر اپنا قبضہ کر کے
 آگے بڑھا اور لیسٹیمین کے باشندوں کو غلام بنا کر اٹھینس میں نقل عام
 کر کے ہزار ہا بندگان خدا کو بے گناہ جان سے مارا!! اپنے باپ قلب
 کے زرخیز اور مفتوح قصبات اور شہروں کی بربادی ہی پر قناعت نہ کی بلکہ مخلوق خدا
 کا اپنے تئیں دشمن سمجھ کر وحشی اور درندہ جانوروں کی طرح جس چیز کو کھانا نہ سکا برباد کر دیا!
 اوس پر کیا موقوف ہے۔ ہر انسان پر اقبال مندی کا اثر پڑ ہی جاتا ہے۔ یہ اثر قلب
 کو کبھی تسکین حاصل کرنے نہیں دیتا دماغ ہر وقت پریشان رہنے کی وجہ سے چکر
 کھایا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امرا اور صاحب اقبال حریص۔ عیاش اور مغرور ہو جاتے
 ہیں۔ نرم دل تو شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔

جامعی خوردن و ہشیار نشستن سہلست	تا بد دولت برسی مست نگر دی مروی
---------------------------------	---------------------------------

اقبال مندی تک پہنچنے کا راستہ نہایت ہی ڈھالوان ہے۔ اور اگر کوئی شخص اقبال مند

ہو کر حد سے زیادہ نہ بڑھا۔ توخیر۔ ورنہ وہی اقبال مندی ایک روز اوسکی تباہی اور بربادی کا باعث ہو کر اوسکی وبال جان ہو جاتی ہے۔ اقبال مندا۔ یہ خوش قسمت کم گزرے ہیں جو آخر تک اوسکی جھوک سبب نہال سکے ہوں۔ یہ تو ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ انسان جتنا بڑھا و اتنا ہی گھٹا اور آخر میں ذلیل اور تباہ ہوا۔

تیر ہواں باب

خوف و جانسانائی زندگی کے حق میں ہر قاتل کا اثر رکھتے ہیں

دنیا میں ایسا شخص جسے ناامیدی کا لٹکا لگا ہوا ہے کہی خوش نہیں رہ سکتا۔ ہر شخص کی حالت ایسی ہے جسے آئندہ کسی ناامیدی کا خوف ہو۔ امید اور بیم کو بظاہر متفرق معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں ایک ہیں۔ اور ایک دوسرے سے بہت ہی قریب۔ ایسے قریب۔ جیسے قیدی سے اوسکا محافظ۔ ایک کے پیچھے دوسرا۔ اسکا سبب یہ ہے کہ طبیعت کے جذبات ہر وقت بڑھتے رہتے ہیں جٹکا پورا ہونا زمانہ آئندہ پر منحصر ہوتا ہے امید ان دونوں حالتوں کی درمیانی حالت کا نام ہے۔ اگر تمام زمانہ یہ مان لے کہ جو پریشانیان پہلو اسوقت ہیں وہ صرف اسبوجہ سے تو ہیں کہ ہم اپنی حالت موجودہ آئندہ یا دونوں کے نسبت ہر وقت غور و فکر کرتے رہتے ہیں تو پھر کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ مگر اسوقت تک تو سب کا اتفاق ہوا نہیں۔ حالت موجودہ کے نسبت اگر ہم

پریشان ہیں تو وجہ پریشانی کا رفع کر دینا اور اس کے اختیار کی بات ہے۔ یہی حالت آئندہ
 اس کی نسبت فکر ہی کیا ہے ممکن ہے کہ زحمت آئے یا نہ آئے۔ پیش از مرگ و ادبلا حقیقت
 ہی تو ہے۔ اگر انسان ایسا ہی کیا کرے۔ موجودہ حالت کا لطف کبھی اُسے
 نہ ملے اس لئے کہ کسی شے کے ضائع ہو جانے کا خیال اور اس کے واقعی ضائع ہو جانے
 کے صدمہ کے برابر ہے۔ انسان کو دورانِ نشی ہونا چاہئے مگر بزدل اور لاپرواہ
 نہیں۔ ایسا شخص مصائب کے آئینے پیشتر اور اس کے رفع کرنیکی تدبیریں سوچ لیا کرتا ہے
 یہ ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو کسی خاص قسم کا خوف ہو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ
 اس کے سبب سے وہ ہمیشہ خوف زدہ ہی رہے۔ اس سے میرا یہ منشا ہے کہ اس کے
 دل پر خوف کا اثر تو ہو سکتا ہے مگر اس کے بُرے نتائج کا نہیں۔ ہاں۔ اگر ہم خوف
 کو ہر وقت دل میں جگہ دیتے رہینگے تو ضرور ڈرنے کی عادی ہی ہو جائیں گی اور
 یہ بہت بُری بات ہے۔ میرے نزدیک یہ نہایت ہی نامردانہ اور ذلیل امر ہے
 کہ انسان ہر وقت مشکوک۔ غیر مستقل اور بزدلانہ حالت میں رہے ایک قدم آگے بڑھا
 اور دوسرا پیچھے ڈالے۔ اس روز روز کے خوف سے تو یہ بدرجہا بہتر ہے کہ جس
 بات سے وہ ہر وقت ڈرا کرتا ہے وہ اس پر ایک مرتبہ گزر ہی جائے۔

اگر آئندہ ہونیوالی باتوں کا خوف ہم پیشتر ہی سے کیا کریں
 تو ہمارے کلیفون کی کچھ حد و پایاں نہ رہی

پیش از مرگ واویلا کرنے کے اگر ہم مصداق جینا میں تو یہ زندگی ہم کو وبال جان ہو جائے
ایسی حالت میں یہی طریقہ مناسب ہے کہ ایک اڑی ہوئی کیل کو دوسری کیل کے ذریعہ
سے نکالیں۔ یعنی یہ کہ خوف کے ساتھ امید کو بھی شامل کر لیا کریں۔ اس سے گو ہماری
تکلیفیں بالکل رفع نہ ہو جائیں گی۔ مگر اون کی برداشت کی سختی میں کسی حد تک کمی ضرور
ہو جائے گی۔ کسی ایسی شے کا وقوع نہونا جس کا خوف ہوگا ابھی سے ہے ویسا ہی
غیر یقینی ہے جیسا کہ اوکا ہونا۔ مگر ہماری سر بیح الاعتقادی کا برا ہو۔ جو خوف کو ہمارے
سامنے پہلے ہی سے لاکر موجود کر دیا کرتی ہے۔ فرض کر دو کہ وہی ہو جائے جس کا
خوف ہمارے دلون میں سما گیا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ممکن ہے کہ ہمارے
حق میں وہی بہتر ہو۔ فرض کر لو کہ جس بات سے ہم ڈرتے ہیں زیادہ سے زیادہ
یہ ہے کہ ”ہم مر جائیں گے“۔ اور اگر ہم مر ہی گئے تو کون جانتا ہے کہ یہ ہر منہا ہی ہمارے
حق میں مفید نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ نے ہماری شہرت ممکن ہے کہ اسی پر منحصر رکھی ہو
سقطاظر ہر کا پیالہ پی۔ لینے ہی سے تو مشہور ہوا۔ کیٹھو ایسے نامی اور جراثیم کے لئے
خود کشی ہی تو باعث شہرت ہوئی۔ مصیبت کے آنے سے ہم کیون ڈریں؟ اس کا یقین
کیسے ہو گیا کہ ہم پر وہ آئے بغیر نہ رہے گی۔ کتنے مصائب جنگلی آنے کے خوف سے ہم
پریشان ہو رہے تھے نہیں آئے۔ کتنے آئے مگر ”رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گذشت“
کے مصداق بنے جب (خدا خواستہ) وہ وقت آہی جائے تو او سیرت افسوس
بھی کر لیا جائے گا۔ جب تک نہ گئے تو کیون خدا سے ہتھی کی امید نہ رکھیں۔ اکثر

دیکھا گیا ہے کہ خود بخود کوئی باٹ ایسی ہو گئی جس سے آبیوالی صیبت یا تو بالکل ٹل
 ہی گئی یا چندے اوس سے نجات مل گئی ع مترس از بلاے کہ شب در میان ست
 اور یہ باتین تو قریب قریب شہرخص کے تجربہ بین آپکی مہین کہ یکڑون آدمی آگ مین گر کر پڑ
 گئے۔ صد ہا چستین گرین اور دیوارین نیچے آ رہیں مگر کیسے جسم مین خراش تک نہ لگی۔ جلاؤ تلوا
 کا ہاتھ لگانے ہی کو تھا کہ جان بخشی کا حکم آ گیا۔ اور پہانسی کے حکم دینے والے سے پہانسی پائے والے
 زیادہ عرصہ تک زندہ رہا۔ قصہ مختصر یہ کہ خوش نصیبی ہو یا بد نصیبی جو حالت ہو اوسی کے موافق
 اوسین لطف بھی ہے۔ شاید ایسا ہو۔ شاید ایسا نہ ہو۔ جب تک ہونہ لے کیسے یقین کر لیا
 جا کہ جیسا ہو سوچ رہے ہین ویسا ہی ہو گا۔ بسا اوقات لفظون کے معنی سمجھنے مین غلطی
 ہو جاتی ہے۔ اونکا مطلب اونکے اصلی معنوں سے کہین زیادہ خراب سمجھ مین آ جانا ہر
 آپ ہی بتلا مین کہ آخر کاریہ سب پریشانیاں بے وجہ ہین یا نہیں بہ جب (خدا انجوہستہ)
 مصائب آجائیگے تو رخ کر نیکے لئے وقت بھی کافی دیا جائے گا۔ اور سچ پوچھو تو افسوس
 کرنے کا وقت ہی وہی ہے پیشتر سے اوسکا خیال کر کے رونا اور افسوس کرنا بالکل
 بیجا ہے۔

برے وقت کے لئے پہلے سے انتظام کر رہنا چاہئے

وہ شخص جو آئیوالے مصائب کے خوف سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اوسے چاہئے کہ اولاً
 یہ فرض کر لے کہ اوسپر کو یا وہ نام مصائب ایک ساتھی ہی نازل ہو گئے۔ اسکے بعد وہ ہر ایک

کے بڑے نتیجے پر علیحدہ علیحدہ اگر غور کرے گا تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ سب
 نہ تو کچھ زیادہ ہی تھے اور نہ دیر پایا۔ وہ بڑے نتائج جنکے پیدا ہو جائیں گے خوف اس پر
 غالب ہو گیا تھا اگر بیچ پوچھو تو وہی خوف اور لگا باعث تھا۔ مرض کے پیدا ہونے سے
 پیشتر ہونے والے مرض کے جسم میں ایک قسم کی سنسناہٹ حسّتی اور اعضا شکنی
 کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح وہ شخص جب کا دل کمزور ہے آئندہ مصیبت کا تصور
 کر کے یا تذکرہ سن سُن کر اپنی زندگی اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔ جو بلا میں شاید کج سے
 بچاس برس بعد نازل ہو نہ والی ہیں اور لگا تصور آج ہی سے کر کر اپنے خوشیوں کا کیون خون کیا جا
 اس قسم کا مزاج ایک قسم کا مرض ہے اور اپنے تئیں ناخوش رکھنے کا ایسا آلہ ہے جسکو
 ہم نے خود بڑی محنت سے اپنے اہل و عیال کے اظہار کرنے کے لئے ایجاد کیا ہے
 جن کا وجود قطعی اس وقت تک نہیں ہے بعض آدمی مصائب کا آنا تو درکنار اس کے
 خیال ہی سے پریشان ہو جاتے ہیں جس طرح بچے سایہ یا کسی بڑھکل شخص کو دیکھنے
 سے۔ اگر کسی ظالم یا جابر کے ظلم یا جبر کا ہم کو خوف ہے تو یہ بات کہ وہ بھی بخیر نہیں ہے
 ہماری تسکین کو بہت کافی ہے۔ دیکھئے کہ شیر سا بہادر جانور بھی پتے ایسی بے حقیقت
 شے کے کھڑکڑاہٹ سے ڈر کر چوکننا ہو جاتا ہے۔ اور خوفناک جانور جس شے کے دیکھنے
 سے غصہ میں آ جاتا ہے اسی کے خوف سے اس کے جسم میں رعشہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔
 سایہ۔ آواز۔ غیر معمولی بو اسے چوکننا کر دینے کے لئے بہت کافی ہے۔

احتیاج۔ علالت اور حکاموں کی بردستیان تمام مصائب سے بدترین

احتیاج۔ بیماری اور اون نظاما لمانہ کارروائیوں سے جو زبردستوں کے جانب سے ہم پر کھجائی
ہو، میں میرے خیال میں ہر انسان زیادہ ڈرتا ہے۔ انہیں سے پھللی حالت تو ضروری خطرناک
ہے اسلئے کہ ایسی تکلیفوں کے پہنچانے کے لئے بہت سے سامانوں کی ضرورت پڑتی
ہے بیماری اور افلاس کی تکلیفیں گونا گوار ہوتی ہیں مگر اون کا اثر رفتہ رفتہ چونکہ ہم پر ہوتا ہے
لہذا زیادہ تکلیف دہ ثابت نہیں ہوتی۔ علاوہ اسکے اونکی آمد میں بھی تو زیادہ شور و غل نہیں
ہوتا۔ بخلاف اسکے ظالم ظلم چسپا کر نہیں کرتے۔ سفائی کا لشکر اونکے ساتھ ہوتا ہے۔ آگ
تا بار۔ پہانسی لگانے کے سامان۔ شنگے۔ مردہ خور جانور۔ سولی دینے کی سینیں جسوں
کے ٹکڑے اڑا دینے کے آئے۔ زندہ جلادینے کے لئے رال کے تیلے اور جلادی
کے اور بہت سے سامان! ایسی ایذاؤں جنکے ساتھ اتنا ہجوم ہو اور جو ہم پر ان بد نظریوں
میں کی جائیں کچھ بھی تعجب نہیں اگر وہ بمقابلہ اور ایذاؤں کے ہر کم زیادہ مسبب معلوم ہوں۔
جلاد کے پاس جسمانی درد اور تکلیف پہنچانے کے ذریعے اور سامان چونکہ زیادہ ہوتے
ہیں لہذا اوسے سے لوگ زیادہ ڈرتے ہیں۔ ہزار ہا شخص جو اور حالت میں خوشی سے حث
کا مقابلہ کرتے، انہیں ایذاؤں کو دور ہی سے دیکھ کر بلکا اونکے نام ہی سے گبر جاتے ہیں
بہر کم۔ پیاس اور تپ و لرزہ کی تکلیفیں گوار اور تکلیفوں سے کم نہیں۔ مگر چونکہ ہماری نظروں

سے پوشیدہ ہیں لہذا اون کا اثر ہماری قوت و اہم پر کم پڑتا ہے بعض آدمی جب تک کہ
 مصیبت میں مبتلا نہیں ہوتے اونکی برداشت کرنیکی طاقت اپنے میں پاتے ہیں۔
 مگر جہاں جلاد اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے اونکے پاس پہنچا اور آگ۔ سولی
 پھانسی اور سوت کلاسا مان اونکے سامنے آیا تو بز دلون کی طرح اون کی ہمت عین ضرورت
 کے وقت اون کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے!! بیماری۔ قید۔ آتشزدگی کے حادثے ہر وقت
 ہوا ہی کرتے ہیں۔ مکانوں کا گرنا جنازوں کا نکلنا۔ آگ سے جلنا۔ یہ بھی ویسے ہی روزمرہ
 کے واقعات ہیں۔ ان سے زیادہ تعجب خیز ان احباب کی موت سے جو رات کو ہمارے
 ساتھ دعوت میں شریک تھے اور صبح کو چل بیے! جس حالت میں ہم اپنے چاروں طرف
 ایسے واقعات ہر وقت دیکھا کرتے ہیں تو کیا یہ کوئی تعجب کی بات ہے اگر ہم پر بھی ایسا
 ہی کوئی واقعہ گزر جائے اور سوقت یہ کہنا کہ ہلکو تو اسکی امید نہ تھی ضرورت ہے۔ کیون
 صاحب۔ کیون نہیں تھی؟ بھلا غور تو فرمائے کہ ایسی کونسی ملکیت اور جائداد ہے جسپر
 افلاس کا جنونکا نہ چل گیا ہو یا بندرعیہ نیلام کے دوڑ کے نام منتقل نہ ہو۔ وہ کون
 عمدہ دار یا منصب دار ہے جو کہیں نہ کہیں بے عزت اور ذلیل نہیں ہوا؟ وہ کونسی سلطنت
 ہے جسے اپنے پادشاہ کو نہیں بدلا؟ اور آخر میں جو خود بھی ویران اور تباہ ہونے سے بچی
 صد بابا و شاہ اور شہزادوں کے گلوں میں اونہیں جلادوں کے ہاتھ پھانسی کی رسی ڈال
 گئی جو معمولی آدمیوں کو پھانسی دیا کرتے تھے!! سچ تو یہ ہے کہ جو اور دن کی قسمت میں
 ہے وہی ہماری قسمت میں بھی ممکن ہے۔ کہ ہو۔ مگر مصائب کی پیش بینی اونکی تکالیف

کے اثر کو کسی حد تک ضرور کم کر دیا کرتی ہے۔

ہماری تکالیف اور مسرت کا انحصار زیادہ تر چیزوں

کے صحیح اور غلط اندازہ پر ہے

قوتِ واہمہ کے غلط اندازہ کر لینے کے سبب سے صد ہا چیزیں جو رات کو خوفناک معلوم ہوتی ہیں دن کے وقت اونہیں دیکھنے سے نہیں آجاتی ہے۔ مشقت اور موت میں آخر ایسی کیا بات ہے جس سے ہم ڈر کرتے ہیں۔ محنت کرنے یا مرجانے میں تو ایسی کوئی تکلیف وہ بات بظاہر معلوم نہیں ہوتی۔ مگر ادن کا خیال ضرور تکلیف دہ ہے جسکی وجہ سے ہم اونے نفرت کرنے لگے ہیں۔ مگر کرنا نہیں چاہیے۔ ہم ادن سے سختی یا تکلیف کی وجہ سے نہیں ڈرتے بلکہ اسوجہ سے کہ پہلے سے ڈرا دئے گئے ہیں افلاس اور دنیاوی کمزوریاں ہمارے اوپر ویسا ہی اثر کرتے ہیں جیسا کہ بچوں کے حق میں بہت پریت۔ ہم ادن سے اوس وقت تک خوفناک رہتے ہیں جب تک کہ اونہیں نہیں پکتے۔ اگر اونکے نزدیک پہنچ جائیں تو ڈر ہی جاتا رہے۔ فرضی چیزوں پر ہم اپنی رائے قائم کیا کرتے ہیں۔ احباب کی غلط رایوں کی وجہ سے ہم بھی غلطیاں کرتے ہیں اور ادنیٰ رائے کے مطابق اونہیں چیزوں کو ہم بھی اچھا سمجھتے ہیں جنکے وہ لوگ خواہشمند ہوتے ہیں معاملات کا غلط اندازہ اس وجہ سے کرتے ہیں کہ فطرت کے قواعد کے مطابق نہیں چلتے

بلکہ انہی یا اوروں کی رائے پر صرف اسی وجہ سے دولت ثروت۔ عزت اور حکومت کی قیمت
 گھاری نظروں میں بہت زیادہ ہے۔ اونکو اپنے حق میں مفید سمجھ کر اپنے لئے حاصل کرنیکی
 کوشش کرتے ہیں اور دوسروں کو یہی ترغیب دیتے رہتے ہیں اور اسی طریقہ سے
 یہ خیال خام تمام دنیا میں پھیل گیا ہے۔ ہر شے کی ماہیت کو سمجھنا گو وہ خفیف ہو یا سنگین
 بہت مشکل ہے۔ کم فہمی کی وجہ سے بہت باتوں کو ہم سنگین سمجھ لیتے ہیں اور جو باتیں
 واقعی سنگین ہیں اون کو خفیف سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ نمایشی چیزوں سے نمایش پسند
 طبیعت ہی موثر ہوتی ہیں۔ وہ حوادث زمانہ جو ہم کو اس قدر خوف کئے ہوئے ہیں فی نفسہ
 خوفناک نہیں ہیں مگر ہماری طبیعت کی کمزوری اور نہیں زیادہ خوفناک بنائے ہوئے ہے
 عادت تو ہم لوگوں کی یہ بڑھ گئی ہے کہ سنی ہوئی باتوں پر ہم زیادہ غور و فکر کرتے ہیں مگر
 اونپر ذرا ہی نہیں جو ہمارے قلب پر اثر ڈال رہی ہیں۔ جن چیزوں سے ہم ڈرتے ہیں
 انہیں نہیں کہ اون کی اصلیت کے سمجھنے میں کوشش کریں یا اونکے خلاف رائے زنی
 کر سکیں جبکہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر وقت خوف کی وجہ سے باتوں پر زان رہتے ہیں۔ یا فوج
 کے اوس دستہ کی طرح غلطی میں پڑے رہتے ہیں جسے سامنے سے خاک اوڑھتی
 دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ غنیمت کی فوج اونپر حملہ کر چکے لئے چلی آئی ہے اور بے محابا اوپر حملہ
 کر بیٹھا۔ قریب جا کر دیکھا تو بیٹروں کی گلہ کے سوا کچھ یہی نہ تھا۔ جسم اور دل جب دونوں
 خراب ہو جاتے ہیں تو ذرا سی ہی بات کی برداشت نہیں ہوتی۔ اسلئے نہیں کہ وہ
 قابل برداشت نہیں ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ ہم میں بے استقامتی اور حماقت بھر گئی ہے

ہم ایسے بے شعور ہیں کہ اصلی اور بنے ہوئے مخلوط الحواس شخص میں تمیز نہیں کر سکتے اور نہ یہہ جانتے ہیں کہ کس کا علاج حکیم یا ڈاکٹر سے ہونا چاہیے اور کس کے علاج کی ضرورت نہیں۔ ان دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ ایک تو ایک قسم کی بیماری ہے اور دوسرا دوسرا قسم۔

انسان کو اپنی قسمت پر شاکر رہنا چاہیے

اسٹوٹیکس نامی حکما کے ایک گروہ کا قول ہے کہ تکلیفوں میں بہکورو دنا اور پریشان نہ ہونا چاہیے بلکہ اونکی سخت حقارت کرنا لازم ہے۔ گویہ قول سچا ہی کیوں نہ ہو مگر اس سے قطع نظر کر کے اس پر معمولی آدمیوں کے خیال کے موافق غور کرنا چاہیے کہ قبل از مرگ وادیا کرنا مناسب طریقہ ہے یا نہیں۔ جن تکلیفوں کا خیال ہم کو ابھی سے سارا ہے ممکن ہے کہ ان کا وقوع ہی نہ ہو۔ بعض باتیں بہکوز ضرورت سے زیادہ تکلیف دیتی ہیں۔ بعض قبل از وقت اور بعض خلاف امید۔ ان تمام باتوں سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہم اپنے ترددات کو یا تو خود کمود کمود کر نکالتے ہیں۔ یا خیر و فکر کر کر بڑھاتے۔ یا اونکی پیش منی کرتے کرتے ان کو قبل از وقت اپنے ذمہ قائم کر لیتے ہیں۔ ترددات کو خود پیدا کرنا مناسب طریقہ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ جس چیز کو ہم خفیف سمجھ رہے ہیں دوسرا دوسرے سے بہت سمجھے۔ ایک آدمی بید سے پٹنے کے بعد ہنستا ہے مگر دوسرا ناخن ہی کے لگانے سے رو دیتا ہے

افلاس ہی کو دیکھئے کیسی خرابی ہے۔ مگر مخلوق خدا میں سیکڑوں ایسے ہی ہیں جنہیں
یہی حالت پسند ہے۔ انہیں کسی قسم کی تکلیف اوس حالت میں معلوم نہیں ہوتی بلکہ فخر یہ کیا
کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ہے کیا جسکے ضائع ہو جانے کا ہم کو خوف ہو۔ ع
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا۔ یہ وہ لوگ جو افلاس کی حالت میں بھی مست
ہیں یا تو پورے مجلسِ فلاس ہیں۔ یا ولی جیسا کہ دنیا دار انہیں سمجھنے لگتے ہیں۔
بعض آدمی درد اور بیماری کی وجہ سے زیادہ ہمیں ہو جاتے ہیں مگر حکیم الی کیورس
کو دیکھئے کہ کیسی کسی سخت تکالیف میں وہ مبتلا رہا۔ نزع کے وقت تک اون تمام
تکالیف کے لئے خدا کا شکر یہ ہی ادا کرتا رہا۔ جلا وطنی کی بھی حالت قریب قریب ایسی
ہی ہے۔ ایک شخص کے حق میں وہ کس قدر سخت ہے مگر دوسرا تبدیل مقام سے
زیادہ اوسے نہیں سمجھتا۔ صحت یا سیر کے خیال سے مقامات اکثر تبدیل کئے جاتے
ہیں اور ایسے لوگ جلا وطنی کو بھی اسی قسم کی تفریح سمجھتے ہیں موت ہی کو دیکھئے۔ ایک
کے حق میں وہ کیسی خوفناک ہے مگر دوسرا چاہے وہ جو ان ہی مرے یا کیسی ہی حالت
کیون نہ ہو اوسے اپنے حق میں خدا کا فضل سمجھتا ہے۔ بعضوں کے حق میں موت تریاق
کا کام دیتی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ کوئی کچھ سمجھے مگر انجام سب کا اوس ہی پر ہوتا ہے
یہی موت غلاموں کو غلامی سے نجات دلاتی ہے جلا وطنوں کو وطن میں پہنچا دیتی
ہے۔ اور بادشاہ ہو یا فقیر دونوں کو مرنے کے بعد یہی برابر کرتی ہے ع
چہ برتخت مردن چہ بر او سے خاک غلاموں کے ظلم اور اونکی دست و آرنیہ کو جب ہم برداشت

نہیں کر سکتے تو انکے مرنے کا یقین ہی ہیکو تشکین دیدیا کرتا ہے۔ قطعہ

تلخی و خوشی دوزشت و زیبا بگذشت

دوران بقا چو باد صحراب گذشت

برگردن او بماند بر ما بگذشت

پنداشت ستمگر کہ جفا با ما کرد

مصائب اور تکلیفات کے زہر کو بے اثر کرنے کے ذہن میں تو موت سے بڑھ کر کوئی تریاق نہیں ہے۔

واقعی ہم تماشا پسند اور بیدکار ہیں مگر اپنے تئیں ایسا ہی نہیں سمجھتے

گنہگار ہو یا نہ ہوں شخص کا یہی خیال ہے کہ وہ بے گناہ ہے۔ میری والدہ کے ہاں ایک خادمہ تھی جو بیکاریک اندھی ہو گئی۔ مگر اتنے ہی ہونیکا یقین اسے کوئی نہیں دلا سکتا تھا۔ وہ یہی کہتی تھی کہ مکان ہی بیکاریک تار بیکاریک ہے اور وہاں سے نکل جھاگنے کے لئے ایسوجہ سے کوشش کیا کرتی تھی۔ ہم اسے بیوقوف سمجھ کر ہنسا کرتے تھے۔ مگر وہی حادثات اب ہم اپنے آپ میں بھی موجود پاتے ہیں حریص اور لالچی ہم ضرور ہیں مگر اسکا یقین نہیں کرتے۔ چاہے تمام دنیا یقین دلائے۔ ہم یہ کہہ کر ٹال دیا کرتے ہیں کہ ”جناب دنیا اسی کا نام ہے“ اس اندھی عورت سے بھی ہم بدتر ہیں!! راستہ دکھلانے کے لئے وہ کسی کو بلا تو لیا کرتی تھی مگر ہم تو کسی رہنما کی تلاش ہی نہیں کرتے۔ اون بیماروں کا علاج کیسا مشکل ہے جو اپنے تئیں بیمار نہ سمجھیں بلکہ تندرست۔ ہیکو رہنما کی ضرورت ہے۔ مگر اس ضرورت کو ظاہر کرتے یا اس رہنما

سے کسی قسم کا فائدہ ادا ٹھاتے ہم شرماتے ہیں۔ اس زمانہ میں نیکی پر بدکاری کو بہت کچھ غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور ایک کو ترک کرنے اور دوسرے کو اختیار کرنے میں ایک ہی وقت میں ہکود دو کام کرنا پڑتے ہیں۔ ایک بدکاری کرنے سے دوسری کی خواہش اس طرح پیدا ہو جاتی ہے کہ جب کو کرتے کرتے گھبرا جاتے ہیں اور سے ترک کر کے دوسرے کو اختیار کر لیتے ہیں۔ جو چیزیں ملنے سے قبل اچھی معلوم ہوتی ہیں حاصل ہو جائیں گے بعد وہی بالکل بے حقیقت ہو جاتی ہیں۔ یہ بات کہ ہلوگ اٹنے آسودہ نہیں ہو سکتے غلط ہے بلکہ وہ ایسی مختصر اور ذلیل ہیں کہ کچھ آسودہ کر ہی نہیں سکتیں۔ دور کے ڈھول سماونی۔ پرانی مثل مشہور ہے۔ جب کسی شے کی اصلیت کا پتہ نہیں چلتا تو سنی ہوئی بات پر بہرہ رسہ کرنا پڑتا ہے شے مطلوبہ جب مل جاتی ہے صرف اوس وقت اوسکی برائیاں معلوم ہوتی ہیں قبل سے نہیں۔ خواہش کے مطابق کوئی چیز نہیں ملتی اکثر تو کم اور کبھی زائد۔ مگر کوئی بھی حالت اچھی سمجھی جانے کے لائق نہیں ہے۔

پندرہواں باب

پرسہزگاری اور کفایت شعاری کی کتین

ہماری زندگی کے لئے جو چیزیں لازمی ہیں وہ یا تو مفت ملتی ہیں یا اس قدر ارزان ہیں

کہ قریب قریب مفت کے ہیں اور اس رزاق مطلق نے انتظام دنیا اسی طریقہ پر کر رکھا
 ہے۔ یہ سچ ہے کہ بہوک کے وقت پیٹ کی آگ کو بجھانا ضروری ہے مگر اس
 کام کے لئے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی سی روٹی اور ایک چٹو پانی
 کافی ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ عیشِ طلبی اور اسراف میں داخل ہے۔ ع
 وزین بگڈری عیش و آسائش۔ وہ شخص جو اس عمدہ طریقہ پر عمل کر کے اپنی زندگی
 بسر کر نیکی کوشش کر لگا اپنے تئیں کبھی مفلس نہ پائے گا۔ اور دن کے بتائے
 ہوئے طریقہ پر چلنے والا کبھی امیر نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے کہ فطرت کے
 قواعد اور طریقہ محدود ہیں اور شوق کے راستے غیر محدود۔ یہی غذا۔ لباس اور
 بود و باش کے لئے مکانات۔ جناب اجیم کی پرورش تو تھوڑی غذا سے بھی ممکن
 ہے۔ اور سبقت مختصر کچھ اور سکوڑا نپ بھی سکتا ہے۔ اگر انسان فطرت انسانی
 کے مطابق چلے اور فضولیات سے پرہیز کرے تو اس کی نظر میں جس طرح سپاہی
 بیکار ہو گا اور سطحِ باورچی بھی۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ لوازمات زندگی کو ہم بہت
 ارزان پاسکتے ہیں مگر زیادہ حاصل کرنے کا خیال ہی ہماری تکلیفوں کا باعث ہے
 یہ بات بھی کہ ہماری زندگی کا دار و مدار ہماری عقل پر نہیں ہے خدا کی عنایت کی
 ایک خاص دلیل ہے۔ یہ شکر کا مقام ہے کہ وہ انتراعین اور ایجادین جکو وقتاً
 فوقتاً ہم کرتے رہتے ہیں ہماری زندگی کیلئے لازمی نہیں رکھی گئیں ہیں۔ ورنہ کب
 ہم اسے ختم کر چکے ہوتے۔ کُلِّ جَدِيدٍ لَدَيْدٌ كَاشِقٌ اور اس کے قبضین

ہونیکا ناز ہیکو مشکلات میں پھنسا رکھتا ہے۔ اگر کوئی صاحب لباس فاخر و چاندی
 سونے کے برتن۔ عمدہ سافون۔ کثیر التعداد ملازمن۔ اور دنیا کے نادرا شیا کے
 بغیر زندگی بسر کرنا محال سمجھیں۔ تو خدا کو ایسی حالت میں الزام دینا حماقت ہے۔ یہ
 تو انہیں کا قصور ہے کہ اونکی خواہشیں جو کبھی پوری ہونیوالی نہیں ایسی بہبودہ کیوں
 ہیں۔ پیاس ہو تو پیچھے۔ یہ تو بیماری ہے اور بیماری ہی کسی سخت ایسا شخص اگر
 تمام کرہ زمین کا بادشاہ بھی ہو جائے تب بھی فقیروں کی طرح لالچی ہی رہیگا ایسے
 شخصوں کو اس بات کے جاننے کی بہت ضرورت ہے کہ تو نگری بدل ست نہال
 ایسے تو نگردل کے لوگ روپیہ کو دیونوں کی طرح بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ سچے
 مذہب کے لئے نالیش اور زیاریش کی ضرورت نہیں ہے۔ عیش طلبی اور حوصلہ مندی
 کے نہ منقطع ہونیوالے سلسلون ہی کی وجہ سے تو ہم آج افلاس کو برا سمجھ رہے
 ہیں۔ اگر یہ سلسلہ موقوف ہو جائے تو ہماری ضروریات بھی محدود ہو جائیں۔ سرہمی
 میں بدن گرم رکھنے۔ بہوک کے وقت پیٹ بہرنے اور پیاس کے وقت پانی
 سے او سے بچمانے کا جمان انتظام ہو گیا تو پھر کیا باقی رہا۔ غذاؤں میں اخترا میں
 کر کے روپیہ صرف کرنے دو کہ ملکوں سے کھانے کی چیزیں منگوانے میں صرف
 بیجا کرنے ہی کا نام تو فضولیات ہے۔ وہ شخص جو ان حرکات کو بہبودہ سمجھتا ہے
 کبھی افلاس میں مبتلا ہونہیں سکتا۔ امیر ہو کر ایسے فضولیات پر روپیہ صرف کرنے
 سے تو یہ بدرجہا بہتر ہے کہ ہم غریب ہوں اور اونپر روپیہ صرف کر نیکے لائق ہی ہوں۔

کسی نعل کے نہ کرنے سے بچ پوچھئے ہمارا بہرہ بھانا ہے۔ جس کام کو ہم کر نہیں سکتے عموماً لوگ اسکی نسبت یہ خیال کر لیتے ہیں کہ ہم اسے کرنا نہیں جانتے۔

انگلے بزرگون کی ساوگی

اپنے بزرگون کی ساوی چال پر جب کبھی ہم غور کرتے ہیں تو ہم کو یہ کہتے ہوئے کہ افلاس جُبری شے ہے فہم معلوم ہوتی ہے۔ ہماری خواہشوں نے اس قدر وسعت پیدا کر لی ہے کہ اگر پوری ہونے پر آدین تو اوسط درجہ کی آمدنی والی جاہلاد صبح کے ناشتہ ہی کے خچ کے لئے کفایت نہیں کر سکتی۔ وزیر ہوم کے پاس صرف ایک شخص ملازم تھا۔ وزیر افلاطون کے پاس ۳ ملازم تھے۔ حکیم نرمی نو نے جبکی حکومت اسٹوٹگیس (گر وہ حکما) کے کل فرقہ ذکور پر پورے طور سے تھی اپنی تمام عمر میں ایک نوکر ہی رکھا۔ سی پی او ایسے بہادر جنگجو کی لڑکیوں کے لئے شاہی خزانہ سے وظیفہ مقرر تھا کیونکہ وہ ایک ٹکاہی چوڑا کر نہ مہر تھا۔ مگر انکے شوہروں کے لئے اسکی دامادی کا فخر کچھ کم عزت افزا نہ تھا۔ ایسی عمدہ مثالوں کے بعد معمولی عقل والا شخص بھی افلاس کو برا اور حقیر نہ سمجھے گا۔ بلکہ اگر کرے گا تو قدر۔ حکیم ڈیو جی نی کے پاس ایک ہی ملازم تھا۔ وہ بھی جب اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا اور لوگوں نے پتہ لگا کر اسکی موجودگی کی خبر دی اور بلالانے کی اجازت مانگی تو نہایت حقارت سے اسنے کہا کہ جب میں ستر (نام ملازم) میرے بغیر رہ سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں کیوں اسکے بغیر

نہ رہ سکون! یہ سسی پی او وہ شخص تھا جسکی پرہیزگاری اور احتیاط کی شہرت اوسکی تلوار اور بہادری کی شہرت سے کہیں زیادہ تھی اوسوقت نہیں جب کہ ملک کی حفاظت میں تلوار اٹھائے ہوئے تھا بلکہ اوسوقت بھی جبکہ وہ جلاوطن کیا گیا تھا۔ بادشاہ میں اور اوسمیں معاملات اس قدر طوالت پکڑ گئے تھے کہ وہ ملک روم کے لئے مخدوش سمجھا جا چکا تھا۔ سوٹی روٹی اور ٹنڈا پانی قناعت پسند طبیعتوں کے لئے پر تکلف دھوتوں سے بہتر ہے۔ اور یہی ساگ پات جمان جانور دن کا پیٹ بہرتے ہیں انسان کے لئے بھی تو نہایت لذیذ غذائیں ہیں۔ ہمارے بزرگ گوشت اور عودہ غذاؤں کا استعمال نہیں کرتے تھے اونکے نزدیک نیکو کاری۔ ایمانداری۔ سپاہیانہ فنون اور ورزشیں اور مردانہ تختیں اور جفاکشبان زندگی کے اصلی جوہر تھے۔

زمانہ معصومیت

خدا کی عطا کی ہوئی نعمتیں جو وقت تک کہ عام رہیں اور اونکی تقسیم بلا تیز۔ اوسوقت تک ہم بہت ہی اچھی حالت میں رہے کیسا اچھا اور قابل رشک وہ زمانہ ہوگا جس میں نہ تو کسی قسم کی پابندی تھی اور نہ کوئی خصوصیت۔ نہ حرص اور نہ حسد۔ اوس زمانہ سے زیادہ بہتر ہم اور کس زمانہ کو کہیں گے جس میں کوئی نام کو بھی غریب نہوگا۔ جب سے انسانی حرص نے خدا کی ان عطا کی ہوئی بے انتہا نعمتوں پر جدیدی شروع کی اور لوگوں نے ان چیزوں کو جو سب کے لئے عام تھیں اپنے ہی لئے مخصوص کر کے اپنے

ہی قبضہ میں رکھنا چاہا اور سبوقت سے افلاس کی ابتدا اس دنیا میں پڑی۔ خدا کے
 ان لالچی بندوں نے دوسروں کے جائز حقوق اور حصوں کو غصب کر کے (جو
 اذن کی ضرورت سے زیادہ تھے) اذن کو محتاج بنا دیا۔ زمین کی پیداوار اوس وقت
 بلا لحاظ کم و بیش سب پر برابر تقسیم ہوتی تھی۔ انسان اپنی قسمت پر جب تک شاکر
 رہا کسی قسم کی جبر اور سختی کا برتاؤ آپس میں نہ کرتا۔ اور نہ اپنے ذاتی فائدہ کے لحاظ اور
 خیال سے چیزوں کو اوروں سے چھپانے کی ضرورت تھی۔ عام فائدوں پر سب کی
 نظر تھی۔ اپنے پڑوسی کا ہر شخص کو لحاظ اور سنا ہی تھا جتنا کہ اپنا۔ نہ ہتھیارتے۔ نہ
 خونریزی۔ نہ جنگ و جدال۔ اگر تھی ہی تو درندوں اور جنگلی جانوروں کے ساتھ۔
 جنگل اور غار میں اپنی زندگی امن کے ساتھ بسر کرتے تھے نہ دن کو کچھ فکر تھی نہ
 رات کو کھٹکا۔ اونکی بے لوثی اونکی ضامن اور محافظ تھی۔ سونے کے لئے بستر و
 مین نہ تو شاہانہ سامان تھا نہ تکلف۔ نہ زیور وں میں موتی بڑے جاتے تھے۔ نہ
 کپڑوں پر کار چوبی کا کام کیا جاتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ انکی وجہ سے جن تکلیفوں اور
 تشویشوں میں کج ہم گہرے ہوئے ہیں اون کو اسوقت قطعی نہ تھیں۔ آسمان ادا کا
 نیلگون شامیانہ تھا اور رنگ بدلنے والے شفق اونکا قدرتی بر لطف منظر کرہ زمین
 کی گردش اور سیاروں کی چالیں معرفت کر دگا زاد کے غور اور فکر کے مضامین
 تھے۔ اونکے شاہی محلات اس زمانہ کے بادشاہوں کی طرح شہروں سے برابری کا
 دعویٰ نہ کرتے تھے۔ کھلے ہوئے میدان۔ صاف ہوا۔ شفاف چشمہ۔ چمنیاری خشت

سبز ہزار میدان - آرام دہ مکانات - قدرت نے اونکے لئے ہر جگہ موجود کر دئے تھے۔
 ان میں وہ لوگ اطمینان سے بلا خوف بلا رشک و حسد بلا کراہت و فریب اپنی زندگی
 بسر کرتے تھے۔ کسی کو تکلیف دینا تو جانتے ہی نہ تھے۔ سونا چاندی اور قیمتی
 پتھر دن کے دکھانے کے لئے زمین کھودنے کا ادونہوں نے کبھی خیال ہی نہیں
 کیا۔ غصہ اور غضب اول تو آتا ہی نہ تھا اور اگر آتا بھی تھا تاہم قتل انسان جسے آجکل
 ہم تماشا اور معمولی کیل سمجھے ہوئے ہیں اوس حالت میں ہی اونکے نزدیک
 جائز نہ تھا۔ خدا کا یہ فضل کیسا غیر متناہی ہے کہ جن چیزوں کو ادسنے ہمارے حق
 میں مفید سمجھا اون کو تو ہر طرح کی قیود سے آزاد کر کے ہمارے دسترس اور اختیار کے
 اندر کر دیا اور جنگو مضر جاننا اون کو زمین کے اندر چھپا دیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سونے
 اور چاندی کو ادس قادر مطلق نے جگہ ٹھے۔ فساد۔ غارتگری۔ خونریزی۔ اور قتل کی
 بنیاد و سمجھک اور نیز ہم میں بہ احتیاط رکھ سکئے کی ناقابلیت پاکر ہیکو عطا کرنا ہے مناسب
 نہ سمجھا۔ حضرت انسان ہی۔ ہیں جنہوں نے زمین کھود کر جگہ ٹھے اور فساد کی ان تمام
 چیزوں کو نکالا اور اپنے ہی ہاتھوں اپنی جان میں معرض خطر میں ڈال کر آپس میں ایک دوسرے
 کے دشمن بنے انکی نمایش پسندی تو ملاحظہ کیجئے کہ اسد جلشانہ نے جس چیز کو سب سے
 ذلیل سمجھا اسفل مقام میں مخفی کر دیا تھا اوسى کو ادونہوں نے سب سے بہتر سمجھ کر علانیہ سب
 سے اعلیٰ مقام پر جگہ دے رکھی ہے۔ ان سونے چاندی کے ٹکڑوں کو اگر کسی
 نے کان میں دیکھا ہے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ ادونکی حالت وہاں کیسی خراب ہوتی ہے۔

اور ان لوگوں سے (جو ان معذنیات پر کام کر کے ان دہاتوں کو نکالتے ہیں) زیادہ
 میلے اور ناپاک شاید ہی دنیا میں کوئی اور مزدور ہوتے ہوں۔ صاف پہ جانے پر
 بھی تو اونکے میلے پن کا اثر باقی رہتا ہے۔ ہمارے جسموں سے زیادہ یہ دہان
 ہمارے قلب کو سیاہ کر دیتی ہیں اور صاف کرنے والوں سے زیادہ ان لوگوں
 کو ناپاک اور شقی القلب کر دیتی ہیں جتنکے صندوتھوں میں یہ بند رہتی ہیں۔ امر جو بوجہ
 اپنے لباس فخر کے اپنے غلاموں کی حقارت کرتے ہیں تو ایسی حالت میں
 جبکہ دونوں کی خواہش دولت کے کمانے اور بڑھانے کی ہے تو دونوں برابر ہیں۔

پرہیزگاری کی حالت سب سے بہتر ہے

خوش نصیب ہے وہ شخص جو بہک کی تکلیفات رفع کرنے کی غرض سے کمائے
 اور پیاس بجھانے کے لئے پانی پئے۔ عقل کے بتائے ہوئے طریقوں کے
 سوا کسی اور طرز پر زندگی بسر نہ کرے۔ نمائش اور نمود کے لئے نہیں بلکہ ضرورت کے
 وقت کام آنے کے لئے کچھ جمع ہی کر لے۔ خواہشات نفسانی کو کم کر اور نیکو کاری میں
 زیادہ ترقی کرے۔ اتنی کہ لوگ دولت مند ہونے کے خیال سے نہیں بلکہ نیکو کار ہونے کی
 وجہ سے سعید سمجھیں۔ انسان جب اپنی خواہشیں اس طرح کم کر لے گا تو دولت ہی بیکار
 ہو جائے گی۔ میرا بہتر صاف اور سادہ ہونا چاہیے۔ ویسے ہی میرے پینے کے
 کپڑے بھی۔ کمانے کے متعلق صرف بیجا تہ کرنا چاہیے اور نہ اس کے متعلق ملازمت کو

خدا کے صحیح ہونے کی شناخت یہی ہے کہ مسعد پر گرگن اور طبیعت پر بارنمو۔ عیش طلبی کی خیال سے جو شے ہو بہو بہت ہی کم معلوم ہوتی ہے فطرت کے قواعد کے موافق وہ ضرور سے بہت زیادہ ہے۔ کمانے اور پینے کا نتیجہ یہی تو ہے کہ انسان بہو کما اور پیاسا نہ رہے۔ اگر ایک شخص کم کمانا ہے اور دوسرا زیادہ تو اس حالت میں جبکہ دونوں کا پیٹ بھر گیا ہے کیا فرق ہے؟ حکیم اپنی کیورس کا یہ قول کہ عیش اور آرام فطرت انسانی کے قواعد کے موافق انسان کے لئے لازمی ہیں صحیح ہے۔ مگر وہ عیاش جو اپنی عیاشی کی سندن میں اس مقولہ کو پیش کرتے ہیں غلطی کرتے ہیں یا بون کئے کہ اپنی بدکاری کے لئے ایک نیک شخص پر الزام لگاتے ہیں۔ ان کی عیش طلبی کا ہی۔ اور بسیار خوری کو ان عیش طلبیوں اور سرتون سے جبکا اطلاق نیکو کاری پر ہے اور جبکی یہ حکیم تعلیم دیتا ہے ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔ کچھ شبہ نہیں کہ وہ فلسفہ جسکی وہ تعلیم کرتا ہے کہ بقدر کمزور ہے۔ مگر جسے غور سے اس سے پڑھا ہے اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسکی حالت ویسی ہے جیسے کوئی بہادر شخص مذاقاً دانہ کپڑے پہن لے جس سے اسکی شجاعت اور بہادری میں فرق نہیں آسکتا۔

حکما کے اقوال اور اونکے افعال یکساں ہونا چاہئے

حکما پر بہت بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انکی تعلیمات اور افعال یکساں نہیں ہوتے۔ کما جاتا ہے کہ عمدہ واردون اور امر انکی وہ بھی خوشامد کرتے ہیں۔ معمولی آدمیوں کی طرح

وہ بھی جہانداد اور ملکیت حاصل کر کے چھوڑ جاتے ہیں۔ احباب کے مرنے اور دولت کے
 ضائع ہو جانے پر اور وہی طرح ادون کو بھی فلق اور صدمہ ہوتا ہے۔ زہر و توبیخ کا اثر اور دن
 کی طرح اونپر بھی ہوتا ہے۔ کمانے اور پینے میں وہ بھی ویسے ہی فضول خرچیان کرتے
 ہیں جیسے کہ اور۔ اسباب۔ مکان۔ ملازم۔ اور لطیف غذاؤں سے اونکے ہان بھی
 امارت کی شان چمکتی ہے۔ باغات اور سیوہ دار و رشتوں کی نگرانی اور اونکے پیداوار سے
 قائمہ اوٹھانے کے لئے اور دن کی طرح وہ بھی فکر مند رہتے ہیں۔ اگر بن ان تمام باتوں
 کو بلکہ اس سے اور بست گو نہ زیادہ بھی صحیح مان لوں تو بھی کیا نتیجہ۔ میرے نزدیک
 انسان میں یہ بھی ایک قسم کی نیکی ہے کہ اگر پورے طور سے نہیں ہو سکتا نہ سہی
 اپنے نفس پر کچھ ہی روک کر سکے بالکل نہ کرنے سے کچھ کر سکتا تاہم غنیمت ہے۔ اگر
 انسان اپنی خواہشات کو قطعی طور پر نہیں روک سکتا تو کسی قدر اونکو کم کر نیکی کوشش
 میں کامیابی حاصل کر لینا بھی بہت بڑی بات ہے۔ اگر (خدا نخواستہ) میری تعلیمات
 اور اقوال یکساں نہیں ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ سمجھ لیا جائے کہ اس سے میرا مقصد
 اصلی اپنی تعریف کرنا نہیں ہے بلکہ ادون نیکو کاریوں کی جنگ تعلیم میں کر رہا ہوں۔
 یا یوں سمجھ لو کہ اپنی بدافعالیوں کی طرح اور دن کی بدکاریوں کو بھی برا نہیں سمجھتا۔
 ایسے ہی اعتراض افلاطون۔ اپنی کیورس اور نرمی تو پر بھی کئے گئے تھے۔
 اگر یہی بات ہے تو دنیا میں ایسی کوئی نیکی نہوگی جس میں بد میں اور بدگو برائی کا کوئی
 پہلو نہ نکال سکیں۔ حکیم ڈمی می ٹریس وہ بزرگ شخص تھا جو اپنے زمانہ میں افلاس

اور نفس کشی کی صعوبات کا سچا نمونہ تھا۔ کسی شے کے پاس موجود ہونے یا رکھنے کی تکلیف کا برداشت کرنا تو بہت بڑی بات ہے اسے کسی چیز کے عاریتاً مانگنے میں بھی عاریتاً۔ تاہم اسکی نیکی کی قدر کر کے اس پر اوٹا الزام یہ لگایا گیا کہ اسکا پیشہ گداگری کا تھا۔ افعال اطون پر روپیہ مانگنے۔ ارسطاطالیس پر روپیہ لینے۔ دیاکرٹیٹس پر روپیہ کی پروا نہ کرنے اور اپنی کیورس پر سرف کی حیثیت سے روپیہ برباد کر نیکا الزام لگایا گیا۔ کیسا خوش قسمت وہ شخص ہے جس میں ان چاروں عیبوں میں سے کوئی بھی عیب نہ ہو! اگر ہرکو ہماری اصلی حالت معلوم ہو جاتی۔ تو گھر بٹھکر اس کے حاصل کرنے میں محنت کرتے بیکار نہ بیٹھتے۔ ہماری حالت زیادہ تر اون لوگوں سے مشابہ ہے جو سردوں اور قہوہ خانوں میں پڑے گنجفہ اور تاش اور وہاں کے کھیلوں اور تاشوں سے لطف اڑھایا کرتے ہیں اور اسکی اونمیں خبر نہیں ہوتی کہ اونکے ذاتی مکانون میں آگ لگی ہوئی ہے۔ حکیم کیٹو پر شراب پینے کا الزام لگایا گیا تھا۔ مگر میرے نزدیک شرابی کیٹو۔ فریبی اور بے ایمان کیٹو سے بدرجہا بہتر ہے۔ شراب پینا اپنے نفس کو فریب دینے سے زیادہ برا نہیں ہے۔ وہ لوگ جو گرجوں اور مندروں اور مسجدوں کو سسار کرتے ہیں کچھ شبہ نہیں کہ اپنی معصیت کا اظہار کرتے ہیں جنکی اون میں پرستش ہوتی ہے اور انکو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہی حالت اونکی ہے جو نامور لوگوں کی عروت اور ناموری پر حملہ کرتے ہیں۔ نیکو کاروں کو طامع۔ زانی۔ اور بے ایمان کہا جانا اگر جائز کر دیا جائے

تو پھر ان لوگوں کو کیا کہا جائے گا جو نیکی سے دشمنی اور اس سے قطعی نفرت کرتے ہیں۔
ایماندار آدمیوں کو برا کہنے یا بدنام کرنے کے لئے ناپاک شخصوں میں یاقت کی
ضرورت نہیں ہوتی۔ نیکیوں کی پردہ دہی کرنے میں ایسے لوگ اپنی عزت سمجھتے ہیں اور
اوسید طرح بہودہ شور کرتے ہیں جیسے کہ بازاری کتے راستہ چلنے والے اجنبی مسافروں
پر۔ نیکیوں کا رد کی نیکیوں کی دیکھ دیکھ کر اپنی بدکاریوں پر ادون کو ندامت اور افسوس ہوتا
ہے اور یہی وجہ ہے کہ حسد کی آگ ہمیشہ اٹکے دل میں جلا کرتی ہے۔ جھکو نیکی کی
توصیف کرنا لازم ہے اگر کسی وجہ سے ایسا نہ کر سکیں تو خاموش رہ کر اوسکی برائی سے
باز ہنا ہی بہتر و مناسب ہے۔ ہم کو چاہئے کہ ہر آنے اور جانے والی سانس کو
گناہ سے بچائیں۔ غصہ کا نتیجہ بھیرا اسکے کہ "نیکی" کی برائی کی جائے اور کچھ نہیں
اب ہم پہ اپنے اصلی مطلب پر غور کرتے ہیں یعنی یہ کہ

کثرت میں قلت اور کفایت شعاری سے کام لینا چاہئے

اور دن کو محدود حالت میں رکھنے کیلئے تو ہم ہمیشہ مستعد رہتے ہیں مگر اپنے اوپر کسی قسم
کی روک کر ناپسند نہیں کرتے۔ گویا جانتے ہیں کہ بڑی بدکاریوں کا دفعیہ بعض وقت
چوٹی سے ممکن ہے۔ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ وہ طبیعتیں جو عظام اور نصیحتوں
سے برسوں راہ پر نہیں آئیں ضرورت اور زمانہ نے ایک دن میں انہیں درست کر دیا۔
ہم کو کوشش کرنا چاہئے کہ ہماری غذائیں لطیف اور مرغن نہوں۔ اپنے کام ہم

اپنے ہاتھ سے کر لیا کریں۔ آمدنی سے خرچ زیادہ نہو۔ خلاصہ یہ کہ ہم اوتنا ہی پادوں پہلایں
 جتنی بڑی چادر ہو۔ اسطرح اعتدال کے جب عادی ہو جائینگے تو آئندہ یہی عادت میں
 ہماری استقلال اور نیکو کاری کے لئے عمدہ بنیاد ہوگی آزادی کا بڑا گور تو یہی ہے
 کہ ہماری خواہشات نفسانی ہمارے قبضہ میں ہوں اور وہ شخص واقعی خوش قسمت
 ہے جسکی یہ عادت ہو کہ جو شے اوس کے پاس نہیں ہے اوسکی وہ خواہش ہی نہ کرے
 یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ ہر انسان کے پاس دنیا بہر کی تمام چیزیں موجود ملیں۔
 اعتدال اسی کا تو نام ہے کہ اپنی مسرتوں پر ہم غالب آجائیں۔ یہی وہ قوت ہے
 جو مسرتوں میں سے بھی بعض کو ہمارے لئے جائز اور بعض کو ناجائز کر کے ہرکھو سے
 باہر جانے نہیں دیتی۔ وہ لطف قابل دید و قابل رشک ہے جو تمکنے کے بعد
 آرام کرنے اور بہوک کے بعد کمانا کمانے سے حاصل ہوتا ہے۔ مختصر سے سفر
 میں بھی ہم اذیتیں چیروں کو اپنے ساتھ لیجاتے ہیں جو نہایت ضروری ہوتی ہیں
 باقی کو فضول سمجھ کر گھر ہی پر چھوڑ جاتے ہیں۔ ان فضولیات کو کس قدر آسانی کے
 ساتھ ہم غیر ضروری سمجھ کر اپنے سے علیحدہ کر دیتے ہیں! اجب کوئی شے ہمارے
 پاس موجود ہی نہیں ہوتی تو ضرورت کے وقت نہ ملنے سے زیادہ تکلیف بھی
 نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ میں (مصنف) اور میرا ایک دوست ہم سفر تھے ایک
 لٹرو گاڑی پر ہم دونوں بیٹھے تھے۔ اور ہمارے نوکر ہمارے ساتھ برابر بیٹھے تھے
 چٹائی کا فرش گاڑی پر بچتا اور ہم اوسی چٹائی پر بیٹھے تھے۔ ہمارا ناشتہ اوس وقت

کی حالت کے موافق تھا۔ ہماری کتاب میں اور ہماری چند اور چیزیں ہمارے ساتھ تھیں
 خچر والہ (جسکے پیر میں جو تہ تک نہ تھا) اور خچر برابر چلے جاتے تھے۔ مگر باوجود ان
 تمام آرام دہ سامان کے میری طبیعت بٹاش نہ تھی۔ جب میری گاڑی سفید پوش
 لوگوں میں ہو کر گذرتی تھی تو مجھے کچھ جینپ اور شرم سی آجاتی تھی۔ معلوم نہیں کیوں
 اس حرکت سے ظاہر ہوتا تھا کہ جن چیزوں کو میں نے اپنے لئے اس وقت کے لحاظ
 سے پسند یا ناپسند کیا تھا اونکے انتخاب میں مجھے استقلال نہ تھا۔ یادوں سے لفظوں
 میں جسکے یہ معنی ہیں کہ مجھے اپنی کفایت شعاری اپنی ہی نظر میں بری معلوم ہوتی تھی
 وہ شخص جو کسی حالت میں ہو اور اس حالت کو ذلیل سمجھے ضرور ہے کہ اس سے عمرہ
 حالت میں ہرنے سے خوش ہوگا۔ مجھے اپنی وقعت اور عزت اون راہ چلتے
 لوگوں کے خیال سے نہ کرنا چاہیے تھی جو سفر میں مجھے وقتاً فوقتاً ملتے تھے۔
 بلکہ اپنے اصول کی خوبیوں سے۔ مجھے برآواز بلند ایسے لوگوں سے کدینا
 چاہیے کہ تم لوگوں کو تو ضبط ہو گیا ہے۔ تم کو یہودہ اور ناماشی باتیں پسند ہیں۔ اور
 تم کسی انسان کی قدر اور اسکے نیکو کار ہونے کی وجہ سے نہیں کرتے۔ ایک شب کو میں
 بہت تنگ گیا تھا۔ گھر پر آتے ہی بستر پر لیٹ گیا اور اس خیال میں پڑ گیا کہ کوئی چیز
 کتنی ہی بُری ہو اگر او کی نسبت بُرے خیالات کے بجائے اچھے قائم کئے جائیں
 تو وہ شے بُری نہیں معلوم ہوتی۔ اسی درمیان میں باورچی نے اگر اطلاع کی کہ گھر
 میں کمانا طیار نہیں ہے۔ رعایا میں سے کیسے گھر سے کمانا آسکتا ہے مگر وہ آپکے

کمانے کے لائق نہوگا۔ بجاو اس کے میں نے کہا کہ میں اوس وقت تک کہ وہ اچھا اور لائق معلوم ہو پھر ارہو لگا یعنی یہ کہ اوس وقت تک نہ کہاؤں گا جب تک کہ میرے معدہ میں اوس خراب کمانے کو کہا کر خوش ہوئی کی قابلیت پیدا نہو لگی۔ بعض وقت ضرورتاً کفایت شماری اختیار کرنا ہوتی ہے۔ مگر اسکا ہر وقت عادی رہنا نہایت سمجھ کی بات ہے۔ زمانہ بعض وقت کفایت شماری کے لئے انسان کو مجبور کر دیتا ہے۔ جب ریاست یا جائیداد کے متعلق کچھ جھگڑا ہوتا ہے تو اعتبار کرنے سے قبل اوس شخص کی حیثیت اور حالت کا پتہ لگانے میں بہت بڑی کوشش کرنا پڑتی ہے جسکے سپرد ہم کچھ ذمہ داری کا کام کرنیوالے ہونے میں جانچ کر ہم یہ پتہ لگا ہی لیتے ہیں کہ وہ صاحب جائیداد تو ہے مگر قرضہ میں گہرا ہوا ہے۔ اوسکا مکان تو نہایت ہی عمدہ اور نفیس ہے مگر قرضہ کا بار اوسپر بہت ہے۔ بہلا ایسے مکان اور جائیداد کو ضمانت میں لینے سے کیا فائدہ۔ تعلقہ بڑا صحیح مگر قرضہ کی وجہ سے بے مصرف ہے ایسی احتیاط ہم اور معاملات میں کیوں نہیں کرتے اور کیوں شخص کی حیثیت کا اندازہ اسی طرح اعتبار کرنے سے قبل نہیں کر لیتے بہت سے نوکروں۔ مصاحبوں۔ جائیداد۔ زمینداری۔ سونے اور چاندی کے برتن اور جو اسرات کے ہونے سے کوئی شخص امیر نہیں کہا جاسکتا۔ ان سب چیزوں کے موجود ہونے پر ہی وہ غریب ہو سکتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک سو دن خور صاحب کا قرضدار ہے اور دوسرا مقدر کا اگر کسی چرٹ کا ڈی کے نقش و نگار اعلیٰ درجہ کے ہوں اور سونے کا اوسپر طبع ہوتو اوسکے قرضدار مالک کی حالت اوسپر سوار ہونے سے بدل نہیں سکتی۔

سولہواں باب

استقلال قلب کے انسان کی تعریف ہوتی ہے

اور تمام مصائب میں وہ مسرور رہتا ہے

فرائض انسانی کو اگر گنٹایا جائے تو وہ گشکر جبر اور پرہیزگاری میں محدود ہو جاتے ہیں اس سے زیادہ پر نہیں گھٹ سکتے۔ امارت میں اعتدال اور مصائب میں استقلال چاہئے۔ اعتدال کے نسبت تو ہم بہت کچھ تحریر کر چکے ہیں اب استقلال کے نسبت تحریر کریں گے۔

عقل اور تمام ضرروں سے محفوظ رہیں

کوئی ضرر بغیر پہنچائے پہنچ نہیں سکتا۔ بعض وقت پہنچانیکی کوشش کی جاتی ہے مگر نہیں پہنچتا۔ یہ ممکن ہے کہ انسان پانی میں ہو اور تیرنا نہ جانے۔ مگر چرخ تیر رہا ہو اسکی نسبت یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پانی میں نہیں ہے۔ بندوق یا تیر کا نشانہ ممکن ہے کہ غطا کر جائے۔ یا کچھ اور اتفاق ہو جائے جس سے نشانہ ہی نہ لگے اور ضرر نہ پہنچے جسکو ضرر پہنچتا ہے وہ ضرر پہنچانے والے سے زیادہ تحمل اور کم درد

ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا عنوان دیکھ کر ناظرین کہیں گے کہ سقراط سے عقل مند شخص کی جان
 پھانسی کے ذریعہ سے لی گئی تو کیا اوسکو ضرر نہیں پہنچا۔ ہاں اسکا جواب یہی ہے کہ
 ظالموں نے اوسکے ساتھ ظلم تو کیا مگر اوسکو ضرر نہ پہنچا سکے۔ وہ شخص جس نے میری
 کوئی چیز چور کر لی ہے ہی مکان میں چھپائی ہو۔ گو مجھے نقصان نہ پہنچا سکا۔ تاہم
 چوری کا ملزم ضرور ہو گیا۔ فرض کرو کہ کسی نے مجھے زہر دیا جو پوری مقدار میں نہونے
 سے میری جان ضائع نہ کر سکا۔ مگر اوسکی یہ ناکامیابی اوسکے جرم قتل عمد کو خفیف
 نہیں کر سکتی۔ جو شخص بدیتی سے میرے جسم میں سولی چھوئے۔ یا ایسا ہی کوئی
 اور خفیف سافل میری جان لینے کے لئے کرے وہی میرا قاتل ہے۔ فصل کے
 نتیجہ سے نہیں بلکہ اوسکے کرنے کی نیت سے انسان ذمہ دار ہو جاتا ہے۔
 قاتل وہی تو ہے جو اپنے ہاتھ خون میں ڈوبنے سے پیشتر کسیکے مار ڈالنے یا
 قتل کرنے کا ارادہ کر لے۔ مگر چیز دن پر ناپاک ہاتھ لگانے کا ارادہ کرنا ہی اس
 شے کی حرمت کو برباد کر دیتا ہے (کلامسہ الامتطہاون)۔ کسی فلاسفر کو
 تکلیف دینا یا اوسکا سر کھٹاڑیوں سے زخمی کیا جائے یا کسی اور طریقہ
 سے اوسے جسمانی درد یا تکلیف پہنچائی جائے۔ اگر ان ایذاؤں کی وجہ سے اوسکی
 آنکھ سے آنسو ٹپک پڑیں تو حق بجانب ہے ”نیکی“ سرشت انسانی کو تبدیل نہیں
 کر سکتی۔ مصائب میں اوسکا دل اگر مضبوط رہا تو اوسنے اپنا فرض پورا کر دیا۔ شریف
 اور معزز دل جس شخص کے پہلو میں ہے وہی اپنی شان و عزت اور استقلال کے

ساتھ قائم رکھ سکیگا۔ ایسے شخص کو زندگی میں جو کچھ ملیگا اوسکا استعمال مناسب طور سے کر کے زائرین کی طرح خواہش کرتا رہے گا کہ جلد بلکہ بہت جلد منزل مقصود پر پہنچ جائے۔

وہ لوگ جنکے خیالات وسیع ہیں کسی سے نہ تو

کچھ مانگتے ہیں اور نہ کچھ غرض رکھتے ہیں

شریف نفس کی شریف النفسی بات سے معلوم ہر جانی ہے کہ کسی سے نہ تو وہ کسی شے کا طالب ہوتا ہے اور نہ اوسے کسی شے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اوسکا قول ہی ہوتا ہے کہ ایسی دولت کو سلام ہے کہ جو آج زید کے پاس ہے اور کل بکر کے۔ اپنی طبیعت پر جو شخص قبضہ نہ کر سکے۔ بڑی چیزوں کو اچھا سمجھے۔ منہ پیلائے ہوئے بیسودہ اور نمائشی چیزوں کی تلاش اور تجسس میں تمام عمر ترددات اور لالچیں امیدوں میں برباد کرے آپ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیسا بے نصیب ہے۔ آپ ضرور یہ کہیں گے کہ جلاوطن کیا جانا یا جیل میں بیجا جانا کیا مصیبت نہیں ہے؟ جو اب میں یہ کہوں گا کہ اگر بجائے اسکے زندہ جلا کر یا کسی اور طریقہ سے جان دینا مشیت میں ہوتا تو وہ جیل یا جلا وطنی سے کیا بڑا تباہ ہر زمانہ میں لوگوں کی ایسی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے مصائب میں متقل رہ کر کامیابی

حاصل کی ہے اگر غور سے ہم تیارغ کے ورق اولٹین تو خواب سے خراب اور بزدل سے
 بزدل قوموں میں یہی ہم ہر طبقہ اور ہر درجہ اور عمر کے لوگ دو تین دن یا غیر یہاں تک
 کہ عورتوں کے بھی ایسے مذکرہ پائینگے جنہوں نے موت کی ذرا بھی پروا نہیں
 کی۔ موت کا خوف تو ہرکو ہونا نہیں چاہیے۔ اس لئے کہ اگر غور کیا جائے تو
 معلوم ہو جائے گا کہ فطرت نے سب سے اعلیٰ اور بہتر نعمت جو بخشی ہے وہ یہ
 موت ہی ہے۔ عوام الناس اپنی کمزور طبیعتوں پر قیاس کر کے اور دن کی کمزور پنکھا
 ہی اندازہ کر لیا کرتے ہیں اور اوسکو غیر ممکن سمجھتے ہیں کہ انسان کیسے زندہ جلایا
 جانا۔ زخمی یا مجروح ہونا۔ مرنا۔ پھانسی پر چڑھنا بخوشی قبول کر لے گا گودیکھا گیا ہی
 کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اچھے دماغ سے اچھی باتیں پیدا ہوتی ہیں درنہ عمر ماجو
 کمزور یاں ہم میں ہونگی وہی اور دن میں ہی ہرکو نظر آئیگی۔ پانی میں سیدھی لکڑی
 ہی ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے۔ طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے لوگ گھبر اجاتے ہیں
 وہ اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارتے ہیں۔ اونکو کچھ تو ہاتھ پاؤں مارنا چاہیے
 پٹے باز اور لڑھکتے پہلوان کتنی چوٹ اور تکلیف برداشت کرتے ہیں عورت کے لئے
 سنین بلکہ شوقیہ ورزش کی غرض سے۔ اگر میدان سے ایک مرتبہ ہمارا منہ پھر جائے
 تو دوبارہ قدم کا جنسا شکل ہے۔ ہم پیچھے ہٹنے تو ہمارا تعاقب ضرور ہی ہوگا۔ وہی
 شخص خوش رہ سکتا ہے جو برائی میں بھلائی کے پہلو سوچتا رہے۔ اپنی ماہیے مستقل
 رہے اور خارجی تکلیفوں کی وجہ سے اسکا قدم نہ لڑھکتے پائے۔ اگر قدم

ڈنگ کا بھی جائے تو یہی نہایت ہی لاسلوم طریقے پر۔ لطف توجہ ہی ہے کہ زور دار تیر
 بھی مصیبت کی حالت میں گہرا زخم نہ ڈال سکے بلکہ اوتنا ہی جتنا کہ سوائی کے چہونے سے
 ہوتا ہے۔ مصائب کے تیر کتنے ہی اوپر برسائے جائیں مگر اوسکی حالت ادس مٹی
 کی چہت سے تو بدتر نہونا چاہیے کہ جس پر ایک تھہ ہزار ہا پتھر آسمان سے ٹوٹ پڑنے
 ہیں مگر اوچٹ جانے کے علاوہ چہت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور نہ اون
 لوگوں کو جو اوسکے نیچے ہیں۔

مصیبت کے وقت استقلال کا نہونا اور یہی مصیبت

یہ کام دورانہ پیش اور ہمت والے شخص کا ہے کہ مصائب کا مقابلہ بزولی سے نہ کرے
 اطمینان اور عیش کے وقت میں تو اپنا سب ہی اوشٹھاے رہتے ہیں۔ مگر عروگی
 اور تعریف کی بات توجہ ہے کہ اپنی حالت پر استقلال کے ساتھ اوسوقت بھی قائم
 رہے کہ جب سب اوسکا ساتھ چہوڑ کر چلے گئے ہوں اور وہ اُس مقام پر بہادری سے
 قدم جمائے ہوئے دشمنوں سے تنہا مقابلہ کرتا رہے جہاں سے کہ اپنے تین بہادر
 کہنے والے کہک گئے۔ آخر ان مصائب تکلیفات اور انقلابات میں ایسی کیا برائی
 ہے کہ جو لوگ گھبرا جاتے ہیں؟ او نہیں تو کوئی برائی نہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ ہم میں
 اونکی برداشت کی ہمت نہیں۔ مصائب کے آتے ہی نہایت بزولی سے ہم تسلیم
 ختم کر دیتے ہیں۔ عقلاً ایسی حالت میں اس بات کو کبھی جائز نہیں رکھتے۔ اونکا

سر کسی بوجہ سے نہیں جکتا۔ وہ سید ہے کپڑے رہتے ہیں اور ہر بوجہ کو ہم سے
 اٹھالیتے ہیں۔ جو ہو گا اوسکی فکر نہیں کرتے۔ وہ اپنی قوت کا اندازہ پہلے ہی کر چکے ہیں۔
 اگر اوسکی قسمت میں ہی وہی ہے جو اور دن پر گذر رہا ہے تاہم وہ اوسکی شکایت زبان
 پر نہیں لاتے۔ فطرت کسی کو دہوکا نہیں دیتی۔ نہ وہ ہم سے کہہ دیتی ہے کہ ہماری اولاد
 لائق ہوگی یا نالائق۔ احمق ہوگی یا عقلمند۔ بحیثیت رعایا باغی ہوگی یا منگھلاں۔ امیر ہوگی یا
 غریب۔ انسان کی جانچ ظاہری لباس سے نہ کرنا چاہیے۔ ہم کو اوس سے اوسکی دولت
 اوسکے لباس اور عمدہ کو علیحدہ کر کے اوس کے دل کی حالت کو دیکھنا چاہیے۔ اُس
 برہنہ تلوار کو جو اوسکے سر پر چلنے والی ہے آنکھ جھپکائی بغیر دیکھ سکنے کی اگر اوس میں جرات
 ہے اگر اوسکے نزدیک حلق کے اور منہ کے راستے سے جان نکلنے میں کچھ فرق نہیں ہے
 اگر جلا وطنی یا جیل خانہ جانے کے حکم کو اطمینان کے ساتھ سن سکنے کی بہت اوس میں ہے
 اگر سپانسی کے وقت جلاؤ کے بس میں ہو کر یہ کہہ سکتے کی کہ ”جو شہیت نہی وہ ہوا انسان
 ہی کے لئے مصائب ہیں اور ہر بشر کا اس طرح انجام ہوتا ہے اگر اوس میں تو ہے
 تو ایسی طبیعت والے شخص کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندگی بخوشی بسر کر لیجائے گا۔
 اگر یہ نہیں ہے تو اوسکا عیش و آرام اوس نقلی بادشاہ کے عیش و آرام سے مشابہ ہے
 جو ابھی تیش کے اٹیچ پر بادشاہ بنا ہوا ہزاروں غلاموں پر حکومت کر رہا تہا پردہ کے گرتے
 ہی نقال کا نقال رہ گیا۔ اس سے میرا نشانہ نہیں ہے کہ کسی عقلمند آدمی کو میں بشریت
 سے خارج سمجھ کر یہ کہوں کہ اوس پر کسی تکلیف یا درد کا اثر ہو ہی نہیں سکتا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

بلکہ میں مصلحا کو دو چیزوں یعنی جسم اور روح سے شریک سمجھتا ہوں۔ جسم بے عقل شے ہے وہ سڑتا ہے۔ گلتا ہے۔ جلتا ہے۔ اور اور طریقوں سے خراب ہو سکتا ہے۔ مگر روح والا حصہ وہ حصہ ہے جس پر نہ تو کسی قسم کا خوف اثر کرتا ہے۔ نہ اسے کوئی مغلوب کر سکتا ہے اور نہ اس میں کسی قسم کا انقلاب ہو سکتا ہے۔ انسان میں یہی جز اعلیٰ درجہ کی شے ہے۔ جب تک کہ اس کی تکمیل نہ ہو لے گی خیالات میں تزلزل ضرور رہے گی۔ مگر تکمیل ہو چکنے کے بعد پہر کوئی شے اس میں تغیر پیدا نہیں کر سکتی۔ مشیت کے ساتھ لڑائی کرنے میں تیشہ کی نقل کی طرح مغلوب ہو جانے پر تلوار ڈال کر حکم کی اسناد عاہم نہیں کر سکتے۔ ہم کو یہاں جان حوالہ کر دینی پڑے گی۔ پہر کیوں استقلال اور مضبوطی کے ساتھ جان نہ دین؟ جو تکلیفات ہوں۔ ہوں۔ مرنا۔ مرنے والی کا غم کرنا۔ اور پہر اسی گہر میں خوشی کی شاد ہو گا۔ جانا۔ ع جان بچتے ہیں نقارے وہاں ماتم ہی ہوتے ہیں۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ رسم دنیا ایسی ہی ہے۔ اگر ہم غریب ہیں۔ تو تنہا نہیں ہیں۔ بہت سے اور بھی ہماری طرح ہیں۔ اگر ہم جلا وطنی کی حالت میں ہیں تو کیا؟ ہم سمجھ لیں گے کہ ہم وہیں پیدا ہوئے تھے۔ زیادہ سے زیادہ اگر ہم مری جائیں تو بیماری وغیرہ کے کٹنگے سے چوٹ جائینگے۔ اور یہ نہا ہی تو ایک ہی دفعہ کا ہے بار بار کا نہیں۔

جان جانے کے لئے ہے موت آئی کوئی	جانے والی چیز کا غم کیا کریں
---------------------------------	------------------------------

جس حالت میں پیدا ہوئے ہوں اس پر تعجب کیسا

جس حالت میں ہم پیدا ہوئے ہوں اس پر ہم کو تعجب نہ کرنا چاہیے۔ جب ہم سب ایک ہی حالت میں ہیں تو شکایت کا کیا موقع؟ جسکی نسبت کسا جاتا ہے کہ وہ مصائب سے بچا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ اب سے پہلے بتلاے مصیبت ہو چکا ہو۔

قانون بشریت سب کے لئے یکساں ہے۔ ہم سب کو جاڑے میں جاڑا۔ اور گرمی میں گرمی معلوم ہوتی ہے۔ مختلف ہواؤں کے چلنے کا اثر ہم سب پر برابر ہوتا ہے ایک کی ٹڈی بہتر جنگلی جانور سے ہو جاتی ہے اور دوسرے کی اپنی مانند انسان سے جو جانور سے زیادہ خطرناک ہے۔ کوئی آگ سے جلکر اور بانی میں ڈوب کر مرتا ہے یہ ہمت والے شخص ہی کا کام ہے کہ امارت میں اعتدال اور مصیبت میں استقلال کو ہاتھ سے نجانے دے۔ ناپیشی چیزوں سے متفر رہے۔ اور ہمیشہ کوشش کرتا رہے کہ اپنی حالت کو اوسط درجہ میں رکھے۔ سقراط کی حالت فاعتبر وایا ان کی لبصا کے مصداق تھی۔ افلاس مزدوری۔ خانہ داری کے روزمرہ کے جھگڑوں کے علاوہ اسکی بد مرثت اور بد مزاج بی بی کی صحبت اوسکے لئے کیسی بلاے جان تھی۔ بی بی کی طرح اولاد کا بھی بے ترتیب ہونیکا غم مزید برآں۔ ۲۷ برس بہادر سپاہی کی طرح جنگجوی کر نیکیے بعد ۳۰ سالہ بادشاہوں کی اطاعت کرنا زمین سے اکثر اوسکے جانی دشمن تھے کوئی معمولی بات نہ تھی۔ آخر میں مر تار اور کافر۔ مخرب دین۔ انسان اور خدا

کا دشمن قرار پا کر جیلخانہ میں ڈالا گیا۔ یہی سزا کافی نہ سمجھی گئی بلکہ جیلخانہ میں زہر کا پیالہ پلایا گیا جسے اونے ایسے استقلال کے ساتھ پیا کہ چہرہ پر شکن تک نہ پڑی۔ بیماری -

علاقت اور خراب موسم کی طرح حوادث زمانہ بھی ہم کو برداشت کرنا پڑینگے۔ اور شہر پر
کی شرارتیں بھی۔ اونکی پچھتیاں۔ صلاح اور شور سے اس قابل نہیں ہیں کہ اونپر بہرہ و سہ
کیا جائے بلکہ بے ایمانی۔ و غابازی۔ جعل اور ناراستی طبع کے نہایت ہی ذلیل نتیجے
ہیں۔ ایسے لوگ نبی نوع انسان کو اگر نقصان پہنچانا چاہیں تو ہزار طرح سے پہنچا کر
چوڑھین۔ اونکے گویندہ۔ اونکے مخبر۔ اور اونکے بکٹ ہر جگہ موجود ہیں۔ وہ امر سے
سلسلہ اتحاد فوراً قائم کر لیتے ہیں۔ اور ڈکیتی کرنے کے لئے اون کے نزدیک جنگل او
عدالت و دنون برابر ہیں۔ اپنے نفع کی فکر میں ہمیشہ لگے رہتے ہیں اور کچھ نہ کچھ خواص
اور فکر ہی میں ہر وقت پائے جاتے ہیں۔ گویا خوف اور رجا انہیں کے حصہ میں آگیا ہے
وہ شخص جسکو ولی شکنجہ حاصل ہے۔ جبر سختی۔ خوشامد۔ اور خشکی کی تمام صعوبات کو برداشت
کر لیکھا۔ خوف اندرونی ناپاکی کی ہی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو ہم کو اون امورات کی نسبت
جنگو باہر سن آنے میں تجسس بنائے رہتا ہے۔

مقصد کو برائی بہلانی سے کچھ تعلق نہیں ہے

برائی یا بہلانی کا مقصد کے ساتھ تعبیر کرنا سخت غلطی ہے۔ البتہ اون افعال کے ساتھ جنگ
فائل ہم خود میں اگر تعبیر کریں تو نامناسب نہیں ہے۔ ہماری سر زمین اور پریشانیان اگر سچ

پوچھو تو چارے افعال ہی پر منحصر ہیں۔ مقرر کے اثر سے قلب بہت محفوظ ہے۔ بھوای
 فِي الْجَسَدِ مُضَغَةً إِذَا صَلَّحَ صَلَّحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ جَبَدَلِ
 خراب ہے تو اور عضو بھی خراب ہونگے۔ اگر دل میں راست بازی۔ بے لوثی۔ اور برائی
 کی ذرا سی ہی چمکے تو ہم کو راہِ بہت پر لائیکے لئے وہی کافی ہے۔ سختی کی برداشت
 بہت اور خاکساری سے کر سکتے ہیں۔ جنگ و عوام الناس عقلند۔ سمجھ رہے ہیں اور ان میں
 اور انہیں جو حقیقت میں عقلند ہیں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ بعض بطور خود کتے پر تے ہیں
 کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے۔ مگر ایک طرف تو اسکی مخالفت کا اثر اور دوسری طرف اسکی نفی
 کے عمدہ نتائج جب اونکو محسوس ہوتے ہیں تو اپنی رائے پر قائم نہیں رہتے ہاں ایسے
 بھی بعض شخص ہیں جو مقرر سے دست و گریبان ہو کر صاف نکل بھی جاتے ہیں۔ بعض
 تو ایسے نازک طبع ہیں کہ جو اپنے خلاف ذرا سی بات بھی سننا نہیں چاہتے۔ یہ تو ایسی
 ہی بات ہے کہ کسی شخص کو آباد مقامات اور بیٹری میں چلنے پر نے اور گھومنے کا تو شوق
 ہو مگر اسکے ساتھ یہ خیال ہی لگا ہوا ہو کہ انہیں ذرا سا بھی وہکانہ لگے جنہیں سفر کی
 بڑی منزلین طے کرنا ہیں وہ سمجھ کر کہیں کہ وہاں منزل میں بیٹھیں گے ہی نہیں گئے بھی
 اور ٹھوکریں کھا کر ممکن ہے کہ گرین بھی۔ عیش طلب آدمیوں کے لئے کفایت شعاری۔
 کابل اور ست کے لئے محنت اور مشقت۔ یہاں تک کہ پڑھنا اور لکھنا ہی سخت سزا
 کی برابر ہے۔ اسلئے نہیں کہ فطرت نے ان چیزوں کو مشکل بنا دیا ہے بلکہ اس وجہ سے
 کہ ہماری طبع غیر مستقل اور خود پسند ہونگی وجہ سے اس کے عادی نہیں تعجب تو آتا

کا ہر کہ اکثر لوگ ہمارے علی الصباح اٹھتے اور شہاب زہینے کی وجہ سے زندہ رہنے پر سخت تعجب کرتے ہیں۔

نیکلی کی ابتدا اور انتہا دونوں پر مصیبت ہیں

جرمی شخص کے لئے تکلیف لازمی شے ہے اس لئے کہ اوسکو مقدر کے خلاف ہوا کا رخ اور ہوسکی کیفیت کے قطعی پروا نہ کر کے اپنا راستہ اپنے لئے آپ بنا نا پڑتا ہے۔ مصائب کا برداشت کرنا ایک قسم کی نیکلی ہے۔ وہ بھی ایک ہی نہیں بلکہ اوسکی ذیل میں اور بھی نیکلیاں ہیں۔ صبر ان میں سب سے بڑا ہے۔ جو استتلال کی شاخ ہے۔ افعال کی انتخاب میں دانائی۔ اور جس مصیبت سے ہم بچ نہ سکیں اوسکی پیشتر ہی دریافت کر لینے میں پیش بینی اور برداشت کرنے میں ثابت قدمی پائی جاتی ہے۔ اسکے علاوہ ہر عمدہ کام کرنے میں نیکلیوں کا اجتماع ہو جایا کرتا ہے۔ زرکسیسز کی زبردست فوج کے مقابلہ پر جانے کے لئے لیونی ڈوس اور اسکے ۳۰۰ سپاہیوں کو جب حکم ہوا تو اوسنے اوسنے مخاطب ہو کر یوں کہا "میرے بہادر سپاہیو۔ میرے جان باز بہادر و آؤ۔" یہاں کچھ تھوڑا سا ناشتہ کر لین اور پیٹ بہر کر تو شام کو وہیں (دوسری دنیا میں) ملیگا۔" یہ بڑا جملہ سنتے ہی فوجی بہادر وں کی رگوں میں خون جوش مارنے لگا اور تمام سپاہیوں نے اوسکی اس شجاعت کی داد فرمائی۔ انہیں اور آفرین سے دی۔ اس سے بڑھا ہوا اور شاندار وہ جملہ تھا جو کی ڈومی ٹی اس نے اپنی فوج سے اوسوقت کہا تھا جبکہ

جان توڑ کر وہ لڑتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ”بڑے چلو مے بہادر سپاہیوں ہاں ہاں بڑے چلو یہ خوب سمجھ لو کہ وہاں پہنچنا تو لازمی ہے۔ مگر واپس آنا۔ چندان ضروری نہیں ہے“ یہ باموقع مختصر سا جملہ مدد کے سیکڑوں فصیح بلیغ جملوں اور ڈگری کی سند حاصل کرنے سے بدرجہا زیادہ دل بڑھانے والا تھا مکتہ چینیوں سے مضبوط ہونے کے عوض دل پست ہو جاتا ہے اور مشکلات میں جہاں طبیعت پریشان ہوئی اور خرابی آئی۔ ہماری خواہشیں اور شوق صد ہا ہیں۔ اور ایسے اٹل کہ جیلوں اور شعبدہ بازیوں سے بھی اوسکا قبضہ میں لانا ایسا ہی مشکل ہے جیسے کہ کوئی شخص خدا کی اور انسانی معاملات کو پانی کے جوش سے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

نیکی سب پر غالب رہتی ہے

بعض حکما کی رائے میں موت کا خیال اس قدر میب ہے کہ اوسکے مقابلہ میں انسان درو کی تکلیفات کو برداشت کر لیتا ہے مگر جب درد میں ہر وقت مبتلا رہتا ہے تو بہرہوت کی آرزو کرنے لگتا ہے۔ لیکن میرا یہ مقولہ ہے کہ عقلمند وہی ہے جو دونوں کو برداشت کر سکے۔ نہ تو بہت کا ہر وقت منتظر ہی رہے اور نہ زندگی سے تنگ آکر اوسکی آرزو کرے۔ صبر کے ساتھ ایک کو برداشت اور دوسرے کا انتظار کرنا چاہیے۔ زندگی میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں مگر سب میں ثابت قدم

رہ کر وہ اوس شان الوہیت کا اظہار کر دیتا ہے جو اوسین امانت رکھی گئی ہے۔
 ایمان اور ایمانداری کو وہ سب سے زیادہ مقدس سمجھتا ہے۔ ضرورت زمانہ کے
 لحاظ سے وہ ایمانداری کو اختیار نہیں کرتا۔ بلکہ طبیعت کی پاکی کی وجہ سے۔
 اس مضبوطی کے ساتھ کہ کسی قسم کی لالچ وغیرہ بھی اوسکے ارادوں میں تغیر پیدا
 نہیں کر سکتے۔ مارو۔ پہونک دو۔ یا اوسکے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دو۔ وہ اپنے
 ارادہ سے ان تکلیفات کی وجہ سے ہٹ جائیں۔ بالکل غیر ممکن ہے۔ جتنا ہی
 کوئی شخص اوسکے راز کو دریافت کرنا چاہے گا اوتنا ہی وہ اوسے مخفی رکھیں گے۔
 نیک کام کا ارادہ کرنا گویا انسانی کمزوریوں پر جو برائی کی طرف رجوع نہیں فتح پالینا
 ہے اور خدا کی برکت اوسین شامل ہو جاتی ہے۔ سہجوری ٹی اس کا کیس
 نے تنہا ایک پوری پلٹن کا مقابلہ کیا۔ جس پل پر کٹر اوہ مقابلہ کر رہا تھا جب وہ
 توڑ دیا گیا تو وہ دریا میں کود پڑا۔ برہنہ تلوار اوسکے ہاتھ میں تھی اور اوسی سے لڑتا
 ہوا اپنے لوگوں میں آکر شامل ہو گیا۔ وہ شخص جس نے اپنی طبیعت پر قبضہ کر لیا اور
 اور موت کے خوف سے گہرا نا نہیں (جس کا خوف بڑے بڑے فائنمان ملک
 کے جسم کو تھرا دیتا ہے) واقعی بہت ہی بڑا خوش نصیب شخص ہے۔

سترہواں باب

ہماری خوشی کا دار و مدار زیادہ تر صحبت پر ہے

جمال ہنشین در من اثر کرد | در گنہ من بہان خاکم کہ ہستم

لطف زندگی بہت کچھ صحبت سے متعلق ہے۔ آپس میں آفاق اور صحبت انسان کے لئے اسی طرح ضروری ہیں جی طرح کہ پتھر کی محراب بنانے کے لئے پتھر اور چوڑنی کے مصالح کی۔ اگر محراب میں ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑا نہ کو نہ سینا لے تو پوری محراب زمین پر آ رہے۔ اور کچھ نہیں تو کم سے کم خون کا لحاظ تو ہر انسان پر فرض ہے اگر ہم آپس میں ایک دوسرے کو فائدہ نہ پہنچا سکیں تو نقصان پہنچانیکی نکر کرنا یہ سودگی ہے۔ تکلیف میں لوگوں کی آمد اور کرنا۔ راستہ بہولے ہو کون کو راستہ پر لگانا اور محتاجوں کو اپنے کمانے میں شریک کرنا۔ گویا اپنی ذات کو فائدہ پہنچانا ہے۔ اسلئے کہ نبی آدم اعضاے یکدیگرانہ۔ تمام انسانوں میں رشتہ نسبتی قائم ہے۔ ہم سب ایک ہی قسم کے عناصر سے بناے گئے ہیں ہمارے پیار کئے جانے کا منشا اور اوس کا انجام ایک ہی ہے۔ ہم پر اور دن سے محبت اور میل ملاپ کا پیداکرنا اور اور دوسرے ہمارے ساتھ انصاف اور حق رسانی کی کوشش کرنا فرض ہے۔ سو سستی کا شوق نچل ہے۔ مگر اسکے ممبروں کا انتخاب البتہ لیاقت اور دورانہ ریشی کا کام ہے۔

عمدہ صحبت کا اثر یہی ویسا ہی عمدہ ہوتا ہے۔ اور لائق اور پاکباز شخص کے حالات پڑھنے اور سننے والے ہی ویسے ہی لائق اور پاکباز ہو جاتے ہیں۔ اونکی عمدہ مثالیں ہمارے دلون میں ایک قسم کی تحریک پیدا کر دیتی ہیں اور جسے عمدہ کام مثلاً کمزورون کی حفاظت کرنا، مظلومون کی داری کرنا۔ شہریرون کو سزا دلانا۔ یا ایسی ہی اور بہت سی اچھی باتیں کرنا کی باعث ہو جاتی ہیں۔ اور اس طریقہ سے ضرور ہے کہ دنیا کی حالت کچھ نہ کچھ بہتر ہو جائے گی۔ عمدہ مثالون کے قیام کر نیکا خیال بھی بڑی ہمت کا کام ہے۔ اوس احسان کا تو ذکر ہی نہیں جو اس طریقہ سے اپنے ہمعصرون پر ہم کرتے ہیں۔ مغرور لوگون سے جو ہم پیالہ و ہم نوالہ رہیگا اوسکا دماغ بھی اونمیں کی طرح بہودگیون سے پر ہو جائیگا بندہ شہوت کی میل سیلا پی ہی اگر اوس حد تک بدکار نہیں ہے تو اوسکے قریب قریب ضرور بدکار ہو جائینگے۔ اور ان برائیون سے بچنے کے لئے یہی ضروری ہے کہ اس قسم کی صحبت سے وہ شخص علیحدہ کر لیا جائے۔ اونکی نزدیکی اور قربت تو خراب ہی ہے مگر ہمارے پاس ہر وقت اونکی موجودگی اوس سے زیادہ خراب ہے۔ خراب مثالیں۔ جو مٹی خوشیابان اور آرام مخرب اخلاق ضرور ہیں۔ جس طرح سخت زمین گھوڑون کے سمون کو سخت کر دیتی ہے۔ اور پہاڑ کے رہنے والے اعلیٰ درجہ کے جفاکش سپاہی بن جاتے ہیں۔ یا سدنیا ت پر کام کرنے والے سفر مینا کی پلٹن میں اعلیٰ درجہ کے لائق ثابت ہوئے ہیں۔ اسی طرح قواعد کی سختی اور اوسکی پابندی سے و لکو مضبوطی حاصل ہو جاتی ہے۔ مصائب اور دولت کی کثرت کے وقت ہم کو ان عمدہ لوگون کی پیروی کرنا چاہیے

جنہن نے ایسی حالتوں کو نفرت سے دیکھا ہے وہی لوگ اعلیٰ درجہ کی تعلیم دے سکتے ہیں
جنگلے اقوال و افعال یکساں ہوں انہیں جو زندگی ہی میں یہ کام کرنا ہی چاہتے ہوں۔

خراب مقامات اور بد چلن لوگوں سے احتراز لازم ہے

جس طرح کہ خراب ہوا تندرستی کو نقصان پہنچاتی ہے اسی طرح بُری صحبت سے
نیک آدمی کو نقصان پہنچتا ہے بعض مقامات تو ایسے ہیں جو عیاشی اور بد وضعی کے
لئے مخصوص ہیں اور جہان سے بد کاری اور خراب اخلاق کی سند حاصل ہو سکتی ہے
ایسے مقامات پر اچھے لوگوں کے جانے سے بدکاروں اور بد وضع لوگوں کو جانے
کے لئے نہ صرف ہمانہ مل جاتا ہے بلکہ ایک قسم کی سند بھی ہنسی بل ایسا جنگجو آخر کا
کپسی نیا کی بد کاریوں کا شکار ہو ہی گیا۔ اور گویا ذات خاص یہ بڑا بہادر شخص تھا مگر آخر
میں عیش طلبی کا غلام ہی نکلا۔ میں قصابوں اور بادو چیوں میں رہ کر ایک طرح پر زندگی بسر
کر سکتا ہوں گو دونوں مختلف عادات اور پیشہ کے لوگ ہیں۔ انسان اگر رہنا چاہے تو
ہر مقام پر اعتدال کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ اگر شرابیوں کو سٹہ کون پڑ لگانے دیکھے
یا شہوت پرستی۔ عیاشی۔ اور فضولیات کی مثالیں اپنے سامنے ہر وقت موجود
پائے تو ادا سکھو اوتے پر سہز کرنا چاہیے نہ بے گراؤ نہیں اختیار کر لے ہنسی بل ایسا
بہادر شخص جب اپنی تین خراب عادات نفسانی سے باز نہ رکھ سکا تو ہم کس گنتی اور شمار میں ہیں
جو پہلے ہی سے ادا کے محکوم اور ادا سے منسوب ہو چکے ہیں۔ اوس شخص کو جس کا دشمن

اوسکے دل کے اندر ہے بمقابلہ اوسکے جسکا دشمن سامنے ہے بہت سخت دقتیں
 اوسٹھانا پڑینگے اگر ایسا شخص مغلوب ہو گیا تو پھر اوسکی پریشانیوں کی کچھ حد و پابان
 نہیں۔ اسکو ہر وقت صبر اور شکر سے کام لیکر اپنا فرض ادا کرنا پڑے گا۔ ولیہ دین
 کے ہر وقت موجودگی سے کسی وقت نہ تو ساتھ چھوڑے گا اور نہ کوئی امن و آرام کا موقعہ
 ملیگا۔ اگر مسرتوں کے لئے جگہ خالی کی جائے تو اسکے ساتھ افلاس، مشقت، غم
 غصہ، حرص اور ادا اور خواہشوں کو آئینکے لئے ہی موقعہ دینا ہوگا۔ اور یہ سب ملکر
 کسی اور موقع پاکر ضرور بلائے جان ہو جائینگے۔ ایسے وقت میں فلسفہ ہی اسکا
 علاج ہے اور وہ بھی صرف اسقدر کہ وہ ایک قسم کی آزادی کی تعلیم کرتا ہے۔
 اس آزادی سے یہ غرض ہے کہ انسان جو حادثات زمانہ اور مقدر کی مخالفت سے
 بے اثر ہے۔ وہ لوگ جو علم فلسفہ کی تعلیم اپنے نفع کے لئے کرتے ہیں اون سے
 زیادہ کوئی شخص دنیا کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اڑ
 اور کرتے ہیں کچھ اور۔ جو فروش گندم نا۔ کیسے ممکن ہے کہ جہاز صحیح سلامت چٹانوں
 اور بنیادوں کو طے کرتا ہو ابندر گاہ تک پہنچ جائے جب کہ اوس کا رہنما شراب
 پئے ہوئے بدست پڑا ہو۔ یہ معمولی بات ہے کہ پہلے ہم اپنے ساتھ برائی
 کرنا سیکھتے ہیں اور پھر اوروں پر بذریعہ تعلیم تقسیم کرتے ہیں۔ مگر اوس شریہ
 کی شرارت کا کیا ذکر جسمین اوروں کی شرارتیں اگر جمع ہو گئی ہوں۔

وہ حکما جنکے اقوال اور افعال کیسیان ہیں وہی قابل

صحبت ہیں

تمام صحبتوں سے حکما کی صحبت اعلیٰ درجہ کی ہے ان میں سے ہی اون کی جو ہم کو یہ بتلا سکتے ہوں کہ کیا چیزیں اصلی اور ضروری ہیں اور اون کی تعلیم بھی کر سکتے ہوں۔ نہ اون کی جنکے عملی کارروائیاں لفظوں ہی تک محدود ہوں۔ ضرورت ہے کہ ہم کو عمدہ باتیں سکھائی جائیں اور اون کی مشق کرا کر ہم اسکے عادی بنا دئے جائیں۔ جب تک کہ ہم کو تمام چیزوں سے نفرت پیدا نہ کرا دی جائے گی ہلکوارام نصیب نہوگا۔ نیک مصاحب۔ کچھ شبہ نہیں کہ اسکے دل میں جب کا وہ مصاحب ہے یا تو اپنے ہی سے نیک خیالات پیدا کرا دیگا یا اگر یہ نہو سکا تو اسکی طبیعت کی کچی کو درست کر کے راہ راست پر لے آئیگا اور اسکی عمدہ مثال اسکے دوست کے حق میں بہت ہی مفید ثابت ہوگی۔ اور اس کی نیکو کاری دیکھ کر دوسروں کے دل اسکی طرف ضرور مائل ہو جائینگے۔ نیکوں کے دیکھنے اور اون سے گفتگو کرنے سے دل کا مسرت حاصل کرنا تو ایک معمولی سی بات ہے یہ بھی تو اونکی ذات کا ایک ادنیٰ سافیش ہے کہ اونکی زیارت (خواہ وہ نزدیک سے ہو یا دور سے) قلب میں وہی کیفیت پیدا کر دیتی ہے جو پاک مقامات پر جانے سے دیکھو خود بخود محسوس ہونے لگتی ہے۔ جسکے ساتھ ہم ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہوں اونکی عادات درسی کی فکر ہم کو سب سے زیادہ کراچاہئے کیونکہ بغیر ایسے دوست کے دسترخوان

ہو سے کی ناند سے بدتر ہے تحریر سے اثر ہوتا ہے۔ مگر تقریر سے بہت زیادہ دنیا دار سنی ہوئی باتوں کا زیادہ لحاظ کرتے ہیں۔ اور اوروں کو جیسا کرتے دیکھتے ہیں ٹھیک ویسا ہی خود بھی کرنے لگتے ہیں۔

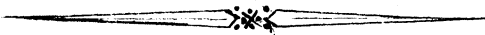
السلامۃ فی الوحده

ہماری طبیعت میں اس بات کی خواہش کا پیدا ہونا کہ ہر وقت دو چار آدمی ہمارے پاس موجود رہیں اور ہم تنہا نہ رہیں گو قدرتی ہے مگر اسکے ساتھ ہی یہی قابل لحاظ ہے کہ جس قدر احباب زیادہ ہوں گے اوسے قدر ہک پوریشا نیان ہی زیادہ ہوگی سو میں ایک آدمی ہی ایسا نہ لکھیکا جسے خود اپنے اوپر اعتبار اور اطمینان ہو۔

ایسے لوگوں کی صحبت ہماری حالت کو اگر بہتر نہیں کر سکتی تو ہماری ترقی میں ضرور مانع ہوگی۔ اگر کوئی شخص راستہ میں ٹھہرنا ہوا وہاں جائے جہاں اوسے جانا ہے تو وہ اپنی بے استقلالی کی وجہ سے اس سفر کو جلد ختم نہ کر سکیگا اور ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ کتنا تک یہ بات اوسکے حق میں مضر ہوگی۔ کوئی دشمن اگر ہمارے پیچھے آتا ہو تو کس قدر تیز بہاگ کر اوس سے بچ جانے کی ہم کوشش کرتے ہیں مگر موت سا دشمن ہر وقت ہمارے پیچھے ہے مگر ہم میں کہ اوسکی ذرا بھی پروا نہیں کرتے وہ چند اشخاص جنکی طبیعت بہت ہی نرم اور سہل پسند ہیں انکا تو ذکر ہی نہیں۔ وہ اتنی کم ہیں کہ انکا اطلاق کچھ ہی نہیں۔ قلت ہمیشہ کثرت کی طرف

رجوع ہو جاتی ہے۔ برائیوں سے بچے رہنے کی چاہ ہے جس قدر قوت ہم اپنے
 مین پائیں۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ اون کا آخر ہم پر نہ پڑ جائے۔ ہماری حالت تو کچھ ایسی
 ہو گئی ہے جس سے ہم خود مجبور رہیں۔ عیاشی اور حرص مین مبتلا ہو جانے سے
 بہت زیادہ نقصان ہو جائیگا اندیشہ ہے۔ ایک شخص بہت سے لوگوں کو
 زانی اور بدکار بنا دیتا ہے۔ اپنے اعزہ اور اقارب مین سے ایک شخص کی
 دو تین ہی کتنے شخصوں کو حاسد بنا دیتی ہے۔ اُن لوگوں کی حالت تو کیسی
 خوفناک ہوگی جو برائیوں ہی سے بالکل پرہیز ہونگے۔ اُنکی دونوں حالتیں خطرناک
 مین۔ یا تو ہم شرب کی چیز سے وہ شہیروں اور بدکاروں کا ساتھ دینگے۔
 یا اسوجہ سے کہ اوس حد تک وہ بدکار نہیں ہیں آپس مین دونوں سے اختلاف رہیگا
 لہذا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایسی بدکار لوگوں سے انسان علیحدہ ہی رہے
 اور صرف ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرے جنکے حق مین ہم اور ہمارے حق مین وہ
 منفیہ ہو سکیں اور یہ تعلقات دو طرفہ فائدہ بخشین گے۔ اسلئے کہ کچھ تو ہم اون سے
 سیکھیں گے اور کچھ اون مین سکھا دینگے۔ مجمع مین انسان آزاد نہیں رہ سکتا جو
 خیالات لیکر ہم باہر جاتے ہیں واپس آنے پر ویسے قائم نہیں رہتے بہت سے
 وہ خیالات جنکو ہم پیشکل درست کر پائے تھے باہر جانے سے پھر ویسے پریشان
 ہو جاتے ہیں۔ بہت سی خواہشات نفسانی جو مغلوب ہر چکی مین باہر نکلنے سے پھر
 بڑک اڑتی ہیں۔ جو کیفیت عرصہ تک بیمار رہنے سے جسم کی ہو جاتی ہے وہی حالت

ہمارے دلونکی ہوگئی ہے ہمنے ایسے ناز و نعم میں پرورش پائی ہے کہ ہوا کے ذرا زیادہ ہو جانے سے بھی ہم کو تکلیف ہونے لگتی ہے۔ ایسی سوسائٹی کا اثر ہمارے حق میں کیسا خطرناک ہوگا جس میں ایک شخص بھی ایسا نہ ہو جسکی رفتار۔ کردار۔ گفتار کا عمدہ اثر ہمارے اوپر پڑ سکے۔ بلکہ بخلاف اسکے اوسکا ہر ممبر ایسا ہو جو چپکے چپکے اپنی بد کاریوں کا اثر ہم پر ڈالتا رہے۔ ایسے سوانگ اور تماشون کا دیکھنا ہی ناجائز ہے جنکی لطفوں میں شرارتیں ملی ہوں خصوصاً وہ جس میں بے رحمی اور سنگدلی کی مشق کی جاتی ہو۔ ایسی کارروائیوں میں ہماری شرکت قطعی ناجائز ہے جن میں وہ لوگ جن پر وہ کی جاتی ہیں جس پر یہ اور ظالمانہ سمجھ کر اونکی سختی سے آہستہ آہستہ آہین کریں۔ اور اونکی وجہ سے روہین۔ ممکن ہے کہ وہ انصاف اور ایمان کی بنیاد پر ہوں مگر تاہم اونکے ساتھ تعلق رکھنا اطمینان قلب کو ضائع کرنا ہے۔ وہ لوگ جو ڈرپوک ہوتے ہیں۔ احتیاطاً اونہیں کے فائدہ کے لئے (کہ کسی وقت تنہائی میں اپنا نقصان آپ نہ کر بیٹھیں) محافظ مقرر کر دینا پڑتا ہے۔ اپنی خواہشوں کے پورے کرنے کے غرض سے جو بے احتیاط لوگ اپنے تئیں یا دوسروں کو نقصان پہنچانگی کوشش کرتے ہیں وہ اسی سوچ یا فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح اونکی سوچی ہوئی ترکیبیں ٹھیک اور جائیں۔



اٹھارہواں باب

دوستی کی کترین

تمام خوشیوں سے زیادہ یقینی اور پُر اطمینان ایسے دوست کی دوستی کی خوشی ہے جو محبت میں سچا اور پکا ہے۔ اس یقین کا لطف اور سرور ہی ہمارے تفکرات کو مشاوت بنا ہے اور اسی سے سخت مصائب بھی قابل برداشت ہو جاتے ہیں۔ ہر حالت میں۔

افلاس ہو یا دولت مند ہو ہم کو دوستوں سے پوری امداد ملتی ہے۔ صرف انھی کی کی وجہ سے اگرچہ اوسمیں اور کوئی خوبی بالفرض نہ بھی ہو۔ ہمارے لئے دوستی کی سخت ضرورت ہے۔ مصائب کا تو سچی دوستوں کی ہمدردی سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی علاج ہی نہیں۔ موت کے خیال سے جو روحی تکلیف ہلکے پہنچی ہے سچے دوستوں کی دوستی کا اطمینان ہی اسے رفع کر سکتا ہے۔

دوستوں کی شناخت ہم کو اون کی آمد و رفت کی قلت یا کثرت سے نہ کرنا چاہیے اور نہ دوستی کی پاک رسومات اور طریقوں کو شناسائی کی ان فضول رسم و رواج سے مخلوط ہونے دینا چاہیے جو تجارت پیشہ یا اور لوگوں سے سلسلہ تجارت یا دیگر تعلقات جاری ہو جاتے ہیں۔

احباب کا انتخاب

دوستی میں اس قدر خوبیاں جہاں ہیں۔ وہاں یہ نقص بھی ہے کہ بچے دوست کا ملنا اور اون کا دوست بنانا مشکل ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ خدا ملے تو ملے آشنا نہیں ملتا۔ وہی شخص دوست بنانے کے لائق ہے جو اول تو نیکو کار ہو۔ نیکو کاری کی ضرورت اس لئے ہے کہ اگر بدکار ہو تو اسکی بدکاری مرضِ متعدی کی طرح ہم میں اثر کر جائے گی۔ بدکار اور نیکو کار کا ساتھ اور دونوں کی یکجائی ہرگز مناسب نہیں ہے دو سکے کر یہ کہ عقلمند ہو۔ ان ہر دو صفات کے آدمی سے جسکے دوست بنائے جانے کی سخت ضرورت ہے جہاں تک ہو سکے اور جس طرح ہو سکے دوستی کیجائے اس معاملہ خاص میں جو بد قسمت نہیں ہیں وہ واقعی خوش قسمت ہیں۔ وہ دوستی جو دو طرفہ نیکو کاری کے شوق اور محبت کے پرجوش مصلحوں سے مضبوطا ہو سچی اور پاک دوستی ہے۔ ایسے دوستوں کو کوئی خیال۔ کوئی خوف۔ اور کوئی خود غرضی جدا نہیں کر سکتی۔ دونوں اپنے ساتھ بہرے تک اور سے لیجا سینگے۔ اور اس میں دُفن ہو جانے کے بعد بھی شاید ہی جلاہوں۔ میری عزیز بی بی پالیٹا اور میں۔ وہ اور میری بہتری کا خیال آپس میں یہ کہہ ایسے خلط ملط ہیں کہ اوسکے آرام اور آسائش کی فکر دُن میں مجھے ہی آرام ملتا ہے۔ اور میری نگہداشت کو وہ اپنی نگہداشت سمجھتی ہے اور یہی خیال ہے جس نے اپنی نگہداشت پر مجھے اور زیادہ مجبور کر دیا۔ بعض یہ سوال کرتے ہیں کہ

پرانی دوستی کے تحفظ میں مسرت ہے یا نئی دوستی پیدا کرنے میں۔ مگر میرا خیال ہے
 کہ دوستی کرنے اور اس کے بنانے میں ہر شخص کو ویسی ہی وقتیں پیش آتی ہیں جیسی
 کہ کاشتکار کو بونے اور کاٹنے میں۔ اول تو اپنی محنت کے بار آور ہونے کی امید
 سے خوشی ہوتی ہے اور دوبارہ وقت جب اس امید کو پورا ہوتے دیکھتا ہے کسی کتاب
 کے پڑھتے وقت گویا اس کے مصنف کے ہم گفتگو کرتے ہیں مگر دوستوں کے
 خطوط میں المکتوب نصف الملاقات کا مزہ آتا ہے۔ جواب لکھنے کے وقت تو
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم دونوں سوال جواب کر رہے ہیں۔ سچا دوست چاہے
 جس قدر دور ہو۔ وہاں بیٹھا ہوا وہی کام کرے گا جو یہاں ہماری آنکھ کان۔ دل۔
 ہمارے ساتھ کرتے ہیں۔ جب دوستوں سے آپس میں ملاقات ہوتی ہے تو ان
 میں محبت کا جذبہ پائائین جاتا جو متفرق رہنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ بد ساق
 دونوں کے شوق اور محبت کو تیز لکھی رہتی ہے۔ ہر وقت ہمارے پاس موجود رہنے
 میں ہی یہی معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ہم سے علیحدہ ہیں وقت کا زیادہ حصہ دونوں علیحدہ
 علیحدہ صرف کرتے ہیں۔ اپنے اپنے ملنے والوں سے ملنے علیحدہ ہیں۔ سوتے
 علیحدہ علیحدہ کمزور ہیں۔ کتابوں اور مقامات کی سیر کے مذاق دونوں کے علیحدہ
 ہوتے ہیں۔ تمام دنیا اگر درمیان میں ہوتا ہم دو سچے دوست یکجا سمجھے جاتے ہیں
 جو شخص اپنے نفس کا دوست ہے وہی نبی نوع انسان کا دوست ہو سکتا ہے۔
 کتب بینی کے وقت جب میں کوئی ایسی بات مطالعہ کرتا ہوں جو میری رائے میں

خلق اللہ کے مفید معلوم ہوتی ہے میری سوخت کی خوشی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔
 وہ خوشی کیا جسمین کوئی اور شریک نہ ہو سکے۔ اللہ جل شانہ اگر تمام دنیا کی عقل اپنی ہی
 ذات تک محدود رکھنے کی شرط پر مجھے عطا فرماتا تو میں اللہ کبھی اس شرط کو
 قبول نہ کرتا۔

دوستی میں تکلف کمان

دوستی ہونی سے قبل ممکن ہے کہ ہر امر میں تامل ہو۔ مگر دوستی ہو جانے کے بعد
 تکلف باقی نہیں رہتا۔ نہ رشک نہ حسد۔ یہ بات کیسی بدنام ہے کہ پورے طور سے
 واقف ہونی سے پیشتر تو دو شخص آپس میں دوست بن کر دوستی کا دعویٰ کرنے لگیں مگر
 واقف ہو جانیکے بعد نادانانہ عقوبت سا برتاؤ کریں۔ شک و شبہ کو دوستی سے
 قبل دخل کا موقع ہے۔ بعد کو نہیں۔ دوستی ممکن ہے کہ دیر میں ہو۔ مگر کسی شخص کو
 دوست بنانے کا ارادہ ہے اسے میری نظریں عزیز کر دے گا۔ مجھے لازم
 ہے کہ اپنے راز کو ایک دستک سینہ میں ویسے ہی محفوظ سمجھوں جیسا کہ اپنے سینہ
 میں۔ بلا تامل اپنے راز۔ اور اپنی تشویشات کو اپنے دوست سے کھرا دس سے انکی
 نسبت مشورہ لینا میرا فرض ہے۔ اور اس سے زیادہ عمدہ کوئی اور تدبیر اسے اپنا
 سچا دوست اور اپنا لایق مشیر بنانیکے لئے ممکن ہی نہیں اپنے دوست پر اگر میں خود
 ہی اعتبار نہ کروں گا تو گویا میرا خیال ہے کہ وہ غیر معتبر ہے۔ اور میں اسے غیر معتبر

بنائیں کی اور بھی کوشش کر رہا ہوں۔ جس شخص کا میری نسبت یہ خیال ہو کہ میں اسے کسی نہ کسی وقت دھوکا دوں گا اسکے اس خیال سے مجھے بھی یہ حق ہے کہ میں بھی اسے دھوکے باز سمجھوں۔ دوستی میں کسی بات کا پردہ نہیں رہتا۔ اگر رکھا گیا تو پھر دوستی نہیں۔ دوستوں کی موجودگی میں اپنے راز کو ویسا ہی محفوظ سمجھنا چاہیے جیسے کہ تنہائی میں۔ تنہائی میں جو کچھ ہم سوچ سکتے ہیں وہی اونکی موجودگی میں بھی۔ دونوں کے دل جب ایک ہیں تو اونکے اغراض بھی حسین مصائب اور مسرت دونوں شامل ہیں ضرور یکساں ہونگے۔ دونوں کے لئے ہر شے کو دوستی یکساں کر دیتی ہے۔ وہ بری ہوں خواہ اچھی۔ ایسے دوستوں کا یہاں تذکرہ نہیں جو دوستی کے پردہ میں ایک دوسرے کی حق تلفی کو جائز رکھتے ہیں۔ بلکہ میرا منشا ایسے دوستوں سے ہے جو آپس میں ویسی ہی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ والدین اپنی اولاد سے۔

سچی دوستی

دوستی میں اس امر کی سب سے بڑھ کر احتیاط چاہیے کہ اسکی بنیاد صرف محبت پر ہو اسکے سوا اگر دوستی کی کوئی اور وجہ ہے تو وہ دوستی نہیں ہے بلکہ ایک شے کی خرید و فروخت۔ دوست اگر اسکی وجہ ہے۔ تو گویا اسکی وقعت میں بٹا لگانا منظور ہے دوستی اس خیال سے کرنا کہ ہمارا دوست بیماری۔ افلاس یا مصیبت میں ہمارا کام آوے گا۔ ہماری تنگ خیالی کو اظہار کرتا ہے۔ دوست وہی ہے جسکا بجا خود

یہ خیال ہو کہ خدا نخواستہ اگر ضرورت پڑے گی تو اوسکی امداد و طرح ہو سکیگی کہ وہ لگا۔ غرض کی دوستی و دوستی نہیں ہے۔ مخالفت ہے۔ ایسی دوستی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہتی۔ اوس وقت تک رہیگی کہ وہ غرض پوری نہوے۔ یہی سبب ہے کہ جب تک روپیہ پاس ہے دوستوں کی تعداد میں کمی نظر نہیں آتی۔ زمانہ کے پلٹنے کے ساتھ یہ بھی پاٹ جاتے ہیں۔ ایسے فرضی دوست مصیبت میں کام نہیں آسکتے۔ وہ شخص جو اپنے نفع کے خیال یا کسی اور غرض سے دوست بنا ہے اوسکی دوستی دوستی نہیں ہے بلکہ معاہدہ۔ زمانہ سابق کی دوستی اوس زمانہ کے ساتھ گئی۔ مگر اب اس کے پردہ میں غارتگری کیجاتی ہے۔ ذرا اپنے طریقہ بدلے اور ان دوستوں کا سچا نوٹو ملاحظہ فرمائیے۔ میرا یہی خیال ہے کہ دوست عقلا ہی ہو سکتے ہیں۔ اور لوگ براے چندے ساتھی ہوں تو ہوں۔ مگر دوست نہیں ہو سکتے۔ میری رائے میں دوستی وہ شے ہے جو ایک شخص کو دوسرے کی نظر میں عزیز بنا دے۔ ہماری جان بچانیکے لئے ہمارا دوست اپنی جان کی پروا نہ کرے گا عشق اور دوستی میں فرق یہی ہے کہ عشق سے کبھی نہ کبھی تکلیف پہونچ جائے گا اندیشہ ہوتا ہے مگر دوستی سے ہرگز نہیں۔ راحت ہو یا مصیبت دوست کی طرف سے بہتری کی امید کے سوا برائی کا خیال ہی گناہ ہے۔ ان لوگوں سے جن سے ہم کو محبت ہے علیحدگی میں بھی ہم کو آرام ہی ملیگا۔ تھوڑا باہت۔ سچے دوستوں سے گفتگو کرنے میں خصوصاً ان سے جنگی ہم کو تمنا بھی ہو۔ خون میں محبت کا جوش پیدا ہوتا ہے۔

انیسواں باب

وقت کی پابندی سے بہت مسرت ہوتی ہے

روزمرہ ہم کو تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کا زیادہ حصہ برائی میں - اوس سے زیادہ بیکاری میں - اور باقی اُن کاموں میں ضائع کر دیتا ہے جسے اون کو بہت ہی کم تعلق ہوتا ہے۔ وقت کا کچھ حصہ نمائشی کاموں - کچھ خوشامد - کچھ فضول حاضر باشی کچھ اپنے آرام اور آسائش کے متعلق - اور باقی بیکاری میں صرف ہو جاتا ہے۔ اگر حساب کیا جائے تو معلوم ہو کہ کتنا وقت فضول اُمید - بیجا خوف - عشق بازی - عیوض لینے کی تدبیروں - ناچ ناماشہ - خود غرضی - تفکرات لایعنی - تلاش روزگار - مقدمات کی کوشش - بیجا خوشامد میں رائیگان جاتا ہے - یہی وجہ ہے عقلمند اور بیوقوف دونوں کو زندگی کے مختصر ہونے کی شکایت رہتی ہے۔ دو سے لفظوں میں جسکے یہ معنی ہیں کہ جو وقت اور زمانہ ہم کو ملا ہے گویا وہ ہمارے کام - اور فرائض انسانی کو پورا کرنے کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے۔ جائداد کی سی حالت زندگی کی بھی ہے۔ گھر کا مالک اگر منظم ہے تو اپنی جائداد کی مختصر آمدنی سے بہت کچھ کر لے گا۔ اگر وہی جائداد کسی مسرف کے ہاتھ میں دیدی جاوے تو وہ تو درکنار کسی سلطنت کا اگر خزانہ شاہی بھی ہو تو چند لمحوں سے زیادہ کے لئے کافی نہ ہوگا۔ اگر وقت کو اچھے طریقہ سے استعمال کریں تو زندگی کے

تمام مقاصد پورا کر نیکے لئے بہت کافی ہے۔ مگر ہم تو زیادہ تر اس سے رشک۔ حسد۔ شیخی بازی عیاشی۔ خوشام۔ سیر و تفریح۔ بگڑتی۔ اور مخرب اخلاق کتابوں کے پڑھنے میں برباد کر دیتے ہیں اور بہتر تمنا کرتے ہیں کہ کچھ اور زیادہ (وقت) ہیکو ملے۔ اس بات کا انہیں کبھی نہیں ہوتا ہے کہ یونین برباد کر دینے کے عوض کیوں جائز طور پر اسکو استعمال کرنے کی فکر ذرا ہی نہیں کی جتنی مختصر اس زندگی کو بہنے سمجھ رکھا ہے۔ سچ تو یوں ہے اوتنی نہیں ہے۔ اپنے ہی کرتوتوں سے اسے ہم مختصر کر لیتے ہیں۔ بیکاری میں اکثر اداؤں کو انگلیاں چٹھانے۔ سیٹی بجاتے۔ گنگناتے اور آپ ہی آپ باتیں کرتے دیکھا گیا ہے۔ بعض بیہودہ غریبوں نے راجہ کے اشعار تصنیف کرنے۔ اونکے پڑھنے اور سنانے میں ہفتوں کے ہفتے ضائع کر دیتے ہیں۔ اُٹتے ہی۔ صبح صبح۔ جام۔ درزی دہولی کے ساتھ بحث کرنے میں دن کا زیادہ حصہ برباد کر دیا جاتا ہے۔ گھنٹوں آئینہ اور گنگھی سے مشغول رہتے ہیں۔ بناو۔ سنگار ہوتا رہتا ہے۔ بال کے ترشنے کے بعد لوگوں سے گھنٹوں راے لیجاتی ہے۔ اگر ایک بال میں بھی کچھ فرق نکل آیا تو گو بازندگی و بال ہونگی ان سب باتوں کا غالباً نتیجہ یہی ہے کہ چاہے اخلاق بگڑے مگر وضع اور لباس میں فرق نہ پڑے۔ ٹوپی کی عمدہ تراش اور خراش کی تو فکر ہے۔ مگر نہیں ہے تو معاملات خانداری کی۔ سو برس کی زندگی اگر انسان اپنی فرض کر کے یہ تمام وقت جو عیاشی۔ عشق بازی۔ آپکے جنگوں۔ ان بیمار یوں کے علاج میں (جتنکے بانی خود ہی ہیں) صرف ہوتا ہے منہا کر دینے کے بعد جو چیز باقی رہیگا وہ اور کوئی مختصر زندگی سے کہیں

زیادہ نکلے گا۔ زندگی کتنی ہی بڑی ہو مندرجہ بالا تعلقات کے سبب سے ہمیشہ مختصر ہی معلوم ہوگی۔ وجہ یہی ہے کہ ہم اس خیال سے زندگی بسر کرتے ہیں کہ کبھی میٹے نہیں۔ کبھی اُن کمزور ہون کی جانب توجہ کرتے ہیں جو انسانوں میں عموماً موجود ہیں پھر سمجھتے ہیں کہ جو کام ہم کر رہے ہیں شاید آخری ہو اور دوسرے کے کرنا ہی نوبت نہ پہنچے۔ زیادہ وقت محض بیکاری اور فضول امیدوں میں۔ جو آئندہ زمانہ پر منحصر ہیں صرف ہو جانا ہے۔ زمانہ حال کی نسبت جو ہمارے اختیار میں ہے ہم ذرا ہی فکر نہیں کرتے۔ بہتری کی امید زمانہ آئندہ کی توقع پر کئے ہوئے بیٹھے ہیں جس کا عطا فرمانا خدا کے اختیار میں ہے۔ اسکا حاصل ہونا بالکل غیر یقینی ہے۔ مگر اسے ہم بالکل یقینی سمجھتے ہوئے ہیں ۵

ہمہ وقت پر دوشک و سہو	کہ پیوستہ در وہ روان نیست جو
-----------------------	------------------------------

بہ عمل کر کے وقت کو ضائع نہ کرنے دینے کا خیال رکھنا چاہئے جتنے ہوئے دریا اور جاری چشموں سے اسی وقت تک گٹرے بہرے جا سکتے ہیں کہ وہ روان ہیں۔ خشک ہو جائیکے بعد کچھ نہیں کر سکتے۔

دولت کی حفاظت جان سے زیادہ کی جاتی ہے

اُن تمام حاکموں کے اظہار کر نیلے لئے انسانی لیاقت محض ناکافی ہے جو ہم لوگ اپنی زندگی کے مقابلہ میں اپنے مکانات اور روپیہ پیسے کی نگرانی اور حفاظت میں کرتے رہتے

رہتے ہیں مفتکے اشیاء کے لئے سب دوڑتے ہیں اسلئے کہ وہ مفت ہیں مگر جب
 ایک شخص دوسرے کے مکان یا جائداد کے لینے کی فکر کرتا ہے تو وہ تلوار اور
 بندوق لیکر لڑنے مرنے اور مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ دولت اور جائداد
 میں تو شرکت گوارا نہیں ہو سکتی۔ مگر اس دولت میں جس سے وقت مراد
 ہے ہر شخص جس قدر چاہے شرکت کر نیکامجاڑ سمجھ لیا گیا ہے۔ اس دولت کے
 لٹانے میں جبکی ہم کو سخت احتیاط کرنا چاہیے۔ ہم کو ذرا سا بھی بخل نہیں ہے۔
 اکثر دیکھا جاتا ہے کہ دوست اور احباب آپس میں بیٹھ کر گفتگو وقت ضائع کر ڈالتے
 ہیں۔ یہ سب ”تفریح“ کا تو خیال کرتے ہیں۔ مگر ”وقت“ کا نہیں۔ یہ سوال کہ وقت
 ضائع ہو رہا ہے یا نہیں کبھی اونکے درمیان میں آتا ہی نہیں۔ اس سبب سے
 کہ وقت کے ضائع ہونے کی ہم پر وا نہیں کرتے ہم کو اس کے ضائع کرنے میں دروہی
 معلوم نہیں ہوتا۔ اسد جل شانہ نے ہماری زندگی کا زمانہ مقرر کر دیا ہے دن ہو یا رات۔
 ہر وقت سفر آخرت میں ہم مصروف ہیں۔ راستہ میں ٹھہرنے کے لئے آرام دہ مقامات
 نہیں ہیں۔ فقیر ہو یا شاہزادہ کسی بیجاں نہیں کہ اپنی عمر میں ایک لمحہ بھی بڑھا سکے
 اختیار کی بات یہ ہے کہ زندگی عمدہ طور سے بسر کریں مگر اسکی فکر نہیں۔ چاہتے ہیں تو
 یہ۔ کہ ابھی وہان پکیر ہمیشہ زندہ رہیں جو غیر ممکن ہے۔ زندگی کے موجودہ زمانہ کو آئندہ
 کے لئے عیش کے سامان جمع کرنے میں ہم مصروف کرتے ہیں۔ جس سے شاید ہمارا یہ
 خیال ہے کہ آئندہ زیادہ جینے اور یہ دن جو صرف ہو رہے ہیں تھینا محرمین گے

اگر ہمارا خیال ہی ہے تو کس قدر بیہودہ ہے!!

زمانہ ماضی و حال و مستقبل

زندگی کا زمانہ اگر تقسیم کیا جائے تو زمانے حال و ماضی و مستقبل پر منقسم ہو سکتا ہے۔ زمانہ موجودہ بہت مختصر ہے۔ آنے والا زمانہ غیر یقینی۔ زمانہ گذشتہ یعنی جو گذر چکا۔ البتہ یقینی ہے مگر اختیار سے باہر۔ زمانہ کی چال بہت تیز ہے۔ ایسی تیز کہ اوسکی تیزی کی جانچ و اوقات گذشتہ ہی پر نظر ڈالنے سے ہو سکتی ہے۔ اوس پر نظر ثانی کرنے سے کل حالات گذشتہ پیش نظر ہو جاتے ہیں۔ موجودہ زمانہ ایسے چپکے سو گذر جاتا ہے کہ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ ہماری زندگی کا زمانہ ہی تو زمانہ موجودہ کہا جاسکتا ہے۔ اسیکو لڑکپن۔ جوانی۔ ادبھڑ۔ اور بڑھاپے میں غلطی سے عین تقسیم کر کے عمر کے ان درجن کو اور بھی تنگ کر دیا ہے۔ اگر احتیاط نہ کریں گے موقع ہاتھ سے ضرور جاتا رہے گا۔ اور اگر تیز نہ چلین گے تو ضرور پیچھے رہ جائیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ عمدہ زمانہ گذر رہا ہے۔ اور خراب آنے والا ہے۔ عمدہ حصہ صرف کر نیکے بعد تلچٹ باقی رہ جاتی ہے ہر عمر کے اس خراب زمانہ کو جو کسی اور مصرف میں نہیں آسکتا ہم عبادت میں صرف کرنا چاہتے ہیں!! اور اپنی راسے میں اپنی زندگی کا آغاز عمر کے اوس حصہ سے کرتے ہیں جسنا تک لوگ بہت کم پہنچتے ہیں۔ وقت کو اس طرح ضائع کر دینے سے زیادہ دنیا میں اور کونسی حماقت ہے! خصوصاً جبکہ زندگی کے غیر یقینی ہونے کی وجہ سے اپنے اس نقصان

کو جو ہو چکا ہے ہم کبھی پورا نہ کر سکیں گے۔

وقت کے سوا ہم کیکو اپنا نہیں کہہ سکتے

دنیا میں "وقت" کے سوا کسی شے کو ہم اپنا نہیں کہہ سکتے۔ مگر باوجود اسکے اگر کوئی چاہے تو اسکو ضائع کر سکتا ہے۔ تھوڑا سا قرض لینے پر بھی رقمہ عند الطلب لگنے اور اسکے متعلق ہر قسم کے رسومات اور انکی احتیاط کرنا پڑتی ہے مگر شاید وہ شخص جو میرے وقت کے بڑے حصہ پر تصرف بھی کرتا ہے سمجھتا ہے کہ وہ میرا ذرا سا بھی نقصان نہیں کرتا وہ حقیقت میں مجھے ایسا نقصان پہنچاتا ہے جسکے احسان کا بار اسکی گردن پر سنبھالنا ہے کہ شکر یہ ادا کرنے سے بھی اسکی گلو خلاصی نہیں ہو سکتی۔ جسکے پاس سرمایہ کافی ہو وہ غریب نہیں کہا جاسکتا خدا سے دعا ہے کہ کسی کا سرمایہ وقت کبھی ضائع نہ ہو جسکو دنیا میں رہنا اور دنیا داروں میں زندگی بسر کرنا ہے اسے چاہیے کہ کسی پرانے کاشتکار کے قدم بہ قدم چلے جو پہلے ہی خرمن سے عمدہ غلہ علیحدہ کر کے اپنے صرف کے لئے جمع کر رکھتا ہے۔ اور اسوقت کا انتظار نہیں کرتا کہ قرضخواہ اگر عمدہ مال لے جائے اور خراب اسکے حصہ میں پڑے۔ وہ شخص جو میرا ایک دن پورا ضائع کر دیتا ہے مجھے ایسی شے لے لیتا ہے جسکی واپسی غیر ممکن ہے۔ "وقت" یا تو زبردستی ضائع کر لیا جاتا ہے یا لوگ باتوں ہی باتوں میں اوڑھ لیا جاتے ہیں۔ یا محض بیکار جاتا ہے۔ ان سب میں سے پہلی حالت بہت خراب ہے سفر اور زندگی کی حالت یکساں ہے۔

کتب بینی یا کسی ہسفر کے بلجانے سے سفر معلوم نہیں ہوتا باتوں ہی باتوں میں منزل مقصود تک ہم پہنچ جاتے ہیں۔ برابر وقت ہم برباد کرتے رہتے ہیں مگر یہ کہی نہیں سوچتے کہ اتنی دیر میں ہم سے کوئی نیک کام بھی ہو ایا نہیں۔ میں اونہیں سے مخاطب نہیں ہوں جو اوباشی اور بد وضعی میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ اون سے بھی جنگو دنیا کے لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کے دن نہایت خوشی میں کاٹتے ہیں۔ جو ہر وقت عیش و عشرت میں پڑے ہوئے رنگ رلیان منار سے ہیں۔ جنکی خدمت میں ہزار ہا غلام اور صد ہا نوکر جا کر ہیں اور جتنکے سروں پر عیاشی اور شہوت پرستی کا بہت چڑھا ہوا ہے۔ امر کی نخواست اور خود بینی کی شکایت ناحق کیجاتی ہے جب کہ اون میں ایک بھی مشکل سے ایسا ملے گا کہ جسکے پاس کسی نہ کسی کے گزر ہو جائیکے علاوہ انعام و اکرام اور اونکی نظر عنایت و کرم سے لومنی فیضیاب نہ ہو جاتا ہو۔ ہم اپنی شکایت آپ کیوں نہ کریں؟ دوسروں کا کیا ذکر جس حالت میں کہ اپنی نسبت ہم کسی قسم کی نصیحت سنا نہیں چاہتے اور نہ ہم تک کسی اور کی رسائی ممکن ہے۔

دوستوں کی صحبت اور اپنی کام کاج میں وقت ذرا بھی معلوم
نہیں ہوتا

دوست اور احباب کے بے تکلف جلسوں اور کام کاج میں کچھ شبہ نہیں کہ وقت

ذرا بھی معلوم نہیں ہوتا۔ بدکاریوں میں روپیہ کے نقصان کے علاوہ جان کا بھی نقصان
 ہے۔ زمانہ موجودہ تھوڑی سی دیر میں گزر جائے گا۔ زمانہ گذشتہ کے واقعات
 البتہ اگر یاد کئے جائیں تو یاد آسکتے ہیں۔ ایسے گذشتہ زمانہ کے واقعات گذشتہ پر
 ہم غور اور توجہ کر کے ادنیٰ جانچ بھی کر سکتے ہیں۔ کام کاجی آدمیوں کو واقعات
 گذشتہ کی جانچ کا موقعہ بہت کم ملتا ہے۔ اگر کبھی ملا ہی تو اس لحاظ سے اُس پر
 غور نہیں کرتے کہ انکے یاد کرنے سے دل کو صدمہ ہوتا ہے۔ وہ شخص جو عمدہ
 طور سے اپنی زندگی بسر کرتا ہے ہمیشہ خوشحال رہیگا۔ یہ وہ خوشی ہے جو کبھی
 جا نہیں سکتی۔ بخلاف اسکے بدکاری میں بسر کی ہوئی زندگی کے واقعات یاد
 کرتے ہی ایسے شخص کو شرم اور ندامت کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اون پر
 نظر ثانی کرتے ہی او سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اوسکی تمام زندگی ہوا ہوس
 شہوت پرستی۔ طمع سے بڑھے اور فقط یہ خیال ہی اوسکے جسم کے رویں
 کھڑے کر دیتا ہے۔ جو لوگ اس زندگی میں عظیم الفرستی کا عذر کرتے رہے
 موت کا وقت جب آئے گا تو فرصت ملے یا نہ ملے مرنیکے لئے اؤکو وقت نکالنا ہی
 پڑے گا۔ ہمارے زمانہ موجودہ کو زمانہ ایدالآپاؤ سے کتنی قلیل نسبت ہے۔
 ویسے ہی ہماری عمر کو دنیا کی قدامت کے ساتھ کوئی بھی نسبت نہیں ہے۔ پس اس
 قلیل زمانہ میں خیال تو کرو کہ کتنا وقت ہم خوف۔ دہشت۔ تفکرات۔ رنج اور
 بیہودگیوں میں صرف کر دیتے ہیں۔ نصف سے زیادہ تو سو کر کاٹ دیتے ہیں

اور بقیہ وقت میں سے کتنا زیادہ حصہ عیاشی - شہوت پرستی - کمانوں کی خاطر و تواضع نوکروں کی تعلیم - اور متفرق اقسام کے کمانوں کے طیارا گرانے میں ضائع کر دیتے ہیں جنہیں کہا کر پیٹ بہرنا ہمارا منشا نہیں ہوتا ہے بلکہ محض حرص و ہوس کے ساتھ اس کے زائل ہو جائے کا خوف لگا ہوا ہے۔ اس زمانہ عیش میں ہی جبکہ کسی طرف سے ذرا سا بھی ایسے شخص کو کٹھکانہین ہوتا ہے۔ یہ خیال ہی کہ یہ حالت ہمیشہ نہ رہے گی ان تمام مسر تو کو ناکارہ اور خراب کر دیتا۔ اور خوش نصیب خوش نصیب شخص ہی اس خیال سے بری نہیں ہے۔

بیوان باب

وہ شخص ہمیشہ مسرور رہے گا جو اپنے لئے اپنا شغل آپ تجویز کرے

تنہائی اور کام سے فارغ البالی کی بے انتہا برکتوں کو بیان کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ یہ وہی برکتیں ہیں جنکی بادشاہوں اور امراء نے ہمیشہ تمنا کی مگر میسر نہ آئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں متوسط درجہ کے لوگوں کے حصہ میں پڑی ہیں جو خود بھی تنہائی پسند ہیں۔ امارت تک پہنچنے کی پریشانیوں اور دقتوں میں پڑ کر ان برکتوں کا خیال ہی کیسا خوش آئند اور فرحت بخش ہے۔ شاہ آگسٹس تمام عمر دعا کرتا رہا کہ اسکو کسی وقت سلطنت کے کام سے دم بہر کی توفیق حاصل ہو۔ اوسکی گفتگو سے ہر وقت یہی خواہش ظاہر ہوتی تھی۔ اور سب بڑی مسرت جبکی تلاش میں وہ تھا یہ تھی کہ کیسے توفیق اسکو فارغ البالی حاصل ہو جاتی۔ اوسکی یہ عظیم الشان سلطنت کو بظاہر دل لبسانے والی

اور دلکش تھی مگر ظاہر ہوتا تھا کہ باطن میں کستور و تفکرات اور پریشانیوں سے مملو تھی! اپنے ذاتی اغراض اور آرام۔ اور دوسروں کے فائدوں کے لئے فرصت اور تنہائی اختیار کرنے میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور دن کے ساتھ بہلائی کرینکے لئے جو لوگ تنہائی اختیار کرتے ہیں اور میں ہی تو کام کثرت سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ اب تک سیکھا ہے اس کے سکھانے کا زمانہ یہی ہے۔ عقلاً تنہائی میں ہی خلق خدا کی بہتری کی فکر میں کرتے رہتے ہیں۔ کتب بینی کے سبب سے حکمانے بڑے بڑے کار نمایان کئے ہیں۔ اگر وہ افسر بنا کر لڑائی میں بھیجے جاتے یا اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہوتے۔ یا واضعاً قوانین ہوتے تو اس قدر مفید کام نہ کر سکتے۔ اور کئی خدمات کسی خاص فنر کے لئے مخصوص نہیں ہوتیں بلکہ ان کے فیض سے تمام زمانہ عموماً مستفید ہوتا ہے اور نیکے چپ چاپ اور خاموش بیٹھے رہنے سے وہ فائدے حاصل ہوتے ہیں جو اور دن کی عرق ریزی اور جانفشانیوں سے ممکن نہیں۔ جو گوشہ میں بیٹھ کر ہی دنیا داری میں پھنسا رہے اور اس وقت بھی عمدہ اور نیک کام کرنا اور سے مقصد نکلے تو ایسے شخص کی عزت اور گوشہ نشینی بالکل بے مصرف ہے۔ اس حالت میں ہی اگر اوسکو غلاموں کی طرح بادشاہوں اور حکاموں کی حاضر باشی کرنا پڑی۔ اگر علیحدہ علیحدہ گروہ اور پارٹیاں اوسنے اور وقت بھی قائم کیں۔ عہدوں کے حاصل کرنے کے لئے اس وقت بھی اوسکو اگر جائز و ناجائز فکرین کرنا پڑیں۔ خطابات حاصل کرینکے لئے اگر جوتی سچی کوششیں اور وقت بھی کرنا پڑیں۔ کسی شخص کے دو لہندہ می یا

او سپر لطاف شاہی ہو نیکے سبب سے اگر اوسکو اوسوقت بھی حد پید ہو تو یہ فرضی
 کنارہ کشی محض ڈھکوسلا ہے۔ اوسکو چاہئے کہ قلب کو ان تمام ناپاک کیوں سے
 پاک و صاف کر کے اطمینان سے اسے جلائے کی عطا کی ہوئی برکتوں سے مستفید
 ہو۔ عقلا کے لئے تنہائی میں اس سے زیادہ اور کوئی کام نہیں ہے کہ وہ
 بیٹھے ہوئے خدا کی یاد اور اوسکی معرفت پر غور کیا کریں۔ برگ درختان میں نظر ہو شیار۔
 ہر وقت معرفت کردگار۔ آئندہ نسلوں کی خدمت کے لئے عقلا را ہیقت
 سے طیار ہیں اس طریقہ سے کہ جو باتیں اپنے تجربہ سے اپنے حق میں مفید پاتے
 ہیں آنے والی نسلوں کے لئے بھی مفید سمجھ کر تحریر کرتے ہیں۔ اور یہ باتیں اسی
 طرح ہم تک پہنچ جاتی ہیں جیسے عمدہ نسخے یا علاج سینہ بہ سینہ پہنچتے رہتے
 ہیں۔ دن رات کتب بینی میں مصروف رہنے والا شخص گو بہ ظاہر کوئی کام نہ کرتا ہوا
 معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں دنیا اور دین دونوں کے کام اوس سے انجام پاتے
 رہتے ہیں۔ کسی دوست کی روپیہ سے امداد کرنا یا کسی کی ملازمت یا عمدہ کے لئے
 سفارش کر دینا نج کا کام ہے اور اس فعل سے صرف ایک یا دو شخص ممنون ہو سکتے
 ہیں مگر وہ شخص جو ہم کو عمدہ طور سے زندگی بسر کرنے کے قواعد سکھائے۔ اور شہوات
 نفسانی کے مغلوب کرنے کی تدبیریں بتلائے اوس کا احسان نہ صرف موجودہ نسل
 پر ہے بلکہ تمام نئی نوع انسان پر۔ نہ صرف اوسی وقت بلکہ ہمیشہ۔

آزادی جیسے ممکن ہو۔ حاصل کرنا چاہیے

آزادی آخر کیسے حاصل ہو؟۔ روپیہ حاصل کرنے کے لئے ہم صد ہا تکلیفیں اٹھاتے ہیں
 عمدہ اور منصب پانیکے لئے ہم ہمیشہ پریشان رہتے ہیں۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں
 آتا کہ آزادی اور کام سے فراغت حاصل کرنے کے لئے جسکے بغیر پریشانیوں میں
 زندگی بسر کر کے جان دنیا یقینی ہے۔ ہم کیوں تکلیف اٹھانا پسند نہیں
 کرتے۔ جب تک زندہ رہیں گے کام کرنا پڑے گا۔ دریا میں ایک لہر کے بعد
 دوسری لہر جبر طرح پیدا ہوتی رہتی ہے۔ کاموں کا سلسلہ اوسطی طرح ہی کبھی منقطع
 نہ ہوگا۔ نہ کوئی ایسا طریقہ کیسا اس وقت تک معلوم ہوا ہے جس سے دنیا
 میں کاموں کا سلسلہ منقطع ہو سکے۔ ہر وقت کام میں پھنسے رہنے والے آدمی
 کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے! گولہ میں پھنسنے کا جیسا شکل ہے ویسا ہی کاروبار
 میں پڑ کر فرصت پانا۔ ہزار میں ایک شخص ہی ایسا نہ ملیگا جو عمدہ طور سے زندگی بسر
 کرنا جانتا ہو۔ کیسی ذلیل ہے وہ زندگی جو پریشانیوں اور نفرت سے پڑ ہو۔
 اوس سے زیادہ اور خراب حالت اوس شخص کی ہے جو کسی کا نوکر ہو۔ آقاؤں کے
 تعین کردہ اوقات پر نوکرانہ کو کمانا اور سونا نصیب ہوتا ہے۔ اونہی کے قدم بہ قدم
 چلنا پڑتا ہے۔ جس سے وہ محبت اور نفرت کریں اونکے ساتھ نوکر بھی ویسا ہی کریں!
 یہ تمام باتیں اگر غلامی سے بھی بدتر نہیں ہیں تو کیا ہیں! جب کاروبار کا ترک کرنا

ضروری معلوم ہو تو کیون ترک نہ کر دیا جائے۔ مگر قبل از وقت نہیں جتنے زیادہ دنوں میں ہم ترک کریں گے۔ اتنے ہی زیادہ دن پریشانی میں مبتلا رہیں گے۔ اکثر آدمی کام میں ہر وقت مشغول رہنے کے لئے روزگار کر لیتے ہیں اگر کوئی عمدہ مشغل نہ ملا تو بیکار بیٹھے بیٹھے دن کاٹ نہیں سکتے۔ ہر وقت گھبراتے رہتے ہیں۔ ملازمت ترک کر دینے کے بعد بچ کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں صرف اسی خیال سے تاکہ لوگ انہیں کام کا جی آدمی سمجھ کر انکی قدر کریں۔ ایسے لوگ دل میں فارغ البالی کی قدر کر کے ہمیشہ اسکی تمنا کرتے ہیں جو کیسے افسوس کی بات ہے کہ انہیں کہی میسر نہ ہوگی۔ فارغ البالی وہ شے ہے کہ خرید و فروخت کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اوس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ خود کوئی شخص حاصل کرنا چاہے اور اسکی کوشش ہی کرے۔ صرف اوس وقت ادسکا حاصل ہونا ممکن ہے ورنہ غیر ممکن۔ غیروں کے ساتھ جسے برتاؤ کرنے میں اپنی نگرانی کا ثبوت دیدیا او سکو چاہیے کہ تنہائی میں اپنے نفس کے بہی نیک ثابت ہونیکی کوشش کرے۔

بعض کسی مصلحت سے تنہائی اختیار کر لیتے ہیں

اوس شخص کو جس نے سمندرون میں اور سخت سے سخت طوفانوں میں تمام عمر بسر کی ہو اب چاہیے کہ تمام جگہوں سے کنارہ کشی کر کے آرام ملنے اور اپنے حق میں

فرصت نصیب ہوئی اور دعا کرے۔ گو یہ بات اسے جب ہی حاصل ہوگی کہ اسکی
 یہ گوشہ نشینی نمائشی نہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس تمنائی میں ہی قلب کے غیر مطمئن ہونے
 کی وجہ سے اسے کبھی آرام نہ ملے گا جب سب سے علیحدگی اختیار کر لی گئی تو
 پھر خوف کسکا۔ حقارت کس کی اور خواہش کس شے کی؟ انسانوں سے متنفر ہو کر
 تمنائی اختیار نہ کرنا چاہیے بلکہ اپنے قلب کے سکون اور اطمینان کے لئے وہ
 شخص جو کثرت کام سے اور انسانوں سے گھبراکر۔ حسد کی برداشت نہ کر سکنے
 یا کسی اور وجہ سے تمنائی اختیار کرتا ہے وہ تنہا تو ہو جاتا ہے مگر ویسا ہی جیسے
 چنچھو ندر۔ اسکی تمنائی ویسی نہیں ہوتی جسے عقلا پسند کرتے ہیں۔ دن رات
 پڑا چارپائی توڑا کرتا ہے۔ اسے اپنے پیٹ بھرنے اور معاش کے تفکرات
 اور خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کی کوشش ہر وقت رہتی ہے۔ بہت سے
 ایسے ہی ہیں جو ملازمت سرکاری کی پریشانیوں اور ناکامیابیوں سے تنگ آکر
 تنہا رہنا پسند کرتے ہیں۔ مگر رشک و حسد اس گوشہ میں ہی اونہیں تنہا رہنے
 نہیں چھوڑتے۔ جس گوشہ میں وہ خوف زدہ ہو کر اور تنگ کر بیٹھ رہتے ہیں۔ وہاں
 بھی آہستہ آہستہ حسد اور بچ کے ساتھ عیش طلبی کی خواہش۔ تکبر۔ اور بہت سی اور تکلیفیں
 پہنچ جاتی ہیں۔ ایسے لوگوں نے تمنائی اسلئے پسند نہیں کی تھی کہ وہ آرام سے
 رہینگے۔ بلکہ اس غرض سے کہ اور دن کی تمنائی میں غلغلہ انداز ہوتے رہیں گے۔
 ایک حکیم نے ایک جوان شخص کو تنہا ٹھٹھے ہوئے دیکھ کر کہا کہ جبری صحبت سے

بچنے کے لئے یہ بہت ہی مقول سبیل ہے۔ اکثر آدمی ہمیشہ بیکار رہتے ہیں اور اس بیکاری میں ایسے بڑے کام کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ شیطان کے لائق مریدوں میں سے ہیں۔ اور کریں کیا؟ تمام وقت عیاشی اور بیکاری میں صرف کرتے ہیں اور وہ وہ افعال قبیحہ کرتے ہیں کہ فوجی سپاہی ہی اذن افعال کے کرنے سے شرماتے ہیں۔ وہ جو عیش و عشرت میں ہر وقت ڈوبے ہوئے ہیں فرصت والے آدمی نہیں کہے جاسکتے۔ بیکاری کے بعد باکاری ہمیشہ بہلی معلوم ہوتی ہے۔ ایسے اشخاص جنہوں نے اس بیکار تنہائی کے بہانہ سے اپنے تئیں زندہ درگور کر رکھا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر موت سے کیوں ڈرتے ہیں؟ میری رائے میں وہ تنہائی حسین کتب بینی نہ ہو سکتی ہو فخر کی تنہائی ہو۔

بدرجہ زیادہ بدتر ہے!

بعض آدمی گوشہ نشینی اپنی تعریف اور شہرت کے لئے

اختیار کرتے ہیں

بعض اشخاص اپنی گوشہ نشینی کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک اونکی یہ جو س بیہودہ اور بیخیال باطل ہے۔ اس گوشہ نشینی سے اون کا منشا یہ ہوتا ہے کہ لوگ اون کی تعریف کریں۔ مگر میری رائے میں اون کا مقصد ہونا چاہئے۔

کہ اوزمین اپنے نفس کے ساتھ گفتگو کرنی اور اوسکو اپنا مخاطب بنانے کا زیادہ موقع ملے۔ اگر میں ہوتا تو تنہائی میں اپنے نفس پر کبھی کبھی براہِ سیطرہ ملامت کرتا جیسے کہ احباب میں بیٹھکر اور دن کی برائیاں کیا کرتا ہوں۔ اوس وقت میں اپنی بدکاریوں کی جانچ خود ہی کرتا۔ اوسکے سبب سے اپنے تئیں ملزم قرار دیتا۔ اور اونکی پاداش میں اپنی سزا آپ کرتا۔ تارک الدنیا مشہور ہو جانا۔ یا میرے نسبت اس امر کی شہرت کا ہو جانا کہ میں نے دنیا کو مکر اور اوسکے مکروہات کی وجہ سے ترک کر دیا حاشا وکلا میرا منشا ہرگز نہ ہوتا۔ اوس سے میری اصلی غرض یہ ہوتی کہ اپنے نفس کو اپنا مخاطب بنا کر اور اوس سے بدکاریوں کا ملزم ٹھہرا کر اوسکی سخت ملامت کرتا۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص میرے پاس کچھ سمجھکر طلب حاجت یا دعا کے لئے جاتا تو اوسکی حماقت تھی یا نہیں؟ اوس سے کم اتنا تو معلوم کر لینا چاہئے کہ میں دلی بارودیش نہیں ہوں بلکہ ایک گنہگار اور وہ بھی خدا کے عفو کا خواستگار۔ میرے پاس سے اوشہ جانے کے بعد اگر میری نسبت یہ مشہور کیا جاتا کہ ”ہم تو اوسے دلی اور عالم سمجھے ہوئے تھے مگر وہ تو کچھ ہی نہ نکلا“ میں یہ سنکر بہت ہی محظوظ ہوتا۔ لوگوں سے میری یہ التجا ہوتی کہ میری گوشہ نشینی کو باعث بدکاری سمجھیں کسی اور امر پر مہول کر کے میرے حاسد بنیں۔ بعض جانور اپنے غار باند میں جانے سے پہلے اپنے نقش قدم مٹا دیا کرتے ہیں تاکہ پہر کوئی اونکا پتہ نہ پاسکے گوشہ نشینی کے بعد انسان کو بھی

ایسا ہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ دروازہ کھلے ہوئے پر چور دن کو شبہ ہوتا ہے۔ مگر کم گنہگار نے اور راز جوئی کی ضرورت اور نہیں اور سیوقت پڑتی ہے جب دروازہ بند۔ اور قفل سر بھر ہوں۔ اس بات کا مشہور ہو جانا ہی غضب ہے کہ فلان شخص اپنے مکان سے باہر نہیں نکلتا اور نہ کسی سے ملتا ہے۔ اسکے مشہور ہوتے ہی عوام میں رائے زنی شروع ہو جاتی ہے۔ وہ شخص جو عوام سے پرہیز کرتا ہے گویا اطلاع عام کے لئے دروازہ کھول دینا اس کا اصلی مقصد ہے۔

فلسفہ کے لئے تنہائی اور خیالات میں آزادی کا ہونا

ضروری ہے

اپنے جسم کی حالت ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔ اسی بنا پر کوئی فائدہ کشی کرتا ہے اور کوئی لطیف غذاؤں سے اپنا پیٹ بہرتا ہے۔ وہ مریض جگے پیروں میں لغزش ہاتھوں میں لہج ہے یا تشنج کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور اسے کوئی کام نہیں لیا جاتا۔ وہ آرام سے بیٹھ کر اپنا علاج کراتے ہیں۔ پھر کیوں دل کی بیماریوں کے علاج کے لئے انسان ایسا نہیں کرتا۔ دنیاوی کمزوریوں سے نجات اور کاموں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مضبوطی کے ساتھ ہم کو

فلسفہ کی جانب توجہ کرنا چاہیے۔ اور تمام جھگڑوں سے ترک تعلق اور بالکل قطعی احتراز
 بیماری کی حالت میں دوست احباب سے ہم کھ ملتے ہیں۔ تنہا رہتے ہیں۔
 کسی قسم کی فکر اور تشویش کو پاس آنے نہیں دیتے۔ توجہ قلب کی بیماریوں
 میں مبتلا ہوں تو کیوں اسوقت ان تمام باتوں کا لحاظ نہ کریں۔ کاروبار تو تمام زندگی
 ختم نہونگے۔ کام کاج کر نیکیے لئے نوکر اور غلام ہی موزوں ہیں۔ مگر غور۔ فکر۔ اور
 انجام بینی عقلا کے متعلق ہیں۔ تنہائی اور صحبت احباب۔ دونوں موقع موقع سے
 جائز۔ اور ضروری ہیں۔ انسانوں کی صحبت میں ہم نئی نوع انسان کے ساتھ
 محبت اور ہمدردی کرنا سیکھتے ہیں۔ اور تنہائی میں اپنے نفس کے ساتھ دوستوں
 کی صحبت سے جب جی گھبرا جاتا ہے تو تنہائی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور جب
 تنہائی میں جی آگتا جاتا ہے تو دوست اور احباب کے ساتھ بات چیت میں
 لطف آتا ہے۔ اوس سے زیادہ بد نصیب۔ سچ تو یہ ہے۔ دنیا میں کوئی شخص
 نہ ہوگا۔ جو اپنا وقت کاٹنا نہ جانے۔ ہر وقت اوسکے خیالات میں پراگندگی
 اوسکی رائے میں خلل۔ اور آئندہ ہونے والے اوقات کی طرف سے وہ ہمیشہ
 ہراسان رہیگا۔ مگر اپنے وقت پر پہلے کلام کر نیکیے عادی ہونے کی وجہ سے ایسا شخص ہمیشہ
 مشغول رہیگا۔ اور اوس کے سب کام درست ہوتے رہیں گے۔ اوس میں صرف
 یہی ایک تجربی پیدائش نہیں ہو جائیگی کہ زندگی کے معمولی حوادث کی طرف سے اوسکا
 دل مضبوط ہو جائیگا بلکہ یہ بھی ہوگا کہ اپنے اشارات اور تکلیفات کو مبدل

بہ راحت اور آرام کر لیگا۔ اور اس طرح اون مصائب کا عادی ہو کر ایک متقل مزاج والا شخص ہو جائے گا۔

اکیسواں باب

موت کا خوف اگر دل سے نکل جائے تو پھر کسی

مصیبت میں پریشانی نہ معلوم ہو

یہ نہایت مشکل ہے کہ زندہ رہنے کے قدرتی شوق کو جو ہر انسان کے دل میں خود بخود جاگزیں ہو جاتا ہے۔ کوئی فلسفی اپنے فلسفیانہ یا موت کی طرف سے نفرت پیدا کر اپنے والے خیالات کے دور سے مٹا سکے۔ نہ اوس کو یہ باور کر دینا اوس کے اختیار کی بات ہے کہ مرنیکے وقت ذرا سی ہی تکلیف نہیں ہوتی جو خیالات ہمارے دلوں میں بچنے ہی سے نقش کا لچر کرانے لگے ہوں ممکن نہیں کہ یکبارگی سب محو ہو جاویں۔ جلنے اور سخت زخمی ہو جانے کے بعد ہی اگرچہ ہم قریب المرگ ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ مگر تندرست ہو جانے کی آرزو دل میں رکھتے ہیں۔ آخر ہماری اس بیودہ خیالی کا کیا نتیجہ؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش ہوگی کیوں بیودہ معلوم نہیں ہوتی؟ اسکولوں کی تعلیم اور وہاں

کلمتہ چینی کے طریقے سیکھنے سے تو یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔ تعلیم پاکر لائق ہو جانے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ اگر ہے تو صرف اس بات میں۔ اس تحریر سے میرا یہ منشا نہیں ہے کہ موت کو ہم سب ایک محض بے حقیقت شے سمجھیں۔ اپنے جسم کی آراستگی کے متعلق ہر شے کی حفاظت اور احتیاط کا شوق اور روح اور جسم کے اتنے عرصہ دراز کے تعلقات باہمی کے فوراً ہی منقطع ہو جانے کی وجہ سے موت میں اگر کوئی برائی معلوم ہوتی ہو تو عجب نہیں ورنہ حقیقت میں کوئی بھی برائی نہیں۔ مرنیکے بعد تنگ اور تاریک قبر میں رکھ کر ہم تنہا چھوڑ دئے جائینگے۔ منوں مٹی کا ڈھیر ہمارے اوپر ہوگا۔ اس مقام میں خدا جانے ہمارے ساتھ کیا برتاؤ ہو۔ ہم کہاں جائینگے۔ ہمارے اوپر کیسی گزرے گی اور کیا ہوگا۔ یہ یہ خیالات ضرور ہتیناک ہیں۔ اور انہیں دہشتوں کی وجہ سے غالباً جان ہی جلد نہیں نکلتی۔ قاعدہ ہے کہ جو بات سمجھ میں نہیں آتی اس کی نسبت خیالات متوحش اور پریشان قائم ہو جائیں گے بعد دلیں ایک قسم کی گھبراہٹ اور وحشت پیدا ہو جاتی ہے غالباً یہی وجہ ہے جو موت کی طرف سے ہمارے دلوں میں اس قدر خوف سا گیا ہے۔ (؟)

موت سے ڈرنا حماقہ ہے

موت کا نام آخر ہم کو پریشان کیوں کر دیتا ہے؟ مرنے کا خیال دل ہلا دینے والا خیال کیوں ہے؟ موت کا خوف اگر اس درجہ ہم پر غالب ہو گیا ہے تو ہر وقت خوف زدہ

رہنے سے موت کا آجانا کیا بہتر نہیں ہے؟ زمین جہین ہم دفن کئے جاتے ہیں وہ
 بھی تو تغیرات اور انقلابات سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ صدہا انقلابات تو اس میں ہمارے
 سامنے ہو گئے اور ہزاروں ہمارے بعد بھی ہوتے رہیں گے۔ کتنے جزیرہ
 اس وقت تک سمندرون میں شامل ہو گئے۔ اور آج کتنے مقامات پر جہان پیشتر
 خوشنما شہر آباد تھے وہیں پر دریا لہریں لے رہے ہیں اور جہاز رانی ہو رہی ہے
 کتنی بڑی بڑی قومیں دریا کی طغیانی اور زلزلہ سے آج تک تباہ ہو گئیں! جب یہ
 کیفیت ہے تو اپنے اس چہرے سے جفہ کو لیجا کر ہم کمان چپا سکتے ہیں۔
 موت کا یقین ہر شخص کو ہے۔ اور ہر شخص خوب جانتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز فانی
 ہے۔ پہر کیون ہم کو اسکا یقین نہیں آتا کہ وہ سالس جو ابھی آئی ہے شاید آخری
 ہو۔ موت کے خیال ہی سے ہم اس قدر کیون پریشان ہو جاتے ہیں۔ مریٹنگ
 تو ضرور اس میں ذرا سا بھی شک نہیں۔ مگر کب اور کس وقت۔ اسکے معلوم کرنا کب کوئی
 ضرورت نہیں۔ جب قانون قدرت یہی ہے تو موت سے ہم کیون ڈریں۔ پیدا
 ہونے اور زندہ رہنے کا نتیجہ یہی ہے اور تمام ناقابل برداشت مصائب اور
 تکلیفات کا اس سے بہتر علاج دنیا میں نہیں۔ مٹی کے مصنوعی چہرہ لگانے سے
 جس طرح بچے ڈرتے ہیں دوسری حالت میں جاتے ہوئے اسی طرح ہم کو خوف
 معلوم ہوتا ہے۔ وہ تفکرات اور پریشانیان جو مرنے والے کے بعد اوسکی موت
 کے باعث سے ہم پر پڑتی ہیں اور نیز وہ نامیشی رسم و رواج جو ہم بعد کو کرتے ہیں اگر

مسدود کرنے جائیں تو پھر موت سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ موت بقول ایک میرے غلام کے اوس درد کی تکلیف کے موافق ہے جسکو بمقابلہ بیماری کی تکلیفوں کے ہم سب اچھا سمجھتے ہیں۔ اگر درد قابل برداشت ہے تو تکلیف وہ نہیں اور اگر ناقابل برداشت ہے تو دیر پانہین۔ فطرت نے جن چیزوں کو ہمارے لئے لازمی کر دیا ہے موت ان سب میں آسان ہے اور یہ تو ہر شخص کا تجربہ ہے کہ موت کے آنے میں ذرا سی ہی دیر نہیں لگتی۔ دنیا سے ہم جاتے جس قدر جلد ہمیں آنے میں اتنی ہی دیر لگتی ہے۔ روح اور جسم کی علیحدگی پلک مارتے ہو جاتی ہے کتنے شرم کی بات ہے کہ جو تکلیف یوں لمحوں میں ختم ہو جائے اوسکا خوف اتنے عرصہ پیشتر سے ہم کو ستائے!

موت کا خوف دل سے نکل سکتا ہے

موت کا خوف نکلتا ہے۔ ایسی مثالیں ملین گی جنہیں معمولی آدمیوں نے بھی جان دیدنیے میں ذرا بھی پروا نہیں کی۔ ایک شخص نے جسے پھانسی کا حکم دیا گیا تھا حکم سنتے ہی پھانسی کے دن تک زندہ رہنے کی تکلیفوں سے بچنے کے لئے اوسى جگہ حلق میں لکڑی ڈال کر جان دیدی۔ اوسى مقام پر دو سب نے چلتی ہوئی گاڑی کے پیوں کے نیچے اپنا سر رکھا اوس وقت تک نہ ہٹایا جب تک کہ جان نکل نہ گئی۔ اعلیٰ درجہ کا بزدل شخص بھی جب کبھی طرح مفر نہیں پاتا تو جان دینے

کے لئے طیارہ ہو جاتا ہے۔ نا اُسیدی اور ضرورت اور زمین ایک قسم کی جزات پیدا کر کے اوسکو بے خوف بنا دیتی ہے۔ اوس خدائے ذوالجلال نے اگر ایک دن اور ہم کو زندہ رکھا تو اوس کا شکر اور احسان ہے۔ بے فکری اور اطمینان حاصل کر نیکے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہے کہ رات کو سونیکے وقت اس کی فکر ہی نہ کیجاے کہ صبح کیا ہوگا۔ بے فکری سے جسے ایک دن کاٹ دیا وہ دوسرا دن ہی اوسے طرح کاٹ دیگا۔

موت کا جسے خوف نہیں اوسے پہر کوئی خوف پریشان

نہیں کر سکتا

ظالموں کے ظلم اور قانون کی سخت گیر یوں سے بڑھکر موت کا خوف ہے۔ اور موت کے ساتھ مقدر کا زور بھی ختم ہو جاتا ہے۔ موت کا استقبال اور خوشی سے اوسکا خیر مقدم کرنے کے لئے جو شخص طیار ہے اوسے پہر کوئی اور خوف پریشان نہیں کر سکتا۔ بعض حالتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں مرنے سے زیادہ زندہ رہنے میں ہمت درکار ہوتی ہے۔ جو شخص مرنیکے لئے طیار نہیں ہے اصل پریشانیاں تو ایک طرف موت کے توہمات ہی اوسے چہن نہ لینے دینگے۔ اسکا خوف جب دل میں سما گیا پہر کسی حالت میں انسان کو چہن نہیں پڑتا۔

مصائب سے محفوظ رہنے کی فکر تو کرتے نہیں۔ بہاگ کہہ رہے ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طریقہ سے جان بچ جائے گی۔ رمن رمن کسی شخص کی جان نکلنے اور قطرہ قطرہ خون خشک ہو ہو کر مرنے سے تو ایسے شخص کا فوراً مر جانا بد رجا بہتر ہے بعضے زندگی کے ایسے خواہشمند ہیں کہ اگر اپنے وطن اور اجنبی کو وغا دیش سے اذکی جان بچتی ہو تو نزع کی حالت میں بھی ایسا فعل کرنے سے انہیں دریغ نہ ہوگا اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے اپنی پاکدامن بی بی اور باعصمت لڑکیوں کی عصمت کو نثار کر دینا اپنی نیکے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ موت کا خوف بچوں اور دیوانوں کو نہیں ستاتا اونکی دیوانگی اور بے عقلی اون کو مطمئن اور بے خوف رکھنے میں جس قدر کام آتی ہے ہماری عقل جس پر ہم بہت نازان ہیں اگر ہم کو اتنی بھی مدد نہ دیکھے تو پھر کس کام کی؟ مسرت اور اطمینان میں مرنا ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا نہ زندگی میں آرام ملنا ممکن ہے خوشی اور خرمی میں جتنی بسر ہو جائے اوسکے لئے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

قرار ہمہ ہست بر نیستی

دنیا میں ایسے لوگ بھی ملین گے جو زندگی کی صعوبات اور موت کے خوف سے یہ نہیں غور کرتے کہ اپنے ساتھ وہ کس قسم کا برتاو کر رہے ہیں۔ کیوں اپنے دل کو ان مصائب کی برداشت کرنے کے لئے ہم مضبوط نہ بنالین جس سے

فقیر سے مشہور بادشاہ۔ دنیا میں ایسا شخص کوئی پیدا ہی نہیں ہوا اور وہ کو نقصان پہنچا سکے اور خود محفوظ رہے۔ حالت نزع کی تکلیفوں کا خوف زندگی کے تمام عیش اور آرام کو منہفص کر دیتا ہے۔ ہر قوم اور ملک کے قوانین میں پہنسی کے ذریعہ سے جان لینا جائز ہے۔ اس بنیاد پر اگر یہ حکم دیدیا جائے کہ کسی خاص روز تمام دنیا کے لوگوں کو پہنسی دیجائے گی اور اگر اس حکم کے بعد کوئی شخص اس قسم کی تمنا کرے کہ اسکو ب سے پیچھے پہنسی دیجائے تو ایسے شخص کی نسبت آپ کیا خیال کریں گے؟ انسان چند لمحوں میں مر جاتا ہے اس سے نفرت کرنا یا نہ کرنا دونوں یکساں ہیں۔ مگر موت کو ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھنا البتہ بہت کا کام ہے۔ فطرت جسے ہم کو پیدا کیا ہے ہلکونا پیدا کر کے اس مقام سے زیادہ تر محفوظ اور امن کے مقام میں لیجائے گی۔ زندگی ایسی حالت کا تو نام ہے جس میں ہم مرنے سے پہلے تھے۔ اسی پر غور کرنے سے ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ جو دن گذرتا ہے ہلکوا میں موجودہ حالت سے دور کر کے موت سے نزدیک کر دیتا ہے۔ جس قدر ہم بڑے ہوتے جاتے ہیں زندگی اتنی ہی کم ہو جاتی ہے۔ ہر گزر جانے والا لمحہ زندگی کے کسی حصہ کو کم کر دیتا ہے۔ وقت جس قدر گزر گیا ہاتھ سے گیا۔ شمع کی طرح روشن کر کے ہم گل کر دئے جائیں گے۔ مرنے کے بعد اور پیدا ہونے پر بیشتر کی حالت یکساں ہے۔ شبیہ ساعت میں بالو کا آخری ذرہ وقت کے کسی حصہ کو نہیں بتلاتا

بلکہ یہ۔ کہ گھنٹہ کا اختتام ہو گیا۔ ہماری زندگی کا آخری لمحہ ہی اسی طرح اوس کے کسی حصہ کو نہیں بتلایا گیا بلکہ یہ کہ اوس کا خاتمہ قریب ہے۔ پیدا ہوتی ہی موت سے ہمارا حساب کتاب شروع ہو جاتا ہے۔ بندگانِ خدا میں سے آپ کو ایسے ہی ملینگے جو موت کی آرزو کرتے ہیں مگر میرے نزدیک اُسکی آرزو کرنا غیر مناسب ہے۔ یہی بہتر ہے کہ جب وقت آجائے تو خوشی سے اوس کا خیر مقدم کرنے کے لئے ہم تیار رہیں۔

زندہ رہنے کے لئے شخص کو کیوں تمنا کرنا ہمارا

معلوم نہیں کہ طولِ عمر ہی ہم کو کیوں پسند ہے کیا اسلئے کہ یہ دنیاوی مسرتیں ہم کو اچھی معلوم ہوتی ہیں؟ نہیں اسلئے تو نہیں۔ ان مسرتوں سے تو ہم اکثر اور بار بار بالطف اور ٹھٹھا چکے ہیں۔ تجربہ نے دکھلا دیا ہے کہ انہیں سے ایک ہی ایسی نہیں ہیں جو جدید لذتِ دنیا کے مصداق ہو۔ تو پھر کیا اسلئے کہ موت کے وقت دولت اور اولاد اور اجباب وغیرہ کے چھوٹنے کا ہم کو رنج ہوتا ہے؟ اگر یہ سبب ہے تو شاید مرنے والے کی یہ خواہش ہے کہ اوسکے مرنے سے پہلے اوسکی دولت اُسکے اجباب اور اوسکے اولاد سب کا خاتمہ ہو جائے! اُسکے سوا اور تو کوئی سبب سبب میں نہیں آتا۔ شاید اور زندہ رہ کر نیک کام کر نیکی خواہش ہو۔ یا یہ کہ رہے سے دنیا کے کام بھی پورے ہو جائیں۔ اگر ان میں سے کوئی سبب ہے تو

ایسے شخص کا شاید یہ خیال ہے کہ مرنا کوئی نیک کام نہیں نہ یہ کہ وہ کوئی ضروری
 فعل ہے۔ اسے معلوم کر لینا چاہیے کہ ہر جاندار ایک روز ضرور فنا ہو گا اولاد اور
 جائیداد کے چھٹ جانے کا تو بیخ ہوتا ہے اور اگر ان سب کو ساتھ لیجانے کی
 اجازت دیدی جائے تب اور بھی ناگوار ہو۔ پیٹھ پر بوجھ رکھ کر دریا میں تیرنا کتنا مشکل
 کام ہے! موت کی طرف سے جتنے ہم بے خبر رہیں گے اتنا ہی اوس سے
 خوف معلوم ہوگا۔ آرام کا مقام موت کے بعد ہی میسر کریگا اور ایسے مقام پر جانے
 سے ڈرنا حماقت ہے۔ موت سے جہاں انسان ڈرا ہے ہمیشہ ڈرتا ہی رہیگا۔ نہ ڈرنے
 کی سب سے اچھی سبیل یہ ہے کہ ہر وقت اسے یاد رکھیں۔ جس سے بچنا غیر ممکن
 ہے تھوڑی دیر کے لئے اگر ہم اوس سے نہ بھی ڈرے تو کیا نتیجہ ہوا۔ مرنے سے
 پہلے ہر شخص مر جائیو الے کی پیروی کرنا ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس فعل کی پیروی
 تھوڑی دیر پہلے ہم خود بخوشی کر رہے تھے اس کے نتیجہ پر افسوس کیوں ہو؟
 جنکے دلون میں موت کا خوف سما جاتا ہے وہ نہایت ہی پریشان رہتے ہیں!۔
 چاروں طرف سے ہم کو موت گمیرے ہوئے ہے اور جو لمحہ گزرتا ہے ہم کو موت کے
 نزدیک کر دیتا ہے۔ ہم کو دنیا میں ہر وقت چونکنا رہنا چاہیے۔ ایسا۔ گویا کہ عنیم کے
 ملک میں ہیں۔ مرنیکو سزا نہ سمجھنا چاہیے بلکہ فرض اور یہی قانون قدرت ہے۔ مرنے
 کے نام سے قلب میں اختلاج پیدا کر دینے والے خوف پر جو شخص غالب آگیا اسے
 پھر کوئی خوف ستا نہیں سکتا۔ زندگی کے طریقہ بہت کچھ جہاز رائی کے طریقوں سے مشابہت

اسمیں بھی ہر وقت نئے نئے گرداب اور چٹانوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ جہاز کے ٹکڑے لکھا کر ڈوب جائیگا خوف اگر وہاں ہے تو یہاں ہی ہر وقت ہم محمد و شمس حالت میں ہیں۔ جہاز کے خطرہ میں پڑ جانے سے اس کے سفر کا خاتمہ سمجھا جاتا ہے۔ زندگی کے لئے ضعیف العمر ہی بھی بھنور سے کم نہیں موت کی طرح اس سے بھی ڈرنا بہودگی ہے جو مرنا نہیں چاہتا اور سکو پیدا ہی نہ ہوتا تھا۔ موت زندگی کے لئے لازمی ہے۔ علاوہ اس کے ایسی شے سے ڈرنا کیا جسکا ہونا یقینی ہے۔ ڈر وہاں معلوم ہوتا ہے جہاں کچھ شک ہو۔ جہاں شک نہیں وہاں خوف کیا؟

مرنا قانون قدرت کے موافق ہے

قسمت کو الزام دینا ہماری عادت ہے۔ جو لوگ ہم میں حاکم بنائے گئے ہیں اور اپنے منصف ہونیکا دعوے کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھ انصاف کرنیکی جاسے جیسی شیخی کر لیں۔ مگر حق تو یہ ہے کہ خدا کے ساتھ ہمیشہ ظالم اور غیر منصف ثابت ہوئے۔ کسی جو ان مرگ کی خبر پا کر افسوس کر کے کہتے ہیں کہ کیوں وہ جو ان اٹھا لیا گیا جسکے معنی یہ ہوئے کہ کسی خاص عمر تک پہنچنے کے بعد اگر اوس کا انتقال ہوتا تو افسوسناک نہ تھا۔ اور نہ اوسکی موت بے وقت ہوتی۔ ان لوگوں کا یقینا یہ خیال ہے کہ موت کو انسان سے کوئی ہی تعلق نہیں آج جو شخص ایک منٹ اور زندہ رہنے کی خواہش کرتا ہے سو برس بعد بھی مرنیکے لئے آمادہ نہ ہوگا۔ جب یہ حالت ہے تو آپ کے نزدیک

کیا ہنتر ہے؟ قانون قدرت کی ہم پیروی کریں۔ یا قانون قدرت ہماری؟ مرینگے تو ضرور دیر میں یا جلد۔ طول عمری تو کسی کو قسمت ہی سے نصیب ہوتی ہے مگر مختصر زندگی کو کافی سمجھنا اوس شخص کی نکو کاری پر دلالت کرتا ہے۔ زندگی کی پیمائش افعال نیک سے کرنا چاہئے نہ طول عمری سے۔ ایک شخص ۳۰ سال کی عمر میں بوڑھوں کا تجربہ حاصل کر کے اسیکے اندر مر جائے اور دوسرا ممکن ہے کہ ۸۰ سال کی عمر میں نا تجربہ کار ہی رہے۔ آخر الذکر مر جائیکے بعد بھی زندہ ہے اور اول الذکر موت کے آنے سے قبل ہی مر چکا۔ کم عمری اور طول عمری محض اتفاقات ہیں۔ میں کب تک زندہ رہوں گا؟ اسکا جواب صحیح دینا میرے اختیار میں نہیں ہے مگر زندہ رہ کر زندگی عمدگی سے بسر کرنا البتہ میرے اختیار کی بات ہے۔ زندگی اوس وقت تک اچھی معلوم ہوتی ہے کہ انسان اپنی عقل و حواس میں ہو۔ بوڑھا اور بد حواس ہو کر مرنا ایسا ہے جیسا تمکے اور ماندہ آدمیوں کا آرام کے لئے پلنگ پر لیٹنا۔ موت زندگی کی کسوٹی ہے۔ زندگی اچھی تھی یا بری اسکی کیفیت مرینگے بعد ہی معلوم ہوگی اور اوس وقت جو ٹی اور سچی نیکیوں میں فرق ہی معلوم ہوگا۔ کوئی شخص عمدہ سباحثہ کر سکتا ہو۔ لایق مصنفوں کے اقوال سنا وقت ضرورت پیش کر سکتا ہو۔ عالمانہ اور فاضلانہ گفتگو کرنے سے بھی عاری نہو۔ یہ سب ممکن ہے مگر ان باتوں سے یہ لازم نہیں ہے کہ اوسکا قلب بھی پاک اور صاف ہو۔ ہم کو ہر وقت نیکو کار رہنا چاہئے۔ خصوصاً اس حالت میں جب کہ یہ معلوم نہیں کہ ہم کو موت کمان اور کس وقت آجائگی۔ ہرکو ہر مقام اور ہر جگہ پر اوسے موجود سمجھنا چاہئے۔ جسکا ذاتی علم ہرکو نہیں ہوتا۔ وہ بات

بھاری سمجھ میں جلد نہیں آتی اور نہ اوسکے تذکرہ سے کوئی دلچسپی ہوتی ہے موت کا
 چونکہ ذاتی تجربہ اسوقت تک ہم کو نہیں ہوا ہے اس لئے اوس سے ہلکے کوئی دلچسپی نہیں
 ہے مگر بھاری یہ غلطی ہے۔ موت کے آئیے پہلے ہلکے لازم ہے کہ نام ضروری کاموں
 سے فارغ ہو کر بارگاہِ صمدیت میں اس دعا کے قبول ہو جائیگی التجارین کہ ہاتھ پاؤں
 کی سلامتی میں موت آجائے۔ موت کے لئے اسوقت سے طیارہ پور ہنسا کہ زندگی
 ناگوار نہ معلوم ہوتی ہو بڑی ہمت والے شخص کا کام ہے۔ پاک زندگی اور با ایمان موت
 لازم ملزوم ہیں۔ کتنے بہادر نوجوان شخص جنہیں شجاعت کا مادہ تصرفت کی ذرا سی
 تحریک پر جنگ کے خطر و آذیتوں کی طرف سے لاپرواہ ہو کر آخر کار اذیتیں شامل ہو گئے
 اور جان دیکر ہی اپنے فرض سے ادا ہوئے۔

خوشی سے جان نہ دینا سمجھدار آدمی کا کام نہیں۔

دنیا میں روتے ہوئے آنا اور اسی طرح روتے ہوئے یہاں سے جانا عقلمندی کا
 فعل نہیں ہے جسم روح کا غلاف ہے ایک روز ضرور فنا ہوگا۔ اور فنا ہو جائیکے بعد ہی
 اوس قادر مطلق کے راز ہم پر عیان کئے جائینگے۔ یہ تاریکی جو ہمارے درمیان میں
 حائل ہے دور کر دی جائیگی اور یہ روح اوس نور وحدت کی پاک خضہ سے (جس کا سایہ نہیں
 پڑتا) منور ہو جائیگی۔ اوس نور پاک کی روشنی چاروں طرف سے ہم کو محاصرہ کر لیگی اور ہم
 اس دنیا کے دن اور راتوں کی کیفیتوں کا تا شا آسمان سے دیکھینگے۔ اس آفتاب کو

دیکھنے کی جڑ اسکے نور کا ایک ذرہ ہے اگر ان آنکھوں میں قوت نہیں ہے تو اس نور
 وحدانیت کی ہایت جلال اور شوکت دیکھنے کی قوت کہانے ہمیں ہو جائیگی بہ موت
 ہماری موجودہ زندگی کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ آئندہ اور موجودہ زندگیوں کے درمیان
 پردہ کی طرح حائل ہے۔ آئندہ زندگی کا آغاز موت کے بعد ہو گا۔ یہی روز مرہ کی تہن
 جنگی وجہ سے ہم زندہ ہیں ہماری موت کی باعث ہو جاتی ہیں بعض موت اور
 بدنامی سے یکساں ڈرتے ہیں۔ مگر لفظوں سے ڈرنا میرے نزدیک حماقت ہے۔
 اپنی زندگی سے بعض ایسے خفا ہیں جیسے کہ ہم موت سے۔ میرے نزدیک جو
 شخص ہر وقت موت کا تمنی ہے وہ مرنا نہیں چاہتا۔ خدا کی مشیت کے منتظر ہر
 ہر کو زندہ اور تندرست رہنے کے لئے دعا مانگنا چاہیے۔ اگر زندہ رہنا ہمارا
 منشا ہے۔ تو موت کی یہ جو ٹی تمنا کیوں ہے اور اگر واقعی مر نیکی جو چاہتا ہے تو اسکی
 شہرت کیوں کیجاتی ہے؟ اس خوفناک ارادہ کی تکمیل ہر وقت ممکن ہے۔ موت
 آئیگا یقین تو ہر شخص کو ہے اور اسوجہ سے بیخوف بھی ہیں۔ مگر کیونکر آئیگی یہ معلوم
 نہیں۔ اور غالباً یہی وجہ ہماری پریشانی کی ہے۔ انسان جب یہ سمجھ لیتا ہے کہ
 اسکی قسمت میں جو ہونا ہے وہ ضرور ہوگا تو اسکی ہمت بندہ جاتی ہے۔ موت کی
 یہ آہستہ خرامی سخت تکلیف دہ ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک دلیر اور بہادر سپاہی
 زخمی ہو جانے کے بعد بھی چاہتا ہے کہ دشمن کی تلوار کو اپنے سینہ اور دل کے اندر
 رکھ لے مگر جسم میں مقابلہ کی طاقت نہ پا کر خائف ہو جاتا ہے۔ بعض ایسے بھی ہیں

جو نہ جینا چاہتے ہیں نہ مرنا ان کی یہ حالت بہت ہی بدتر ہے۔ ہکو اس سے بحث نہیں ہے کہ کوئی حالت انکی پسند ہے۔ مگر اس بات کا یقین پورے طور سے اونکو ہم کرا دینا چاہتے ہیں کہ موت کا خوف اگر اوپر غالب آ گیا تو تمام عمر وہ پریشان رہینگے ورنہ کسی حد تک تو ضرور اونہیں آرام ملیگا۔

بالمیسوان باب

موت کی طرف سے ہکو او سی وقت اطمینان ہو گا جب سی ہم
منجانب اللہ سمجھینگے اور اس بات کا یقین کر لیں گے کہ

اوس کا آنا برحق ہے

ہماری یہ فنا ہو جائیو انی زندگی اور زندگی کی تمہید ہے جو آئندہ شروع ہو کر ہمیشہ ہمیشہ سگی
یہ زندگی بالکل نئی ہوگی اور اوسکے لطف نزلے۔ اوس خدای پاک کا دیدار
یہ تو مسیہ ہے کہ اس زندگی میں غیر ممکن ہے اگر ہوگا تو آئندہ زندگی یعنی عقبی میں
پس جب خدا کا دیدار حاصل کرنا ہمارا مقصد ہے تو مرنیسے عار اور خوف کیوں ہے؟
مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ جَسَوْا لَهُ كَيْفَ يَكْفُلُونَ

تو اس وقت کے لئے طیاری کرے کیونکہ جو وقت خدا (نے ٹھیرا دیا ہے) وہ ضرور
 آئیوا لائے۔ مرتبے میری مراد جسم کے فنا ہونے سے ہے نہ روح سے۔ یہ طوطا
 اور سامان سب بہان چھوٹ کر رہ جائیگا اور اس دنیا سے ہم ویسے برہنہ اوٹھ
 جائیں گے جیسے آئے تھے۔ یہاں کا آخری دن وہاں کا روز اول ہوگا۔ مرتبے سوا
 وہاں پہنچنے کا اور کوئی طریقہ ہی نہیں ہے۔ عقوبی ہماری سمجھ کے موافق ایک
 خوفناک مقام ہے مگر حقیقت میں وہ امن کی جگہ ہے۔ ایسے مقامات میں
 جانیسے جان آرام ملے شاید ہی کوئی شخص خوف کھائے۔ جو جوان مراد سننے
 اس دنیاوی سفر کو گویا جلد ملے کر لیا۔ خدا کی یہ حکمت کہ دنیا سے جانیسے سیکڑوں
 طریقے ہیں مگر آنے کے لئے ایک ہی قابل غور ہے۔ موت ہمو ہر بلا سے محفوظ
 کر کے ان تمام دنیاوی نعمتون کو جو بے انتہا اور غیر محدود ہیں ایک محدود حالت
 میں کر دیتی ہے۔ مرنا قانون قدرت کے موافق ہے اور شکر کا مقام ہے کہ ایک
 مرتبہ کے سوا دوبارہ اسکی نوبت نہ آسکی۔ نزع کی تکلیفوں کو دیکھ کر ہر شخص کو
 اطمینان ہو جاتا ہے کہ مرتبوں کے کی تکلیفوں کا عنقریب خاتمہ ہونی والا ہے اور بہت
 ہی تھوڑے عرصہ میں تمام پریشانیوں سے وہ چھٹکارا آزاد ہو جائیگا۔ موت کیا چیز
 ہے؟ ہم نہیں جانتے جس شے کی ماہیت سے واقف نہ ہوں او سے جبر اکنا اچھا
 نہیں۔ یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اس قادر مطلق کا دیدار مرنے کے بعد ہی ہم کو نصیب
 ہوگا۔ اگر خدا نخواستہ یہ نہوا تو بہر حال اصلی پر عود کرینگے یعنی جسمین پیدا ہونے

قبل ہم تھے۔ پاک روح اس ناپاک جسم میں قیام کرنے سے خوش نہیں۔ وہ وہیں واپس
 جانا چاہتی ہے جہاں سے آئی ہے اسوجہ سے اور یہی کہ وہاں کے حالات سے
 وہ بخوبی واقف ہے۔ ایک وقت آئیگا کہ اس جسم سے انسانیت اور الوہیت کے
 تعلقات جدا ہو جائینگے۔ جسم اس دنیا میں ملا ہے یہاں رہ جائیگا اور روح آسمان
 پر جائے گی۔ اگر اس جسم کا لنگر اسے روکے ہوئے نہو تا تو کب کی وہاں پہنچ
 گئی ہوتی۔ طویل عمری کے سبب سے ہر ایسا شخص تباہ اور برباد ہو کر مارتا ہے جو
 اس سے قبل اگر مرنے کا توفیق نامی اور ابرو سے! کتنے ہوتے ہیں بچے بڑے ہو کر
 شباب میں آوارہ اور نالایق نکل گئے! بربادی تباہی۔ قید۔ تکلیف۔ رنج اور
 مصیبت۔ طویل عمری کے لوازمات ہیں۔ ایک برکت میں کتنی بے برکتیاں! طویل عمری
 کی برائیوں سے اگر بچے ہی واقف ہو جائے اور اگر اس کے اختیار میں ہو تو میرے
 نزدیک وہ طویل عمری کو ہرگز پسند نہ کرے۔

خدا کی جانب سے جو شئی ہر انسان کے لئے لازمی ہے

اوس سے کوئی انحراف کر نہیں سکتا

موت ہر شخص کے لازمی ہے کوئی اس سے بچ نہیں سکتا ایسے امر کی نسبت
 کی کو شکایت کیا جو تمہارا اسکے لئے نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے لئے موت مرہم

ناگئے نہیں ملتی۔ وہ اوسید وقت آئیگی جب اوسکا وقت آئے گا۔ اور ہم بے خبر۔ موت
 کا وقت ہمارے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اور اوسکا ٹلنا محال ہے (اِذَا جَاءَ
 اَجَلَهُمْ لَا يَسْتَحْزِرُونَ سَاعَتَهُ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ) پھر پریشانی کیوں؟ ہزار برس
 پہلے ہم کیوں زندہ نہ تھے اسکا افسوس کوئی نہیں کرتا۔ افسوس کرتے ہیں تو
 اس کا کہ ہزار برس آئندہ ہم زندہ نہ رہیں گے۔ زندگی کی حالت ریل سے مشابہ
 ہے جو سفر کرنے والوں کو وقت مقررہ پر منزل مقصود پر پہنچا دیتی ہے۔ قانون
 قدرت یہ ہے کہ ہم فنا ہوں۔ اس دنیا میں ہم سے پہلے جو آزاد تھے وہ فنا ہو
 ہمارے بعد جو آئیگے وہ بھی اسی طرح فنا ہونگے۔ جس دن اور جس ساعت پر ہماری
 جان نکلگی بندگانِ خدا میں سے ہزاروں اور بھی اوسید وقت مرینگے جو خوشی سے
 مرنا نہیں چاہتا وہ کیسی طرح بچ ہی نہیں سکتا۔ اس میں کوئی خوبی نہیں ہے کہ جس
 کام کو ہم خوشی سے کر سکتے ہیں اوسکو بھی جبر سے کریں۔ گوارہ سے لیکر قبر تک کیا کچھ
 اسکا حال خدا کو معلوم ہے بجز اسکے اور کوئی نہیں جانتا۔ صعوبات میں کٹنے والی
 زندگی ہمیشہ بڑی معلوم ہوتی ہے۔ بخلاف اسکے عیش و عشرت کا زمانہ اگر سو برس کا ہو
 تب بھی مختصر ہی معلوم ہوتا ہے۔ تجربہ ہو چکا ہے کہ موت کے علاوہ دنیا کی تمام چیزیں
 ناپائیدار غیر یقینی۔ اور غیر مستقل ہیں۔ مگر ہماری سادہ لوحی ملاحظہ کے قابل ہے کہ
 موت جسے کہیں کسی ایک شخص سے بھی وعدہ خلائی نہیں کی اور نہ کسی کو دہوکھا دیا
 اوسے ہم بے وفا اور دغا باز موت کے نام سے پکارتے ہیں! ایک دن قسم کے

ارمان اور تمنائیں ہمارے دل میں ہیں۔ اور سب کی نسبت یہی خیال ہے کہ آئندہ پوری
 ہو جائیگی۔ آئندہ پر بھروسہ رکھنا جبکہ آج کا دن ہمارے قبضہ میں نہیں ہے۔ حماقت
 ہی تو ہے۔ موجودہ وقت ہمارے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور کتنے افسوس کا مقام
 ہے کہ اوسکے ایک لمحہ پر بھی ہمارا قبضہ نہیں ہے تاہم نئے نئے منصوبہ بہم روز باندھتے
 ہیں۔ کل مکان بنائینگے۔ ” برسوں فلان شے خرید کرینگے۔ ” اوس روز فلان فلان
 کام کرینگے۔ ” اپنی جائیداد کا یوں انتظام کرینگے۔ ” اور سب کے فارغ ہو جانیکے بعد
 آرام سے بیٹھیں گے۔ ” اگر یہ تمام خیالات شیخ چلی کے خیالات نہیں ہیں تو پھر کیا ہیں
 اتفاقات سب کے حق میں یکساں حکم رکھتے ہیں۔ اور آئندہ کی طرف سے سب غیر مطمئن
 اور اس لحاظ سے مندرجہ بالا خیالات قبل از وقت ہیں۔ ہر شے کے لئے ایک زمانہ
 مقرر کر دیا گیا ہے۔ اوسکے اندر اسکا نمودار آغاز ہوتا ہے۔ اوس میں وہ نشوونما پاتے
 ہیں اور اوس میعاد کے اندر فنا ہو جاتے ہیں۔ جو دن گذرتا ہے آسمان اور زمین کو
 بھی فنا ہونیکے قریب کر دیتا ہے۔ جسے ہم موت کہتے ہیں وہ ایک قسم کاڑ کا ڈ
 ظاہری ہے مگر اصل میں اس زندگی کی توسیع ہے۔ جسم کے فنا ہونیکے بعد اتنی والی
 روحانی زندگی کو اوس میں ہم شامل نہیں کرتے اور یہ ہمارے خیالات کا قصور ہے جتنی
 چیزیں آسمان کے نیچے ہیں وہ سب فنا ہو جائیگی۔ ایک روز ایسا آئیگا کہ موجودہ سلطنتوں
 ملک شہر اور قصبات کی موجودگی کی نسبت میں بھی شبہ کیا جائیگا اور یہ کہا جائیگا کہ انکا کبھی وجود
 ہی نہ تھا۔ عیاشی کی کثرت۔ اطالی۔ جنگ و جدل۔ آگ۔ دریا کی طغیانی اور زلزلہ

سے تباہ ہو کر آخر ہزاروں ہی گئے۔ مرنا جب مسلہ ہے تو دنیا کے فنا ہونے سے پہلے اپنی
 مرنا کا فوس چکو کیوں ہو؟ وہ شخص جو نیک نفس اور پاک ہے خدا کی مشیت پر ہیشہ
 راضی رہیگا۔ اور نام دنیا کے لئے جو قواعد مقرر کر دئے گئے ہیں اونکی پابندی سے
 او سے ہرگز عار نہ ہوگا۔ اسلئے کہ وہ جانتا ہے کہ ایسا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے
 اگر خوشی سے اونکی تعمیل نہ کرے گا تو یہ جبر او سے کرنا پڑیگا۔ چکو بیٹھ لانا چاہیے
 کہ ہم میں اور جسم میں علیحدگی نہ ہوگی۔ اگر موت کا ہم ہمیشہ خیال رکھیں گے تو وقت
 نزع زیادہ تکلیف نہوگی۔ افلاس کی پیش بینی کرنیکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان کچھ
 نہ کچھ سامان جمع کر ہی لیتا ہے۔ اسطرح موت کی پیش بینی کرنے سے توشہ عقبی اتھوڑا بہت
 جمع ہو جائیگا۔ علالت یا درد کی تکلیفات برداشت کر لینے کی کسی میں ہمت ہو مگر ممکن
 ہے کہ وہ کبھی بیمار ہی نہ پڑے اور اس ہمت کے تجربہ کا موقع ہی نہ آئے۔ اسطرح
 اولاد یا احباب کی موت کے غم کو برداشت کر سکنے کی قوت کوئی شخص اپنے میں
 پائے مگر ممکن ہے کہ ایسا کوئی سانحہ پیش نہ آئے۔ مگر موت کی جانب سے اپنا دل
 مضبوط کر لینے کا جسے دعویٰ ہے اس کے ثابت کرنے کا ایک روز او سے موقعہ
 ضرور ملیگا۔ جو عقلمند اور نیک ہیں وہ اپنے افعال اور اخلاق کو بگاڑنے نہیں دیتے
 نہ اسکی پروا کرتے ہیں کہ وہ کتنے دن زندہ رہیں گے بلکہ اسکی کہ جتنے دن زندہ رہیں
 عمرگی سے زندگی بسر کر دیں۔ طول عمری ہو یا کم عمری اونکے نزدیک دونوں حالتیں یکساں
 ہیں۔ غور کے قابل جو بات ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا انجام بخیر ہوتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ

اسکے بعد پھر ہم فائدہ ہونگے اور اب الہ آباد تک اس کا نتیجہ بھگتین گے

تیسواں باب

اجباب کی وفات کا غم حد سے زیادہ کرنا غیم مناسب

اپنی وفات کے صدر سے بعد اگر کوئی صدر ہے تو وہ اجباب کی وفات کا۔ ایسی مثالیں موجود ہیں جنہیں ایک دوست نے دوسرے کے لئے جان سے بھی دیرغ نہیں کیا۔ یہ صدر گو قدرتا قابل برداشت نہیں ہے مگر نگو کاری اور فضل خدا شامل ہونے سے قابل برداشت ہو جاتا ہے۔

دوست کی وفات کا غم ایک حد تک کرنا چاہئے

سچے دوست کی موت کا غم کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جانے والے دوست کے رنج میں چشم پر آب رہنا۔ اسکی یاد میں آنسوؤں کا گرانا۔ اور سینہ سے پار نکلیا نیوالی آہوں کو باہر نکال دینا ہی بہتر ہے مگر ساتھ ہی اسکے یہ ضرور نازیبا ہے کہ اوہ کی موت کا غم حد سے زیادہ کیا جائے۔ ہر وقت چلا چلا کر رونا ماتم کی مجلس قائم کر کے شور و شین کرنا یہ نمایشی طریقے ہیں جو لوگ تنہائی میں نہیں بلکہ اوروں کی موجودگی میں غم کا اظہار کرتے ہیں اور کا اصلی مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو

معلوم ہو جائے کہ وہ مرحوم دوست کے لئے کس قدر منگوم ہیں چاہے حقیقت میں نہ ہوں۔ زمانہ آخر اس رنج کو مٹا دے گا۔ اس سے تو بہتر ہے کہ آہستہ آہستہ خود ہی ہم اداسے بھلا دیں۔ لوگوں کے دکھلائیکے لئے تو ماتم اور بین ہے مگر تنہائی میں کچھ بھی نہیں۔ ایسے وقت میں انکے ماتمکے سے سنسان رہتے ہیں۔ قواعد فطرت کی پابندی ترک کر کے ہم انسانوں کے جاری کردہ رسم و رواج کے پابند ہو رہے ہیں۔ جنھوں نے آج تک کوئی عمدہ بات نکالی ہی نہیں۔ قسمت میں تغیر آگے رونے سے ممکن ہو سکتے تو میں ہر شخص کو راسے دیتا کہ صبح اور شام خالی روئے نہیں بلکہ سر کے بال پریشان کر کے سینہ کو بی بھی کرے۔ مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں

عرفی اگر یہ میسر شدے وصال | صد سال میتوان بہ تمنا گریستن

رونے اور رنج کرنے سے اگر موت اوس شے کو واپس دیدے جو اسے ہم سے چھین لی ہے تو رنج کرنے سے کچھ کیا بہت کچھ فائدہ ہے مگر جب ایسی کوئی اسید نہیں تو بیفائدہ ہے اس کہنے سے میرا یہ منشا نہیں ہے کہ انسان اپنے دل کو پتھر کی طرح سخت کر لے۔ کسی ایسے دوست یا عزیز کے مرگ پر جس سے ہمارا تعلق عرصہ دراز تک برادرانہ اور عزیزانہ رہا ہو۔ صدمہ کا نہ ہونا اور سچے رنج و غم کا اظہار کرنا خلاف تہذیب ہی نہیں بلکہ گناہ ہی ہے۔

بعض معاملات میں بیخ کننا لازمی ہے مگر بعض میں نہیں۔

عقلاً بعض حادثات کی دلخراش کیفیت ہی سن کر چشم پر آب ہو جاتے ہیں مگر بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جو انہیں بے قابو کر کے رولا دیتے ہیں جب کسی دوست یا عزیز کی علالت وغیرہ کی خبر لیکر ایک آجاتی ہے تو سننے والا اٹھتا ہے اور آجاتا ہے اور سکی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ اور بدن میں رعشہ سا پڑتا ہے ایک حالت تو یہ ہے۔ دوسری یہ کہ جب ہم کسی پیارے دوست یا عزیز کی قبر پر جا کھڑے ہوتے ہیں تو اس مرحوم کی خدمات، محبت، آمیز گفٹگو، عنایت اور ہمدردی کی باتیں یاد آکر ہمارے جی کو چین کر دیتی ہیں اور غم اور حسرت سے ملے ہوئے آنسو ٹپک ہی پڑتے ہیں۔ یہی وہ حالت ہے جس میں صدمہ تو ہوتا ہے مگر ہم بے قابو نہیں ہو پاتے۔ حالت سابقہ کو ضرور بے قابو کر دیتی ہے اور سین غم کا جوش اس قدر ہوتا ہے کہ اس حالت میں طبیعت کو ہم روک نہیں سکتے۔ زبردستی روناسی طرح جائز نہیں۔ اگر دل پر چوٹ لگے اور آنسو نکل آئیں تو اسپرکس کا قابو ہے۔ ایسی حالت میں عقلا کے صبر اور استقلال پر کسی قسم کا دہبہ نہیں لگ سکتا۔ یہی وہ بزرگ لوگ ہیں جو سخت ساخت میں بھی بیخ کا کوئی غیر معمولی طریقہ اختیار نہیں کرتے اور نہ صبر اور استقلال کو ہاتھ سے جانے دیتے ہیں۔

بیخ میں رونے کے لئے بھی تمیز اور لیاقت چاہئے۔ کھلکھلا کر نہ سنا جسطح بہ تہذیبی

میں داخل ہے۔ چلا کر دونا بھی ویسا ہی ہے۔ قسمت پر الزام لگا دینا آسان بات ہے
 مگر اوسکا تبدیل کرنا ٹیڑھی کبھی ہے۔ وہ نہایت ہی بے مہر ہے۔ خوشامد یا کسی اور
 بات کا اثر اوس پر نہیں پڑتا۔ مُردون کا غم کرنے کے لئے ممکن ہے کہ ہم بھی اوسین جانیں
 مگر یہ کیس طرح ممکن نہیں کہ اس ذریعہ سے وہ ہمارے پاس لوٹ کر آجائیں بے انتہا
 غم کرنا حماقت ہے اور بالکل نہ کرنا شقی۔ خیر الامور اوسطہا پر عمل کر کے انسان
 کو چاہیے کہ عقل اور خدا ترسی کے بین بین رہے۔ غم کا اثر قلب پر ضرور ہونا چاہیے
 مگر ایسا کہ نہ تو حد سے گزرے اور نہ ضرورت سے کم ہو۔ رنج اور مسرت کی جو
 شخص روک تھام کر سکتا ہے وہ ہر حد سے محفوظ رہیگا۔ ہر شے کی زیادتی
 خراب ہے گو وہ رقیق القلبی ہو۔ یا شقی القلبی۔ اول الذکر حالت میں ہر وقت ہمارا
 قلب ہر حد سے رہتا ہے اور آخر الذکر حالت میں قلب کے قطعی بے اثر ہو جائیگی
 وجہ سے تصنع اور ریاکاری سے کام لینا پڑتا ہے۔ حد سے زیادہ گزر جائیو الے
 رنج اور غم کے لئے بے اعتدالی لازمی ہے۔ اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں کہ
 اولاد یا عزیز دوست کے انتقال کے عرصہ گزر جانیکے بعد بھی اگر کوئی شخص ہر وقت
 رو یا ہی کرے۔ تو ایسے رونے والے باپ یا دوست کو یقین کر لینا چاہیے کہ گو
 اوسکے ہر وقت کے رونے پر (شاید) کسیکو کچھ ہمدردی ہو مگر سب کو نہیں۔
 لوگ اوس وقت تک ہمدردی کرتے ہیں جب تک حد سے تازہ ہے زیادہ عرصہ گزرنے
 پر اوسے مکاری سے تعبیر کرنے لگتے ہیں۔ مُردون کے لئے ہر وقت رونا گویا

زندوں کی بے حرمتی کرنا ہے۔ صدمہ اور افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ سو م کرتے آگ
جلین۔ یا یہ کہ نکو کار قسمت سے ایسا مجبور ہو جائے کہ اپنی نکو کاری کا پوسل پڑے
ایسی حالت میں بھی یہ شخص اپنی ثابت قدمی دکھلا کر یا تو اپنے ہم عصرون میں
قابل فخر ہوگا۔ یا اپنی بے استقامتی کی وجہ سے اس حالت میں ہوگا کہ کوئی شخص
اوس سے ڈراسی بھی بہر دی نہ کرے۔ مرتے وقت جو شخص ثابت قدم رہا
اچھا رہا۔ گھٹ گھٹ کر جسے جان دی اچھا ہوا کہ اوسکی نعش پر کوئی رو نیو آئی
نہ ملا۔ مجھے اپنی موت کا غم اوتا ہی ہوگا جتنا اپنے احباب یا اولاد کی موت کا۔
نہ اوس میں کمی نہ اس میں زیادتی۔ یاد رکھنا کہ ہر وقت مصروف رہ کر اپنی موت کے تصور
رکھنے کا جو لوگ بہانہ کرتے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ وقت کا زیادہ حصہ مردو کی یاد میں
نہیں بلکہ اپنے زندہ رہنے کی فکر میں صرفرتے ہیں اور سب سے زیادہ ماتم کرتے ہوئے
وہی لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے زندگی میں اپنے دوستان کی کبھی قدر ہی نہ کی اور ان کے
مر جانیکے بعد غم میں مبتلا رہنا صرف اس لئے ہے کہ اور ان سے کئے کا موقع ملے
کہ مرحوم دوستان کی یاد سے اونہیں اتنی ہی مہلت نہیں کہ زندہ رہنے مل سکیں۔
بعضوں کا عملہ لاندہ ہزار عیش تصدق کرم بہ قطرہ غم پر ہے۔ اور ایسے بیفکرے تو
بہت ہیں جو مصیبت میں بھی عیش ہی کرتے ہیں۔ دوست کے مرنے کا از قطعہ دل پر
نہ پڑے۔ بہ بات انسانیت سے بعید ہے یا یہ کہ کسی کے پیارے فرزند کی نعش
جتا پر چل رہی ہو یا اسکا نہایت ہی عزیز دوست جانکنہ کی حالت میں پڑا ہو جان

تو طرہا ہو اور یہ شخص اس وقت بھی عیش میں مصروف ہو رہا ہے۔ احباب کو بھولا دینا۔ اس کی یاد کو نیش کے ساتھ مٹی میں دفن کر دینا اور ضرورت سے زیادہ رنج و غم کرنا۔ یہ باتیں سب انسانی تمدنیہ کے خلاف ہیں۔ مہر جاننے والے کا یہ منشا ہرگز نہیں ہو تاکہ اپنی وفات سے احباب کو اس قدر رنج دے اور نہ شاید وہ یہ جانتا تھا کہ مہر جاننے کے بعد اس کے احباب اپنی پریشانیوں کا باعث بنیں اور وہی کو قرار دینگے جس حالت میں رنج کا کوئی اثر اس تک نہیں پہنچتا تو اظہار رنج کی یہ تمام رسومات محض نمایشی اور فضول ہیں مہرین اور اگر پہنچتا ہے تو ہمارا یہ فعل ضرور اسکی مرضی کے خلاف ہے۔ عقلمند ہو کر بھی اگر کوئی شخص رنج کرے پانہر ہے۔ تو نیکنامی کا خیال شاید اسے اس نسل سے باز رکھ سکیگا۔ یہاں تک رنج کرنا کہ آخر کار ہم خود ہی تھک کر بیٹھ رہیں عقلمندی کا فعل نہیں ہے۔ صدمات کو اگر ہم خود دفع نہ کریں گے تو زمانہ جسے بڑے بڑے صدمات کو شاکر چھوڑا ہے ایک روز اس کو بھی سٹا ہی دے گا۔

اگر احباب کے کوئی غرض متعلق نہ ہو تو او نکی علیحدگی سے

سبج بھی نہ ہو

ہم جو کسی دوست کی علیحدگی کا رنج کر رہے ہیں تو کیا یہ سچ ہے کہ اس میں ہماری کوئی غرض شامل نہیں ہے؟ رورور کسی شخص کے لئے اپنی جان گنوا نا جو شاید کسی دوسرے

مقام پر ہم سے زیادہ خوش و خرم ہو۔ یا زندہ ہی نہ ہو۔ حماقت ہے۔ حالت اول الذکر یعنی اوس حالت میں افسوس کرنا جبکہ وہ خوش ہے (حسد کا اظہار کرتی ہے)۔ اور آخر الذکر حماقت کا۔ ہم یہ اکثر کہا کرتے ہیں کہ اگر فلان شخص سے دوبارہ ملاقات ہو جاتی یا کم سے کم گفتگو ہی کرنے کا موقعہ لمبانا تو اچھا ہوتا۔ فلان شخص بڑا ہی زندہ دل ہے اور اسکی ملاقات سے دل کیسا بلغ باغ ہو جاتا ہے کیسا لطف ہو کہ ہم اور وہ پھر کسی جگہ اکٹھا ہوں۔ اپنے دوست سے جسکو اتنا خلوص ہمارے ساتھ ہو اوسکے انتقائے اوکو مرگ کا صدر سردداشت کرینکے لئے ہمکو کتنے صبر اور استقلال کی ضرورت پڑے گی۔ غم کرینے جب کوئی فائدہ نہ ہو تو بے فائدہ۔ ایک شخص پر جو گذر چکا ہو دوسروں پر بھی اگر وہی واقعات پیش آنے والے ہوں تو اوسکی شکایت ہی کیا۔ جب نام دنیا موت کی طرف رخ کئے ہوئے چلی جاتی ہے تو پھر تعجب ہے کہ ہم کہیں اپنے مرنے اور اپنے بعد مرنے والوں کا رنج اور افسوس نہیں کرتے بلکہ صرف اُن کا جو ہمارے سامنے مرتے ہیں۔ اپنی موت کا افسوس ہمکو ابھی سے کرنا چاہیے جس کے آئینکا ہکولین ہے اور جو یقیناً آخری نذر ہوگی۔ مرجانے والے شخص کی نسبت مرا ہوا خیال کرنے کے عوض ہم یہ کیوں نہ سمجھیں کہ ہے پہلے وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ مرجانے والے سے کچھ شبہ نہیں ہے کہ نام چیزیں چھوٹ جاتی ہیں مگر ساتھی اسکے یہ بات بھی تو اوسکیو حاصل ہو جاتی ہے کہ غصہ حسد اور رشک کا اثر بھی اوس تک نہیں پہنچتا۔ کیا آپ کی لائے میں ان دنیاوی چیزوں کے چھوٹ جانیکا او سے بمقابلہ

اس نعمت کے جو اسے وہاں حاصل ہو چکی ہے بجائے خوشی کے زیادہ افسوس ہو گا؟ میرے خیال میں ہرگز نہیں۔ اسلئے کہ ان دنیاوی نعمتوں کی تو اسے وہاں ضرورت ہی نہیں۔ جو لوگ ہم سے دور ہیں ان کا صدر بہکونہیں ہوتا پھر کیوں ان لوگوں سے چھوٹنے کا صدر ہوتا جو مرکز بچھڑ گئے ہیں۔ اگر زندگی کی نعمت ہم سے لے لی گئی تو کیا ہم اور تمام نعمتوں سے ہی محروم کر دئے گئے؟ خدا کی بے انتہا برکتیں جو بہکوں وہاں ملین گی کیا اس مختصر سے رنج کا معاوضہ نہیں ہو سکتی؟

دوست کا جدا ہو جانا ہے ممکن ہے مگر اوس کی

دوستی کا لطف ہم سے علیحدہ نہیں ہو سکتا

دوست کی صحبت سے جو لطف حاصل ہوتا ہے ممکن ہے کہ نہ رہے مگر وہ لطف جو حاصل ہو چکے ہیں ہرگز بھلائے نہیں جا سکتے۔ میوہ کی ترشی اور شراب کی تیزی جس طرح مزیدار معلوم ہوتی ہے اویس طرح مرحوم و مغفور دوست کی یاد میں بھی تلخی ملا ہوا لطف ہے۔ دوست کی وفات کا غم اوسکی نیکو کاری کی وجہ سے قابل برداشت ہو جاتا ہے کسی اچھے دوست کے انتقال کر جائیے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قیمتی شے ہمارے قبضے سے نکل گئی۔ اگر مرنے والا نیکو کار تھا تو اوسکی نیکیاں ہمیشہ اوسکی یاد دلاتی رہیں گی اور کبھی اسے ہم بھول نہ سکیں گے۔ اور گوا اپنے ہاتھوں اسے مٹی میں

ملا آئیگا ہمکو یقین ہے مگر یہی معلوم ہوتا رہیگا کہ وہ ہمارے پاس ہی موجود ہے۔
احباب کی موت کا ہر وقت گلہ اور شکوہ کرنا اور اسکی ذات سے جو لطف اور آرام
۲ چکے ہیں انکا نام بھی نہ لینا اور نہ انکے لئے خدا کا شکر کرنا بڑی ہی ناشکری
کی بات ہے۔ جتنا ہم اور ہمارے احباب یکجا ہیں ایک دوسرے سے ہکو چاہئے
کہ خوب لطف صحبت اوٹھائیں۔ کون جانتا ہے کہ ہم میں اور ان میں کب علیحدگی
ہو جائے گی؟ لایق اولاد کے مرنیکا جو غم کرتا ہے وہ بیجا نہیں ہے مگر اس بات
پر اسے غور کرنا چاہئے کہ کتنے والدین اولاد کی نالائقی ہی کی وجہ سے بدنام
ہوئے۔ اور کتنے خاندان انہیں حضرات انسان کی عیاشی اور خانہ جنگیوں سے
(جو کسی کی اولاد تھے) تباہ ہو گئے۔ یہ کیسے تو بیٹے اور کیسے پوتے تھے۔
اولاد کے صدر کے ساتھ ممکن ہے کہ دوست کے مرنے کا بھی صدر برداشت کرنا
پڑے۔ اگر خدا نخواستہ ایسا ہو تو اس رنج کے رفع کرنے کی اس سے اچھی سبیل
اور کوئی نہیں ہے کہ رنج کے وقت ہمیشہ بر تصور رکھیں کہ ایسا اچھا شخص ہمارا ہم
اور ہم راز تھا۔ دوست کے ساتھ دوستی کی رسموں کو بھی قبر میں مدفون کر دینا مناسب
نہیں ہے گذشتہ زمانہ کی خوبیوں کو آئندہ کی امید دیکھی جہ سے پہننے کبھی قدر کی نگاہ
سے نہیں دیکھا۔ شاید اس وجہ سے کہ آنے والا زمانہ زیادہ دیر پا ہوگا۔ واقعات
گذشتہ کی نسبت تو شبہہ نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ اس کے اور آئندہ زمانہ کے
واقعات ہمارے حق میں دونوں تسکین بخش ثابت ہوں اس طریقہ سے کہ خوش گن

امیدوں کا برآنا تو زمانہ آئندہ ہی پر منحصر ہے اور واقعات گذشتہ کی یاد ممکن ہے کہ دل خوش کرنے والی ہو۔ مگر یہ خدشہ ضرور رہیگا کہ برآئی والی امیدیں ممکن ہے کہ پوری نہوں۔ اور واقعات گذشتہ اگر خراب ہیں تو ایسے لاعلاج ہیں اور نہیں کسی قسم کی ترمیم اب ہو نہیں سکتی۔

غم کا پہلا جوش رُک نہیں سکتا

جب تک صدمہ تازہ ہے دل کو تسکین نہیں سکتی۔ صدموں کا تذکرہ ہی بوج کو اوڑھنا دینا ہے۔ بیوقت تسکین دینا ایسا ہے جیسے بے اثر دوا کا پلانا جو مریض کے حق میں مفید نہیں ہوتی۔ جوش فرو ہو جانے کے بعد نصیحت کی سفارش پذیر ہونے لگتی ہے۔ وہ لوگ جنکے قلب ناز و نعمت اور عیش میں پرورش پائیگی وجہ سے کمزور ہو گئے ہیں ممکن ہے کہ درد اور تکلیف برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے خدا یا قسمت کے شاکی پائے جائیں۔ مگر جنہوں نے اپنی زندگی مصائب ہی میں کاٹی ہے اور یہی حالت اس کے برعکس ہے۔ مصائب میں مبتلا رہنے میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ دل مضبوط ہو جاتا ہے مگر جسم کمزور۔ نیا سپاہی زخموں سے بہت ڈرتا ہے اور ڈاکٹر کو دشمن سے بدتر سمجھتا ہے مگر پرانا سپاہی گوزخموں سے چور ہو گیا اور سے کچھ پروا نہیں ہوتی اس تجربہ کار سپاہی کی طرح صدمات برداشت کر نیکیے لئے ہلکے ہی ایسے ہی استقلال کی ضرورت ہے۔ دنیا کے نشیب و فراز کا تجربہ اگر ہلکے نہ ہو تو ہم تجربہ کار نہیں کہے جاسکتے

کھیل تماشہ سے بچ نہیں بہل سکتا۔ بچ کم جب ہی ہوگا جب ہمارے خیالات میں بچگی ہو جائیگی اور دل صد مات اوٹھاتے اوٹھاتے تڑپنا ہو جائیگا۔ ورنہ بحرانی حالت میں پھر عود کر آئیگا اندیشہ ہر وقت لگا رہیگا تاہم بس لائیکلی کوشش کرنی عجز اگر اصلی صدرہ کو ہم مغلوب کر لیں تو یہ سب سے بہتر ہے۔

چوبیسواں باب

عقل مندوں کے حق میں افلاس نعمت کے کم نہیں

وہ غریب نہیں ہے جو اپنی حاجتیں آپ ہی رفع کر لے۔ اوکل تو نگری ثابت کرنے کے لئے سب سے قوی ہی ایک دلیل ہے۔ فطرت کو جو کچھ دینا ہے پتہ نہیں بہ سکتا کہ وہ نہ ملے۔ مگر جو شے ضرورت سے زیادہ ہے وہ غیر ضروری اور فضول ہے۔ لطیف غذائیں کھلانا فطرت کا کام نہیں ہے۔ ہمارا پیٹ بھر جائے۔ اوکل غرض صرف یہی ہے۔ خالی معدہ روٹیوں سے پُر ہو جاتا ہے۔ سوٹی ہون خواہ چپاتی۔ پانی سے پیاس بھی علیٰ ہذا القیاس بھجھ سکتی ہے۔ پیٹ بھر دینے اور پیاس بھجا دینے کے بعد فطرت کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ اس بات سے اُسے کیا غرض کہ پانی کمانے اور کیسے آیا۔ پینے والے نے چلو سے پیا۔ یا چاندی یا سونیکے گلاس سے دو تہندی کے ڈہنگ سکھا کر افلاس کی تعلیم دینا جو فرضی اور گندم نہالی کرنا ہے۔ ایسے شخص کو

جسے کسی قسم کی حاجت نہ ہو کیا آپ مفلس یا محتاج کہیں گے؟ اپنی ضرورت تو کوئی مرفوع کر چکے لئے وہ اپنے استقلال پر بھروسہ رکھیں گانہ کسی دوست پر۔ کیا ایسے شخص کو جسکی دولت نہ چھین سکے اور نہ چوری جاسکے آپ دو لقمہ نہ کھینگیں؟ کوئی حالت اچھی ہے آیا یہ کہ ہمارے پاس ہر شے ضرورت کے موافق ہو یا یہ کہ ضرورت سے زیادہ ہو؟ جو دو لقمہ ہے اور زیادہ دو لقمہ ہو نیکی اور سکو ہمیشہ فکر رہیگی۔ اس سے ظاہر ہے کہ دولت کی طرف سے اوسکی خواہش ہنوز نہ پوری ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ اس خیال سے جسے زیادہ کی حاجت نہیں ضرور ہے کہ وہ آرام سے رہے گا۔ جس شے کے پاس رکھنے سے اگر کوئی شخص تمام زمانہ کا دشمن بنتا ہو یا اوس کی منکو حصہ بی بی اور اولاد جسکی وجہ سے اوسکی جان لینے کے درپے ہو جائیں تو اوس شے کو اپنے پاس نہ رکھنے سے کیا کوئی شخص غریب کہا جاسکتا ہے؟ امن کی حالت اور جنگ کے زمانہ میں جو شے ہر طرح سے ہماری حفاظت کرے ایسی شے کے پاس رکھنے سے کیا ہم غریب کہلائیں گے؟ اور طرہ یہ کہ یہی وہ شے ہے جسکو اپنے پاس رکھنے سے ہر کوئی خطرہ نہیں اور بلا درد اور تکلیف فوراً ہم جب چاہیں ہر وقت علیحدہ کر سکتے ہیں۔ سکندر اعظم باوجود اتنی وسیع سلطنت کے اس بات کا شاکہ پایا گیا کہ کوئی اور ملک فتح کر چکے لئے باقی نہ تھا۔ تمام دنیا تو اوسکے قبضہ میں تھی مگر اور زیادہ کا لالچ اوسے پریشان کئے ہوئے تھا۔ فطرت انسانی کے موافق جو شے اوسے کافی ہونا چاہیے تھی وہ اوسکی لالچی طبیعت کے لئے محض کافی تھی!! اور یہ کہ ہر نیسے

کوئی شخص تو نگر نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ روپیہ جس قدر ہوگا اوس سے زیادہ کرنسی
 فکر ہمیشہ لگی رہے گی۔ قارون ممکن ہے کہ کسی شخص کے نزدیک ولتمند سمجھا جاتا ہو مگر میرے
 نزدیک وہ ہرگز ولتمند نہ تھا۔ قواعد فطرت کے موافق جو شخص اپنی ضروریات کو
 رفع کر لیتا ہے وہ نہ تو افلاس سے ڈریگا اور اس پر کچھ اوسکا زور چلیگا۔ افلاس
 میں ہی تو صد ہا فضولیات کے ہم پابند رہتے ہیں۔ دنیا جسکو ولتمند اور خوش قسمت
 سمجھتی ہے وہ ظاہر ہی کے چلنے چپڑ میں اونکی زرق برقی پوشا کین گنواروں ہی کی
 آنکھوں میں خیرگی پیدا کر بیوالی ہیں مگر ہمارے نزدیک جو ولتمند ہیں وہ۔ وہ لوگ ہیں
 جنکے قلب روشن اور دل غمی ہیں اور جو ہر حالت میں خوش ہیں۔ بھوک یا پیاس
 کے وقت کسی قسم کا تکلف اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ جی چاہتا ہے کہ کھانا یا پانی
 کسی طرح ملجائے۔ دسترخوان یا رکابیان۔ نوکر۔ میز۔ کرسی کی ضرورت نہیں ہوتی۔
 کس قسم کی غذا سے بھوک جاگی اسکی تشریح کین نہیں کی گئی ہے۔ متفرق غذائیں
 کھانا امیرانہ ٹھاٹھ میں۔ اسے پیٹ بھرنا نہیں۔ بھرا جاتا ہے ان غذاؤں سے
 بھوک جاتی نہیں بلکہ اونکے کمانیکے لئے بھوک پیدا کی جاتی ہے۔ یہ کمناکہ فلان
 کھانا اچھا نہیں۔ فلان محض معمولی ہے۔ اوسکے دیکھنے سے طبیعت کراہیت
 کرتی ہے بہت ہی نازیبا ہے۔ کھانے سے منشا زندہ رہنا ہے نہ طبیعت
 میں نزاکت پیدا کرنا۔ جب حملہ کر نیکا بلکل جنگ کے وقت بجایا جاتا ہے تو غر باکو
 کوئی فکر نہیں ہوتی وہ اپنے تین مخدوش نہیں سمجھتے اور جب غیر کا حکم ہوتا ہے

تو اپنے جسم کی حفاظت کے سوا کسی اور شے کی اونکو فکر نہیں ہوتی۔ وطن چھوڑنے کے وقت راستوں اور ریل کے اسٹیشنوں پر اونکے رخصتی سلام کے لئے مجمع نہیں ہوتے۔ تھوڑی سی غذا اون کا پیٹ بھر کر اونکی تسکین کر دیتی ہے۔ وہ ہر صبح کو بلا خیال و فکر فردا شام کر دیتے ہیں۔ متوسط درجہ کا امیر دولت مند فقیر ہے اونکی عقل تیز ہوتی ہے اور اونکی خواہشات بھی متوسط۔

افلاس کے تصور ہی سے تکلیف ہوتی ہے

افلاس سے کسی شخص کو تکلیف نہیں ہوتی مگر او سے جس نے اسکا خیال کیا۔ اور جس نے خیال کیا اپنے حق میں اس نے تکلیف دہ بنا لیا۔ امر اکبر بھی تو بعض وقت مختصر سباب اور تھوڑے ملازمان کے ساتھ سفر کرنے میں راحت ملتی ہے۔ غربا کی طرح امر ابھی اکثر تھوڑا اور موٹا کھانا کھاتے ہیں۔ دولت مند ون کا بھی دل چاہتا ہے کہ زمین پر بعض وقت آرام سے بیٹھ کر کھانا کھائیں اور مٹی کے سوند سے خوشبودار برتنوں میں پانی پئیں جن باتوں کی ہنسنے خود ہی تنہا کی ہو اونہیں سے ڈرنا حماقت ہے۔ جو افلاس کو برا سمجھتے ہیں ذرا وہ کسی غریب اور امیر کے چہر زون کو مقابلہ کر کے دیکھیں او سوقت اونہیں معلوم ہو جائیگا کہ غریب کے چہرہ پر ایک بھی شکن نہوگی۔ اور اسکا دل بنشاش ہوگا۔ او سکو اگر بچ بھی ہوگا تو پلٹے پھرتے بادلوں کی طرح پونہیں خفیف سا۔ برعکس اسکے امر کی سر زمین مصنوعی ہیں اور اونکے صدقات اصلی اور دیر پا۔ اور بڑی خرابی کی تو بات یہ ہے

کرایے لوگ اپنی پریشانیوں اور دقتوں کو کسی سے کہہ بھی تو نہیں سکتے۔ دل پر تو غم
 کا ہجوم ہوتا ہے مگر دکھانا یہ چاہتے ہیں کہ خوش ہیں! ایسی خوشیاں جھوٹی اور مصنوعی
 ہیں۔ اگر آرائش کی چیزیں جسم سے اتار ڈالی جائیں۔ تو پھر انکے اصلی حالات معلوم
 ہوں۔ گھوڑے کا خریدار پہلے دوڑا کر جانتا ہے۔ پھر گردنی اتار کر بیل بڑی نلی اور
 موٹھڑے اور جسم کو دیکھتا ہے تاکہ جو نقص ہوں وہ اس طریقہ سے معلوم ہو جائیں
 ہو کہ چاہیے کہ کسی شخص کی دو لمبندی اور آرام کو دیکھ کر اسکے باطنی اطمینان کا اندازہ کر لیں۔
 عمدہ پوشاک اور زیور پہنے ہوئے جنہیں دیکھیں تو سمجھ لیں کہ کوئی عیب جسم میں ضرور
 ہے۔ جو افلاس کی حالت میں خوش نہیں ہیں۔ امیر ہو جائے پر ہی وہ خوش ہونگے
 امارت اور افلاس میں کوئی نقص نہیں۔ نقص اونکے دلوں میں ہے جو ایسے شخصوں
 کے پہلو میں ہے۔ مریض کو چھوڑی میں رکھو یا محلات شاہی میں اسے اس وقت
 تک آرام نہیں ملیگا جب تک کہ وہ اچھا نہ ہو لے گا۔ دل اور مفرد اگر اتنے مضبوط
 ہو جائیں کہ آئندہ اونکے کمزور ہو جانے کا شبہ نہ رہے تو اس سے بڑھ کر دنیا میں
 پھر اور کوئی نعمت ہی نہیں۔ انسانی زندگی جو مکر اور فریب۔ طمع۔ ہوا و ہوس۔ فتنہ و شر
 سے پر ہے اور جسکا بس کرنا بدگولی کرنا ہوا۔ چنانچہ رونا اور بدکاروں کے درمیان
 میں لازمی ہو گیا ہے۔ اگر با اینہم اپنی زندگی کو ہم ایمانداری اور اطمینان میں بسر کر سکیں
 اور کر بھی لیجا میں تو اس خوشی سے دنیا میں بڑھ کر اور کوئی خوشی نہیں ہے۔ خدا کی شان
 بے نیازی اور استغنا کی جھلک اگر ملیگی تو مفلسوں ہی میں اور امر میں بہت قلیل۔ خدا

ایسا غنی ہے کہ ہم لوگوں کے لئے تو اس نے ہزار ہائیں عطا کر رکھی ہیں۔ مگر اپنی ذات خاص کے لئے ذرا بھی نہیں۔ بلا منت غیرے جو شخص اپنے تمام کام کر لینے کا عادی ہے اور سکی ستر کا کیا کتنا! کچھ ملے یا نہ ملے۔ جو اب تو ضرور ہی ملیگا۔ تھوڑی دولت جسکے پاس ہے وہ غریب نہیں ہے۔ جو ہر وقت زیادہ کی فکر کرے وہی غریب ہے۔ درمیانی حالت یہ ہے کہ ضرورت کی اشیا ہمارے پاس نہ زیادہ ہوں اور نہ کم۔ وہ شخص کیا آپکے نزدیک اچھا ہے جو مفلسی میں بھی مطمئن ہو یا وہ جو دولت مند کی حالت میں بھی محتاج رہے اور بے صبر انسان روپیہ بڑھانکی فکر میں کرے تو نگر نہیں ہو سکتا ہے بلکہ خواہشات نفسانی کے گھٹانے کی فکر میں کرنے اور اونہیں کامیاب ہو جائیے۔

ہم کو چاہیے کہ جس طرح ہم اور دوسرے ہندوؤں خزانہ میں رکھے ہوئے دولت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ویسا ہی اپنے رکھے ہوئے روپیہ کو بھی دیکھیں۔ کیونکہ اس بات کا سننا پسند نہیں کیا جاتا کہ وہ دولت کسی شخص کے پاس ہے حقیقت میں اور سکی نہیں ہے یہ بڑے ہمت والے شخص کا کام ہے کہ وہ اور سکی دولت تالیق ہی مقام پر ہوں مگر اسکی قربت سے اس کے قلب پر کوئی خراب اثر نہ پڑنے پائے۔ اس کے باہمت ہونے میں کون کلام کر سکتا ہے جو دولت کی کثرت میں بھی ویسے گزر کرے جیسے بزرگ اور اہل اللہ کیا کرتے ہیں۔ جو نہ لالچی ہے اور نہ افترا پرداز اور سکی کو کسی قسم کا گزند پہنچ نہیں سکتا۔ غریبا اگر دولت مند کی برائی کریں تو ان کا فعل ویسا ہی ہے جیسا ان امر کا جو افلاس کی تعریفیں کرتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ دونوں شخص کسان تک

اپنی اپنی حالتوں پر قائم رہیں گے اگر برعکس حالتوں میں کر دئے جائیں۔ عمدہ بات تو یہ ہے کہ وہ دونوں بجائے خود ان امورات کا لحاظ رکھتے ضرور رہنا نہیں بلکہ احتیاطاً۔ افلاس کی حالتوں کا پہلے ہی سے مشق کرنا گویا اوکلی برداشت کر نیکیے لئے قبل از وقت طیار ہونا ہے۔ مصیبت کے زمانہ میں جو بات سب سے زیادہ تکلیف دہ ہو اس وقت سے اس کی مشق کرنا بہت کا کام ہے۔ پیش بینی سے مصائب قابل برداشت ہو جاتے ہیں اور خوش آئند بھی۔ خوش آئند اس وجہ سے کہ اونہیں کچھ ایسی بات ہے جس کی وجہ سے ہم سب مطمئن رہتے ہیں۔ وہ یہ کہ ہم کو کچھ کوئی خوف نہیں رہتا۔ افلاس میں بتلا رہنے سے ہم کو یہ معلوم ہوتا رہتا ہے کہ ہمارے سچے دوست کون ہیں اور صرف اسی سبب سے ہمارتی افلاس کی حالت قابل رشک ہے کہ جھوٹے دوستوں کے حالات معلوم ہو جائیے اور ہمارے تعلقات چھٹ کر اونہیں لوگوں سے باقی رہ جائینگے جو ہم سے واقفی سچی محبت رکھتے ہیں۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ روپیہ اور اشرافیوں کو ہم اپنی مسرت کا دار مدار سمجھیں بقائے زندگی کے لئے تو روٹی اور پانی کی ضرورت ہے نہ روپیہ کی۔ افلاس کسی با وقعت شے ہے صرف اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلطنت روم کی بانی بالکل غریب تھے اور اسکے بعد بھی اوس کے قیام کا باعث بانیان سلطنت کا افلاس ہی رہا۔ میرے نزدیک دنیا میں کوئی شخص اتنا غریب نہ پیدا ہوا اور نہ ہو گا جسکے پاس تنگے وقت زندگی بسر کر نیک سامان میا نہ ہو۔

ہے عجب دنیا میں نعمت درمیانی زندگی

خداوند اتو مجکو اتنا مفلس نہ کیجیو کہ جبکا بار زمین خود اوٹھا سکون اور نہ میرے
اجباب۔ سب سے بہتر حالت یہ ہے کہ ہم نہ محتاج ہوں نہ امیر۔ حالت متوسط کے
ساتھ اگردل بھی شریف ہو تو پھر کیا کہنا۔ ایسا شخص ہر صدی سے محفوظ رہیگا۔
نہ اوسکا کوئی حاسد ہوگا نہ کسی کا اوس کو خوف ہوگا۔ اور یہی حالت قابل پسند ہے
ایسے کہ نقصان پہنچانیکے لئے حاکم ہونیکے ضرورت نہیں ہے کسی شے کے طمع نہ کرنے
میں کتنی بے انتہا برکتیں ہیں۔ افسوس کہ ہنئے نہ اس پر غور کیا اور نہ اس بات پر کہ
کسی شے کی خواہش نہ کرنیے ہمارا دل کیسا خوش رہتا ہے۔ ہنئے ہمیشہ مقدر
ہی سے رفع حاجت کیلئے دعا کی۔ جائدا اگر مختصر ہے تو کافی ہے۔ اگر نہیں ہے تو
کچھ بردا نہیں۔ کفایت شعاری غریب سے امیر کر دیتی ہے۔ جائدا اولف کر دینے
سے تو یہ بہتر تھا کہ کبھی ہکو وہ حاصل ہوتی ہوتی۔ جسکے پاس کوئی خراب ہونیوالی شے نہیں
اوسے کوئی خوف نہیں۔ وہ لوگ اچھے ہیں جو کبھی اچھی حالت میں نہیں رہے بمقابلہ
اونکے جو اچھی حالت میں تھے اور اب تباہ ہیں۔ محتاجی اور رکنت کے درمیان میں جو
حالت ہے وہ سبب اچھی ہے۔ حکیم ڈالوی نے اس مسئلہ کو خوب ہی حل کیا۔
اوسنے اپنے تئیں ایسا کر لیا تھا کہ کوئی تلف ہونیوالی چیز اپنے پاس ہی نہ رکھی۔
زندگی کی وہی حالت قابل تعریف ہے کہ حسین انسان محفوظ اور مطمئن رہ سکے۔

معمولاً جسم کو صرف اس غرض کیلئے سے تکلیف دینا چاہیے کہ تندرست رہے
 اگر وہ نیک اور شریف دل کی اطاعت نہ کرے تو ریاضت کر کر کے اسکا مطیع
 بنانا چاہیے۔ بھوک۔ پیاس۔ سردی اور گرمی کے واسطے سامان میا رکھنا
 لازمی امر ہے۔ اور جسم کی حفاظت کے لئے چھت یا ایسی ہی کسی اور شے کی۔
 اسکی پرواہ قطعی نہ کرنا چاہیے کہ چھت مٹی کی ہے یا سنگ مرمر کی۔ انسان
 چھپر کے نیچے بھی ہوا اور پانی سے ویسا ہی محفوظ رہ سکتا ہے جیسے کہ شاہی محل
 میں۔ وہ دل جو ہمارے پہلو میں ہے اسکو شریف اور نیک ہونا چاہیے۔
 اسکے متعلق باقی اور تمام معاملات محض بے حقیقت ہین اور ذلیل۔ چونکہ آئندہ کی
 حالت بالکل غیر یقینی ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں خدا سے التجا کروں گا تو یہی کہ مجھ
 وہ نیک اور شریف دل عطا فرمائے۔ آمین

”درمیانی زندگی از مولانا حالی“

منقول از دیوان حالی صفحہ ۱۸۳

(دو تھرا پا لوجی)

تو نے رکھا ہیکو یاں فقر و غنا کے درمیان
 پر نہ اتنی مسدداں چاہے جو گزرے گران
 پر نہ ایسا۔ ہو صراحی جسکے یاروں نے نہان
 پر نہ ایسا جسکو حسرت سے نکین پر در جوان

شکر اس نعمت کا یارب کر سکے کیونکر زبان
 جب ہو بھوکے تو بخشی تو نے نان پان خوش
 جب ہو پیاسے تو بخشا آب شیرین و خشک
 ڈھا مکنا چاہدین جب دیا تو نے لباس

<p>پرنہ ایسے بڑھنے سے جنگے ہو خوفِ زیان پرنہ ایسا جس سے اٹھنا ہو طبیعت پر گران پرنہ ایسے ہو تعلق جسے مثل جسم و جان جسے ڈرنے بھاگنے کا اور نہ گرنیکا گمان کوہ سدا راہ جنگا اور نہ خندق اور کو ان پرنہ ایسی سخت فرعون کا جو سب پر گران پرنہ اتنا۔ ہو نگہبانی میں جسکے بیم جان پرنہ ایسی جس سے ہون محسوس آجنا زمان تاکہ تیری نعمتون کی قدر ہو پہ پہ عیان تاکہ کھو بیٹھیں نہ ہم ان راحتوں کو راگان</p>	<p>کھانے پینے کو کئے برتن ہمیں تو نے عطا سونے اور آرام کرنے کو دیا بستر ہمیں رہنے سینے کو دے گھر تو نے ہکو ہر جگہ آنے جانے کو دئے دو پانون یان تو ہمیں راہ اور بے راہ یکساں جن کو ہنگامِ حرام کی سواری بھی عطا اکثر جو پیش آیا سفر بیم و زور وقت ضرورت ہکو تو دستار ہا آبرو تو نے ہمیں دنیا میں دی اور امتیاز نعمتیں اکثر ہمیں بعد از مشقت تو نے دیں راحتیں اکثر میسر آئیں نکلنے فون کے بعد</p>
<p>وقت پر کرتا رہا بارانِ رحمت سے نہ سال قحط اور طوفان دونوں سے بچایا بال بال</p>	
<p>لو طری جاتے ہیں جن کی بدولت شیر نر ناکسوں کے ناز بیجا ستے ہیں اہل ہنسر وہ سب تروا نہ خردول سے آنے ہیں نظر پھر نہ ہے کوئی برائی فقر و حاجت بھر پت گنوائے آبرو کھوئے پھر اے در بدر</p>	<p>الحمد راوس فقر و ناداری سے سوبارا الحمد چاپا لوسی جا کے کرتے ہیں سفیہو کی فقیہ وزن میں علم و فضیلت جسکے ہر گم گنگہ فقر و حاجت میں نہوا انسان کو جب مبر و شکیب بھیک منگو ای جو اکھلاوے پر چوری کراے</p>

<p>لے سکے محتاج جو روکی نہ بچوں کی خبر اور کبھی بوچھاڑ اوس کی آسان پیر پر ہو نہ شب دشتم سے سیری اوس دو دو پہر کہو لہرے غیبت کا دفتر اہل دولت کے اگر تا کہ دو تہند بھی کچھ دن رہیں آسیرگر تا کہ ہو جائیں بلند اور پست سب زیر و زبر خوفناک اوسکا ارادہ نیت اوسکی پر خطر شام اوسکی پر نحوست اور شوم اوسکی سحر تھا۔ مگر ثروت میں اوس سے بھی زیادہ خوش</p>	<p>ہو سکے محتاج سے طاعت نہ یاد اللہ کی گمہ زبان آلودہ اسکی شکوہ تقدیر سے گر بخیلوں کی مذمت پر کبھی آجائے وہ اگلے زہر اتنا کہ ہو جاے مذاق بزم تلخ کہ وبائے عام کی مانگے دعا اللہ سے اور کبھی چاہے کہ ہو دنیا میں کوئی انقلاب بے حلاوت اوسکے دینا اور زندہ بے سکاؤن رات اوسکی حسرت آگین اور دن اندوہگین گو کہ بتر فقر سے یارب نہ تھی کوئی بلا</p>
---	---

فقر سے تو نے بچا یا یہ بھی کم نعمت نہیں
پر نہ دی ثروت سو اوس کے شکر کی طاقت نہیں

<p>اس مئی مرد آرزو کی تھی بہت مشکل سنبھال ڈھیر ہے بارود کا دیجے پتنگا حسین ڈال جس طرح جذبات نفسانی کو بھڑکانا ہے مال نفس انسان میں اگر بالفرض ہو کوئی کمال اور ہوئے سلب آدمی سے آدمی کے نفع مال کردئے اوسکے لئے سبیل و دولت نئے حلال</p>	<p>نشہ دولت سے تھا پھر ہوش میں آنا چل نفس امارہ اور اسپر چھڑ مال و جاہ کی باد صحرانگ کو اس طرح بھڑکاتی نہیں پر ضم کرنا اور بچانا مال و دولت کا ہو پس ورنہ مال و جاہ مکنات کا جہان آیا قدم عقل ٹھیراتی ہے جو افعال انسان پر حرام</p>
--	---

<p>آکے ثروت نے دینی پروا سٹے اوکے نکالی مغز میں جطرخ پوانہ کے گونا گون خیال چو نیٹیر نہیں ایک نے گویا نکالے پروبال خواہشوں میں اسطرح جکڑا ہوا ہے بال بال ہو گئی فرزند وزن پر زندگی او سکی محال پھر نہیں گنجیدہ قارون کچھ آگے اوکے مال ہے سمندر سے بھی او سکی سپاس کا بھینا محال جس قدر ثروت میں ہے دشوار اس اعتدال</p>	<p>فقر میں تھا نفس دون واما نہ جس پروا سے خواہشیں یوں نفس میں اب دمدم ہٹنے لگیں آپ کو گنتے لگا بالا ترازا بنا سے جنس سرف بے زر ہو جیسے قرض خواہ نہیں گھرا جھک پڑی طبع دنی کر بخل خست کی طرف اور اگر بھوت اوکے سر پر چڑھ گیا اسلف کا آگیا غالب طبیعت پر گراستقامی حرص بار پرتلوار کے چلنا نہیں شاق اس قدر</p>
<p>گلشن دولت کے ہون انگور میٹھے بھی اگر دیکھ اے رو باہ نفس دون حذر اس سے حذر</p>	
<p>فقر کے ذلت سے اور ثروت کے فتنہ سبزی یہ جو ہے برزخ میان مکت و دست تہی مانگتے ہیں ہم حذر دوزخ سے اور جنت سے بھی منزل اعراف سو بار ایسی جنت سے بھلی میں ادھر کھڑا اور چڑھائی ہے ادھر البرز کی میں حسد اور بغض کے امراض ہلک سے بری دیکھ کر ادنیٰ کو کر لیتے ہیں اپنی دلہ ہی</p>	<p>ہے عجب دنیا میں نعمت در میانی زندگی چین ہے دنیا میں گر کچھ تو اسی حالت میں ہی فقر و ثروت فی المش ہون دوزخ اور جنت اگر دخل شیطان کا ہر جو زمین ایسی جنت کو سلام اس کٹھن منزل میں ہے بٹیا بھی بس ایک چھتر رکتے ہیں فقر و غنا میں جو کہ حالت میں بن اپنے سے اعلیٰ کی حالت پر اگر آتا ہر رنگ</p>

<p>سُکنے ہو جاتے ہیں سیدہ روہڑو نکا فخر و ناز لذت فقر و غنا دونوں سے ہیں وہ آشنا جو گذرتی ہے گدا پر اوس سے ہیں وہ باخبر استحان دولت کے بھی ہیں کچھ نہ کچھ جھیلے پو اس لئے جب دیکھتے ہیں غصت ابا جنس اور نہیں کرتے زبان طعن بید روی سے وا مست کی بے اختیاری تشنگی مخمور کی</p>	<p>فلکے چھوڑنے بہک جاتا ہے کز خٹا کبھی اغنیاء میں ہیں فقیر اور ہیں فقیروں میں غنی کیونکہ حالت گاہ گاہ اپہ بھی گذری ہو ہی کیونکہ ہے ہر گھونٹ میں اس می کی ہستی وہی جوش ہمدردی سیکل ادا نکا ہو جاتا ہے جی جب کہ سنتے ہیں کسی ستم کی از خود فنگلی داردات ایک ایک کی ہر سر بسر اپہ کھلی</p>
---	---

جنت اور دوزخ ہے سب اعرافیوں پر جلوہ گر
گندم اور زقوم دونوں ان کے ہیں پیش نظر

<p>منظوم ہر قوم و ملت کی جماعت ان سے ہے بھائیوں کے بازو نہیں زور و طاقت ان سے ہر ساری قومی مجلسوں کی زیر بنیئت ان سے ہے ملک کی دولت میں ہے جو خیر و برکت ان سے ہے عقل و دانش میں ہر جن ملکوں کی شہرت ان سے ہے شاہ ہوں یا ہوں گدا دونوں کو قوت ان سے ہے نوع انسان میں بقائے آدمیت ان سے ہے رونق بازار جنسِ علم و حکمت ان سے ہے</p>	<p>دل تو انا اور قوی یاروں کی ہمت ان سے ہے مشکلین اکثر انہیں سے قوم کی ہوتی ہیں حل ہے انہیں کے دم سے جو ہے گئی ہنگام بچ ہے جہان دولت ہی ہیں نظم دولت کے کفیل ہاتھ میں ان کے ہیں جتنے عقل و دانش کو ہر کلام ہیں گداؤں کے وسیلے اور شاہوں کے مشیر آدمیت سیکتے ہیں ان سے سب چوڑے یہ نہوں تو علم کی پوچھے نہ کوئی بات یاں</p>
--	--

<p>ہے اگر انسان کو حیوانِ فرضیت اتنے ہے آدمی مصداقِ رحمانی خلافت اتنے ہے آدمی سب میں مگر انسان عبارتِ انسو ہے آبرو تو مونگی اور ملکوتی عزت اتنے ہے ہے جہان تو مونین بگرنگی و وحش انسو ہے</p>	<p>پاؤ گے انہیں طیبیا نہیں ادیب انہیں خطیب پاؤ گے انہیں مندس پاؤ گے انہیں حکیم کرتے ہیں اخلاقِ اونی اور اعلیٰ اتنے اخذ انہیں تو مونگے ہیں مصلح انہیں ملکوتی کویل بہونگے ہیں روح تو میت بھی انسو ادین</p>
<p>دم سے ہے وابستہ انکی قوم کا سارا نظام یہ اگر بگڑے تو سمجھو قوم کا بگڑا توام</p>	
<p>ہیں مفسد گرد و پیش انکے فراہم سہر ہے انہیں بھی شر سے یہاں بیچ کر ہنسا سہر اور رستہ بیچ میں ہے ہال سے باریک تر ایک جانب تسی و غفلت ہے اور کبر و نظر وہ جو اڑنے کے لئے حق نے دی تھی ہال پر جس میں نہیں جاتی ہے کھی شہد ٹیٹھا جان کر رہ سپر یہ طبقہ والا ہوسید ہی ماہ پر بسکی پڑتی ہے انہیں کے دست بازو پر نظر تاکہ زند ونگی طرح ہو زندگی ان کی بسر او نہیں سرگردان رہیں دیوانہ دار آٹھون پر</p>	<p>گر نہوہ حال میں انکی مصالح پر نظر کھلتی ہے جہ طرح بتیس دانو نہیں زبان گھٹایاں فقر و غنا کی انکے ہیں دونوں طرف ایک جانب پستی فطرت ہے اور دون تہی جھک پڑے گرا سطرف تو نخت کو بیٹھی او نہیں ڈہل گئے گرا سطرف تو اس بلا میں بھنسی گنو برکتیں اللہ کی اوس قوم پر جس قوم میں ہیں معطل اغنیا اور بے نوا کو تاہ دست جو توے انکو ملو ہیں کام میں لائیں انہیں فرض ہیں جو انکے ذمہ خالق اور مخلوق کے</p>

<p>کیونکہ لوگوں کے ضعف سے ہے انکی قوت کو مضرب جسے بچنا گوشت سے ناخن چٹانا ہے۔ مگر تھے نمکوں سے وہ مکروہات میں آلودہ تر اور دایمن سے متعین قوم کی کرڈنر سر</p>	<p>قوم ہو کر ناتوان تو تقویت بخشین اسے گو نجات انسان کو مکروہات دنیا سے نہیں کام دنیا میں سنوارے ہیں جنہوں نے قوم کو سارے بگھٹاتے تو بائیں ہاتھ سے دنیا کو کام</p>
<p>جس طرح اس انجن کے رکن آئے ہیں تمام قوم کی خاطر ہزاروں چوڑ کر دنیا کے کام</p>	<p>قوم کو ہے اس جکی وہ جماعت ہے یہی اتفاق قوم ہے اقبال و دولت کی دلیل مال و دولت نامبارک ہے نہوگر اتفاق بیان و کیل ایک اکہ شہ اور ملک قائم مقام رائےگان جا گیا یاروں کا نہ یہ رنج سفر فرد فر داتے ہیں جو جاتے ہیں بہانہ محتج تم ہمارے کام آؤ ہم تمہارے کام آئیں قوم کی خدمت میں مضمحل ہے پرویت کی شان قوم کی ذلت کو سمجھیں ذلت اپنی سب عہد سال بہر ہتا ہے نقش اس انجن کا یادگار کر رہا ہے قوم کی سرکل کو یہ مجمع وسیع</p>
<p>جس سے جان آتی ہے مرد و مین وہ طاہر ہی رانی کو کرتی ہے جو بہت وہ قوت ہر ہی قوم جس دولت کی ہو کی ہی وہ دولت ہر ہی دانہ کو کرتی ہے جو ہر من وہ برکت ہے یہی راتین جسکے طفیل ہیں وہ رحمت ہر ہی ملتے ہیں جسکی بد دولت دل وہ ملت ہر ہی جس سے کل چلتی ہی دنیا کی وہ حرکت ہر ہی جو کہ چھوٹی ہی خادم کو وہ خدمت ہے یہی ملک میں عزت سب کی ہے کی صورت ہر ہی جو کبھی برہم نہیں ہوتی وہ صحبت ہے یہی جزر سے افزون ہی ہر جب کا وہ حجت ہر ہی</p>	<p>قوم کو ہے اس جکی وہ جماعت ہے یہی اتفاق قوم ہے اقبال و دولت کی دلیل مال و دولت نامبارک ہے نہوگر اتفاق بیان و کیل ایک اکہ شہ اور ملک قائم مقام رائےگان جا گیا یاروں کا نہ یہ رنج سفر فرد فر داتے ہیں جو جاتے ہیں بہانہ محتج تم ہمارے کام آؤ ہم تمہارے کام آئیں قوم کی خدمت میں مضمحل ہے پرویت کی شان قوم کی ذلت کو سمجھیں ذلت اپنی سب عہد سال بہر ہتا ہے نقش اس انجن کا یادگار کر رہا ہے قوم کی سرکل کو یہ مجمع وسیع</p>

<p>وڑ نہیں اسکا کہ خود قانون قدرت پر یہی طینت عالم میں خاصیت و ولایت ہے یہی جو خبر دیتی ہے کثرت کی وہ قلت ہے یہی کچھ اُبال آیا تو ہے اس میں غنیمت ہے یہی</p>	<p>اتفاقا اگر کبھی ہو جائے یہ ہنگامہ سرد ہے کبھی افراط باران اور کبھی ہے قحط آب کال ہے گراس برس تو ہے سان اگلے برس دو یک تو بکیتی ہے یہ پکڑگی وہی آئینہ من</p>
---	---

انجمن ہے قوم کی ہنگامہ شادی نہیں
 ایک دن کا کام کچھ روما کی آبادی نہیں

بَابِ تَمْرِ

مسبک ایٹ ۲۵ ستمبر ۱۹۶۷ء بروز جمعہ

کتابچہ اللہ ناسر ہدایہ و موعظۃ اللطیفین

اخلاق عزیز

حصہ دوم
مالسراف سینکا

مترجمہ
منشی محمد عبدالعزیز صاحب کراچی انسپکٹر ممالک خداداد و ذرہ زوئیہ المعالی

مسبک فرمائش جناب مترجم صاحبہ صحت

بہ تمام ہر نفلت طبع

مطبع موقع عالم ہدیہ و بی طبع گریڈ

قیمت فی جلد ۱۲

(محمد حسین جلال کبر آبادی نوشت)

طبع اول ... ۱۰۰ جلد

انڈیکس مضامین "اخلاق عزیزمی حصہ دوم"

صفحہ	مضمون	نمبر مضامین	
		سلسلہ وار کتاب	مطابق اصل کتاب
۱	فطرت میں خدا کی موجودگی	۱	۱
۲	نمبر ۲	۰	۲
۶	نمبر ۳	۰	۳
۹	نمبر ۴	۰	۴
۱۰	نمبر ۵	۰	۵
۱۲	انسانیت میں اہمیت	۲	۶
۱۷	اوسے زندگی سے خوشی حاصل ہو سکتی ہے جو صرف تلوکاری	۳	۷
۳۳	میں بسر ہوئی ہو۔ اصلی تو نگری	۰	۸
۳۴	غصہ کی برائیاں	۲	۸
۳۵	نمبر ۱	۵	۹
۳۶	نمبر ۲	۰	۱۰
۳۷	نمبر ۳	۰	۱۱
۳۸	نمبر ۴	۰	۱۲
۳۹	نمبر ۵	۰	۱۳
۴۰	نمبر ۶	۰	۱۴
۴۱	نمبر ۷	۰	۱۵
۴۲	نمبر ۸	۰	۱۶
۴۳	نمبر ۹	۰	۱۷

صفحہ	مضمون	سلسلہ دار	بیت مضامین
۵۴	الضیاء نمبر ۱۰	۰	۱۸
۵۷	الضیاء نمبر ۱۱	۰	۱۹
۵۸	تسکین موت	۶	۲۰
۶۴	مرگ اجبت	۷	۲۱
۷۱	ضعیفی کی تسکین	۸	۲۲
۷۵	تعلیم و تربیت اولاد	۹	۲۳
۷۸	الضیاء نمبر ۱۲	=	۲۴
۷۹	نوکر و نکلے ساتھ کس قسم کا برتاو ہونا چاہئے	۱۰	۲۵
۸۲	اصلی اور سچی شرافت	۱۱	۲۶
۸۶	سیر و سیاحت	۱۲	۲۷
۱۰۲	لیبرل ایجوکیشن	۱۳	۲۸
۱۱۶	تنہائی کی حالت کو کیونکر بسر کرنا چاہئے -	۱۴	۲۹
۱۲۳	ذہائیس اور ظاہر داری کی باتوں سے ہر انسان کو اجتناب لازم ہے	۱۵	۳۰
۱۲۶	میلون اور جلسوں کی شرکت -	۱۶	۳۱
۱۳۱	کس قسم کی کتابیں مطالعہ میں رہنا چاہئیں -	۱۷	۳۲
۱۳۶	وزن و نش	۱۸	۳۳
۱۳۸	زیادہ دیر تک سونیکے نقصانات -	۱۹	۳۴
۱۴۶	بڑا دن	۲۰	۳۵
۱۵۱	جدید سامان عیش اور سعی پی اڈ کے مکانات کا مقابلہ	۲۱	۳۶
۱۵۷	خدا کی مرضی پر شکر نہ رہنے والوں کو تنبیہ -	۲۲	۳۷
۱۶۰	شام کی آمد اور راستہ کی کیفیت -	۰	۳۸



یاری تو کرمی و کریمی کرم است	خاصی زچہ رہ برون زبلغ ارم است
باط اعتم از پیششی آن نیست کرم	با مصیتم اگر چه بخششی کرم است

مغزناظرین !

خدا کا شکر ہے کہ اخلاق عزیز می کا دوسرا حصہ آپ کے مبارک ہاتھوں تک پہنچنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ دست بزرگ زمانہ سے مجھے بہت ہی کم امید تھی کہ یہ دوسرا حصہ اس شکل میں اگر آپ کے ملاحظہ کے قابل ہو سکے گا۔ مگر شیت تو یہ تھی کہ ایک طرف تو میں زمانہ سے مقابلہ کرتا جاؤں اور دوسری طرف اس حصہ کی ترتیب اور تکمیل میں یہی مشغول رہوں اور کچھ تعجب نہیں اگر یہ پریشانیان (کیونکہ ابہا ہی کہہ ایسی ٹپی ہے) اس حصہ کی ہی تکمیل کے باعث ہوئی ہوں عجیب اتفاق ہے کہ متواتر حالات اور پریشانیوں کی وجہ سے آج سات برس ہوئے مجھے مہلت نہیں ملی اور نہ کچھ دیر اور ابھی اسکی امید ہے اسلئے کہ ڈاکٹر صاحب کی رائے ہے کہ میری بسے چھوٹی لڑکی کی آنکھ اور ہاتھ پر اسکا ایفولس مادہ کا اثر خرابا شروع ہو گیا ہے !

پارسال آج ہی کل کے دنوں میں دو ماہ کی خِصت پڑتا اور قیصر تھا کہ اگر زمانہ نصرت
 دی تو انشائاً اللہ کچھ وقت سیر و تفریح میں صرف کر ڈینگا اور کچھ اس دور حصہ کی ترتیب
 میں مگرٹن درچہ خیالیم فلک درچہ خیال، میری اوس چوٹی لڑکی کی عیالیت (جس کا ذکر حصہ اول
 کے دیباچہ میں ہے) زیادہ بگ لگی اور بالآخر بخار اور درد سینہ مبتلا ہو کر ۲۳ - مئی
 ۱۹۰۷ء کو بروجمہ (ٹیک اوٹن) ہی زمانہ کے بعد جتنا کہ اوسکی مان (اور اوسکی بڑی
 بہن کے انتقال کے مابین میں گذرنا تھا) اوسنے ہم لوگوں کو ہمیشہ کے لئے چوڑو یا با
 اور لکھنؤ میں اپنی بڑی بہن کی قبر کے پاس جسکی اوسکو از حد متناہی مدون ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ
 وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ حِیَام

ہرگز گرد بستانہ خود را نہ کشاد
 داغ دگرش بر سر آن داغ نما

این چرخ جفا پیشہ دغاے بنیاد
 ہر جا کہ یکے دید کہ داغے دارد

”ہمیشہ“ میں نے غلطی سے کہا۔ مجھے کہنا چاہیے تھا ”چند روز“ کیونکہ انشائاً اللہ
 کچھ عرصہ کے بعد ہم اور وہ پہر ملیں گے۔ گو وہ عالم دوسرا ہوگا اور یہ جہانی حالت دونوں
 میں سے کیسی ہوگی۔ پیاری ”رقیہ“ تنے بہت جلد اور سخت تکلیف ادا مانے کے
 بعد ہم سب کو نوجوان چوڑا کر ”ان مع العشر سنینا“ کے خیال سے اب تم ضرور آرام
 سے ہوگی۔ ہم سب بھی رفتہ رفتہ تم تک پہنچ کر انشاء اللہ تم سے ملیں گے اور بہر دو ملیں گے
 کہ تم ہم سے دوبارہ کیونکر جدا ہو سکو گی۔ عالم ارواح کی قربت کے لحاظ سے ضرور ہے کہ
 بمقابلہ ہم دنیا والوں کے خدا سے تم ہماری مانند و زمین ہو اور چونکہ تم دنیا سے بمعصومگی ہو

بہتر ہوتا اگر تم یہ دعا کرتین کہ تمہارا پس ماندہ باپ ہی (جس سے زبان قابو میں نہو سکی وہ) سے تم صرف آنکھوں سے رخصت ہوئیں تمہیں اور بچاے الفاظ کے تمہاری چڑھی ہوئی پتیوں نے رخصتی سلام کیا تھا) اس دار فانی سے با ایمان اٹھ کر تمہارے پاس پہنچ جاتا۔ تم سے ملنے کا اور تم تک پہنچنے کا اور کوئی ذریعہ بجز اسکے نہیں ہے۔ جب تک میں تم سے علیحدگی نہ ہوں تمہاری تمہاری والدہ۔ اور تمہاری بڑی بہن کے غریقِ رحمت ہو سیکے لئے دعا کرتا رہنا ہوں اور کرتا رہوں گا اور میری ان دعاؤں کا اثر غالباً تم تینوں کی پاک اور معصوم روحوں کو بڑا محسوس ہوتا ہوگا۔ اے خدا تو سمیع اور علیم ہے میری ان دلی اور سچی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ عطا فرما۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تک میری زندگی دنیاوی حیثیت میں یوں تو بہت ہی خوش آئینہ رہی مگر آرام اور اطمینان بہت کم ملا۔ میں اس شعر کا مصداق رہا:

مارا زخاک کویت چہ رہے است برتن | آن ہم ز آب گریہ صد چاک تا بہ دامان

مگر نہیں۔ تو یہ تو بہ۔ یہ ناشکری۔ یہ کفرانِ نعمت۔ ”سعد العزیز“ تجھے زبان نہیں۔ خیال کر اور سوچ کہ کونسا گہرا در کونسا مکان تیرا کون عزیز۔ دوست۔ یا پڑوسی ان مصائب سے خالی ہے۔ ان سے سبق لے۔ اور خدا کا شکر کر شکر۔ کہ اس سے زیادہ اور نکال دین اور پریشانیوں میں جنہیں آج تمہارا ایسے تیری طرح خدا کے ہزاروں بندہ مبتلا ہیں تو اداں محفوظ اور امون ہے۔ جو نعمتیں اس وقت تجھے مل رہی ہیں اور چہرہ لہی ابھی تو نانا کر چکا ہے کیا تیرے نزدیک وہ قابلِ قدر اور مستکر نہیں۔ ۹۔ ۱۔ اے ناحق شناس ما اپنے آقا اپنے ولی نعمت اپنے خداوند کی عنایتوں کو بھولا دینا۔ اور اوسکی تمہیہ یا ستر کو

مصائب سمجھ کر غل جھاننا گھرمی ہی نہیں ہے بلکہ شان بندگی کے خلاف۔ تو نے سنا نہیں کہ

باورد۔ یہ ساز۔ تا دو اے یابی	ازور۔ منال۔ تا شفا اے یابی
می باش۔ یہ وقت بینوائی رشا کر	سما عاقبت الامر۔ نوا اے یابی

بس انجلموش

پیارے ناظرین۔ آپ نے ملاحظہ کیا۔ کمان تہا اور کمان پہنچا۔ قلب کی یہ حالت اور کیفیت قابل معافی ہی نہیں ہے بلکہ قابل رحم۔ آپ معاف فرما کر کتاب ملاحظہ فرمائیں

حیام

دینا نفسے۔ ورنہ۔ درو یک نفسے	اندر نفسے چند۔ تو ان زو نفسے
شکرانہ آنکہ زندہ خوش می باشی	این عالم بے وفا نمائندہ کہے

عزمینہ - ۴ - اپریل ۱۹۰۳ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکتوبات نیکامہ انتخابات

سنیکا حصہ دوم

فطرت میں خدا کی موجودگی

کیا دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو (نعوذ باللہ) یہ کہتے ہوں کہ خدا سے اون کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے اور نہ او کو اون سے اور اونکی خبر گیری سے کوئی تعلق ہے۔ دنیا کے معاملات کی طرف تو اوسکی توجہ ہی نہیں۔ اگر ہے تو اور معاملات کی طرف؟ بعضوں کا شاید اس سے بڑھ کر یہ بھی خیال ہو کہ اس دنیا کا کوئی کام ہی اوسنے اپنے ذمہ نہیں رکھا۔ کیسے فائدہ اور نقصان سے اسے کیا غرض۔ اس لئے کہ اوسکی ذات پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑتا۔ جس شخص کے ایسے بیوہ خیالات ہوں اوسکی نسبت یہ یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ اوسنے کسی بیوہ کی آہ یا کسی غریب حاجتمند کی پُریشانی

وَمَا كُوفِرَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ مِّنْ أَهْلِ الْإِيمَانِ أَتَىٰ النَّبِيَّ الْكَذِبَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ
 وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ۝ وَاللَّهُ مَعِ الصَّالِحِينَ ۝ وَاللَّهُ قَلِيلًا مَّا تَدْرُسُونَ

ترجمہ وہ کون ہے کہ جب کوئی شخص بقیار ہو کر فریاد کرے اور وہ اس بقیار کی فریاد کو پونچھے اور اسکی مصیبت کو نالہ سے - اور کون ہے جو زمین میں ہو کہ اپنا نائب بنانا ہے کہ تم او میں مالکانہ تصرف کرتے ہو - کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے - انہیں - مگر تم لوگ غور اور فکر کو بت ہی کم کام میں لاتے ہو۔ ضرور ہے کہ ایسے شخص نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ دنیا میں دعا کے قبول ہونے کے بعد ہر طرف کیوں چل پل مچ جاتی ہے - منتوں کے پورا ہونے کے بعد جو جمع اور سیلہ ہوتے ہیں کیا اس شخص نے کبھی اونکی سیر نہ کی ہوگی - یہ نہ سہی مگر اوسنے یقیناً ہزار ہا سایوس ہاتھوں کو خدا کی طرف اٹتے ہوئے اور دعاؤں کے قبول ہونے کے بعد اونکی خوشی اور مسرتوں سے شگفتہ چہروں کو تو ضرور ہی دیکھا ہوگا - تو کیا اسکے بعد ہی اسکی خیال قائم رہ سکتا ہے کہ اسقدر مخلوق ایک ناشنو خدا کے سامنے اس تضرع کے ساتھ ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعا مانگتی ہے اور ایسے خدا سے طلب امداد کرتی ہے جو نہ تو اسکی سنتا ہے اور نہ مدد کر سکتا ہے؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ وہ قادر مطلق ہمیشہ بلا مانگے اور کبھی کبھی مانگنے پر ہی ہماری حاجتوں کو بر لایا کرتا ہے وہ صاف فرماتا ہے کہ آمَنَ كَخَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ مَعِ الصَّالِحِينَ

فَابْتِنَا بِهِ حَلَالَاتِ ذَاتِ بَهْجَةٍ - مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَتَّبِعُوا شَيْخًا هَكَذَا ۙ
 مَعَ اللَّهِ تَرْجِمَهُ بِلَا آسْمَانِ وَزَمِينٍ كَوْنَهُ بِيَدِ آيَا آسْمَانِ مِنْ تَمَارِ لَيْلِ
 پانی کسے برسایا (ہم ہی نے برسایا) پھر پانی کے ذریعہ سے ہنسنے خوشنما باغ
 اُگایا۔ تمہارے بس کی بات تو تہی کہ تم ان درختوں کو اُگا سکو کیا خدا کے
 ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ نہیں ہے وہ خدا تو ہی ہے جسے سب کو اس قدر
 بے انتہا نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور بلا کاळा وقت اور موسم ہر قسم کی برکتیں ہم پر نازل
 فرماتا رہتا ہے وہ خدا ہی تو ہے جو تمام مصیبت اور پریشانیان چشم زدن میں
 دور کر دیتا ہے جو زور اور پشتیر اپنی بیسنانک اور خوفناک صورت تصور کے ذریعہ سے
 دکھا دکھا کر ہکو ڈرا رہی تھیں بے لاکسی ایسے بد نصیب شخص کا کوئی صاحب پتہ تہلا میں
 جو مرد و بارگاہ کر دیا گیا ہو۔ یا پیدائش سے موت تک جسے ان بشمار اور بے انتہا
 نعمتوں میں سے کسی ایک کا بھی لطف نہ اٹھایا یا اداں سے مستفید نہ ہوا ہو۔ اسکو
 بھی جانے دیجئے کسی ایسے شخص کی حالت پر غور فرمایا لیجئے جو اپنے آپ کو
 مصائب اور تکلیفات میں ہر وقت ہنسنا ہوا پا کر ہمیشہ اوس خدا کے ذوالجلال
 کا شاکر رہا ہو یا جس نے اپنے آپکو ہر طرح سے بد نصیب سمجھ لیا ہو۔ ان کی
 حالت پر غور کرنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ بھی تو اوسکی نعمتوں سے
 محروم نہیں ہیں۔ تمام دنیا میں ایک متنفس ہی آپ کو ایسا نہ ملے گا جس کے
 ہونٹوں تک اوسکی چشمہ فیض کا ایک قطرہ شیریں ہی نہ پہنچا ہو اس دنیاوی ترتیب

اور انتظام کو ہر جاندار اپنی حیثیت کے موافق آج مستفید ہو رہا ہے کیا آپ نعمت نہیں سمجھتے۔؟ اسکو بھی جانے دیجئے جو نعمتیں خدا کی جانب سے ہم کو مفت مل رہی ہیں اگر ہم انکے لئے شکر ادا ہی نہ کریں تو یہ نعمت کیا کم ہے کہ وہ ہم میں ہے۔! لَحْنٌ اقْرَبُ مِنْ جَلِّ الْوَسَائِدِ۔

نمبر ۲

کیا یہ تمام نعمتیں جن سے تم مستفید ہو رہے ہو خدا نے تمکو عطا نہیں فرمائیں تو پھر یہ تمام چیزیں جنکے آج تم مالک بنے بیٹھے ہو تم کہاں سے لائے۔ انہیں میں سے کچھ تو تم اور نکو دیتے ہو نہیں ہی دیتے ہو۔ اپنے پاس ہی رکھتے ہو۔ اور جبر سے ہی حاصل کرتے ہو۔ بھلا بتلاؤ تو کہ کہاں سے یہ تمام چیزیں آئیں جنکا شمار ہی تمکو معلوم نہیں اور جو تمہاری آنکھوں اور کانوں کو محفوظ بنا کر کے تمہاری عقلوں کو زیادہ کرتی رہتی ہیں بے تمہاری بدکاریوں اور فضولیات کے لطفونکود و بالا کرنے والی صد ہا چیزیں کون تمکو دیتا ہے؟ تم نے کبھی اس بات پر کیا غور نہیں کیا کہ یہ چیزیں تمکو اس کثرت سے ملتی ہیں کہ ضروریات رفع کرنے کے علاوہ انکی کثرت نے تمکو نازک و ماغ اور نازک مزاج ہی بنا دیا ہے؟ ہزار ہا ثمر دار درخت جنکی قسموں کا ہی پتہ آج تک کیونہیں چلا۔ یہ مزے مزے کے ساگ اور ترکاریاں جو تمہاری تندرستی کے لئے اطبا لازمی

بتلاتے ہیں کمان سے مٹو ہو نچتے ہیں اور کون پیدا کرتا ہے؟ فصل
 کے موافق سیکڑوں قسم کی غذائیں جنکو کابل سے کابل شخص بھی اپنے مکانوں
 میں بیٹھے ہوئے لے لیتا ہے آخر کون دیتا ہے۔ صد ہا قسم کے خشکی اور
 تڑی کے جانور اور بعض ایسے بھی جو اونچے اونچے آسمانوں سے اتر کر
 ہماری غذا بنتے ہیں آخر یہ سب کسے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ فطر
 نے ایک شے بھی ایسی نہیں پیدا کی ہے جس سے ہم فائدہ نہ اٹھاتے ہوں
 اور جو ہمارے کام نہ آتی ہو۔ آخر یہ سب کسے عطیہ ہیں؟ رہے دریا۔ انین سے
 بعض تو زمین کے بڑے بڑے قطعات کو گہیرے ہوئے اپنی سیرابی اور
 شادابی پہنچانے کی حالتوں سے کرور ہا منافع لوگوں کو پہنچا رہے ہیں۔
 جو گہرے ہیں انین جہاز چلتے ہیں انکے ذریعہ سے تجارت ہوتی ہے اور
 اس طریقہ سے غیر ملکوں کی چیزیں ہم تک برابر پہنچتی رہتی ہیں۔ وَمَا لَيْسَ لَكَ
 بِالْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُضَاءٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أجاجٌ طَوْمَرٌ
 كُلُّ تَاكُلُونَ كَمَا طَرِبُوا وَتَسْتَفْجِرُونَ حَلِيَةً تَلْبَسُونَهَا۔ وَتَرَى الْفُلَكَ
 فِيهِ مَرَاخِرٌ لَيْسَ لَكَ مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ ملائکہ ۲۲ پارہ ۵۔ ترجمہ اور
 سمندر دو قسم کے ہوتے ہیں اور وہ دونوں سمندر ایک قسم کے نہیں ہیں۔
 ایک ایسا ہے کہ اسکا پانی میٹھا خوش ذائقہ خوش گوار ہے اور ایک ایسا ہے
 کہ اسکا پانی کھاری کڑوا ہے اور باوجود اس اختلاف کے ہم تم دونوں (قسم سے)

دریاؤں میں) سے (مچھلیاں شکار کر کے اوسکا تر) تازہ گوشت کھاتے اور زیور (یعنی موتی) نکالتے جنکو پہنتے ہو۔ اور (اپنے مخاطب) تو دیکھتا، کہ کشتیان دریا میں (پانی کو میٹھا ہو یا کھاری) پہاڑی چلی جا رہی ہیں تاکہ تم لوگ خدا کا فضل (یعنی تجارت کے فائدہ) ڈھونڈو اور تاکہ تم (اس کا) احسان مانو۔ اور جن گلوں میں جو زون کے نزدیک واقع ہیں اور جہاں پانی نہونے کی وجہ سے کاشتکاری غیر ممکن ہے انہیں دریاؤں کی سیلابی اونچی زمین کو سا لکی مقررہ زمانہ میں سیراب کر کے قابل تر و دینا دیا کرتی ہے۔ ایسے چشموں کا ذکر دینا بھی جکے پانی سے مریضوں کو شفا ہوتی ہے بیان ذکر کر دینا ہی موقع نہیں ہے اور نہ اور چشموں کا جکے ایک ہی کنارہ سے گرم اور سرد پانی نکل جا رہتا ہے۔ **فَيَسْأَلُكَ رَبُّكَ عَنْهَا فَلْيُجِبْ** خدا کی کن کن نعمتوں کو تم جھٹلاو گے؟

نمبہ

تکوا اگر کوئی شخص زمین کا ایک چوٹا سا بھی ٹکڑا (ایک بسوانسی) ہی دیدے تو جب تم کہتے پھر دو گے کہ فلان شخص نے مجھ کو وہ زمین دی ہے۔ تو پھر اس امر سے انکار کرتے کیا تکوا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اس قدر بے انتہا نعمتیں جو اتنی بڑی وسیع دنیا میں بسلی ہوئی تکوا مل رہی ہیں کیا تمہارے لئے نہیں ہیں۔

اگر کوئی شخص تمہارے صندوق کو روپیوں سے بہرہ دے تو تم اس کے بہت
 بہت ہی ممنون بن گے اور اس کی بہت ہی بڑی عنایت سمجھو گے۔ مگر اس کو تم خدا کی نعمت
 نہیں سمجھتے کہ اس نے اس قدر بے انتہا دولت اور قیمتی دھاتیں تمہارے استعمال
 اور صرف کے لئے زمین کے اندر پیدا کر دی ہیں! استغناء دریا جا رہی کر دیے
 ہیں جو اپنے بہاؤ میں سونا۔ چاندی۔ پیتل اور لوہے سے جو زمین میں ہیں تمہارے
 استعمال کے لئے ظاہر اور نمایاں کر دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ طریقے بھی
 تم کو بتلا دیئے ہیں کہ ان دھاتوں کو کمزور کر اپنے کام میں لاسکتے ہو۔ اگر کوئی
 شخص تم کو ایسا مکان بخش دے جس کے ستون سنگ مرمر کے۔ جس کی چھتیں
 اور چپت گیریاں سُنہری ہونے کی وجہ سے نہایت ہی خوشنما ہوں تو کیا تم
 خدا کی اس عنایت کو عنایت نہ کہو گے کہ اس نے تم کو ایک ایسا محل عطا فرما دیا
 ہے جس کی بنیاد بہت ہی مضبوط ہے اور جس کی زینت اور آرائش چوڑے چوڑے
 چینی کے سے قیمتی ٹکڑوں سے کی گئی ہے اور نہ صرف یہی بلکہ قیمتی پتھروں
 کے بڑے ٹکڑوں کے ڈھیر بھی متفرق مقامات پر موقعہ موقعہ سے لگا دئے
 ہیں جس میں کاچوٹا سا ٹکڑا ابھی اگر کسی کو مل جائے تو اس کی خوبصورتی۔ نفاست و بلیک
 ہم شہتہ اور حیران رہ جاتے ہیں اور اس کی قیمت ہی نہیں لگا سکتے ہیں
 اس محل کی چپت میں دیکھو تو دن کے وقت ایک قسم کی روشنی اور رات کو پہرہ و
 قسم کی روشنی خود بخود ہوتی ہے تو کیا اب بھی تم انکار ہی کئے جاؤ گے کہ تم کو اس

ذات پاک سے کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ آخر تنے چیزوں کو فراہم کر کے اپنے پاس
انکا انبار کیوں لگا رکھا ہے یہ تو ایک ناشکر گزار شخص کا کام ہے جسے آئندہ ملنے
کی امید نہ ہو۔ اور پھر یہ بھی چاہتے ہو کہ تمہاری اس نامعقول حرکت کوئی دیکھے
بھی نہیں! یہ سانسین جو تم ہر وقت لیتے ہو کہاں سے آئیں۔ اور یہ آفتاب اور
ماہتاب کی ایسی نعمتیں جسکی روشنی میں دن اور رات اپنی زندگی کے متعلق
تمام کاروبار کرتے رہتے کسے پیدا کئے۔ خون کو پیدا کر کے تمہارے جسم
کی تمام رگوں اور ٹیوں میں گردش کرا کر حرارت غریزی کو جس سے تم زندہ ہو کون
پیدا کر کے قائم رکھتا ہے؟ صد ہا قسم کے گوشت جنکے ذائقہ اور جگلی خوشبو میں
تمہاری استہا کو بڑھاتی ہیں ان سب کا عطا کرنے والا کون ہے؟ وہ چیزیں
جو تمہارے شوق اور سر توں کو دو بالا کر دیتی ہیں اور کلیف کے وقت تمہارے
آرام کے باعث ہوتی ہیں نگو کون دیتا ہے۔ دن رات جس عیش و آرام میں
رہتے ہو وہ عیش اور آرام کسکی وجہ سے ہے۔ اگر تم خدا کے شکر گزار بندہ ہو
تو یہ آواز بند نگو کہ دنیا چاہیے کہ عَزَّوَجَلَّ مَعَ اللّٰهِ خُذَا کے سوا اور کوئی نہیں۔
یہ خدا ہی کا تو کام ہے جسے معذور سے چند روشنی نہیں دیئے بلکہ اتنے
جسے تمام دنیا معور ہے۔ یہ نہ صرف تمہارے بلکہ جگلی جانور دن کی بھی خوراک
ہیں جو جنگلوں میں اپنی غذا کی تلاش میں ادھر ادھر گھومتے پھرتے ہیں۔ ان روشیوں
کے لئے ہی جو دوسروں کی غذا ہیں خیال تو کرو کہ کیسے کیسے وسیع اور سبب

چرا گاہین طیار کردی ہیں ایام گرامین کیتون کے کٹ جانے کے بعد ہومہم رہا
 کے مشروع ہوتے ہی اُنکے لئے دوسرے قسم کا سبب فوراً اُگادیا جاتا ہے۔
 زمین کیسی کیسی سُہانی اور سرسلی آواز میں پیدا کردی ہیں اس سے آواز پیدا کرنے
 اور گانے کا طریقہ سبک بکونے سکھلایا۔ جب قدر ایجادین علم موسیقی میں سرور میں
 تالون میں۔ راگ اور راگینوں میں نوز میں وہ سب آخر کسی بتائی ہوئی میں۔ جس طرح
 کوئی انسان یمنین کہہ سکتا اُسکے جسم کی بالیدگی اور وقت مقررہ پر اُسکا بالغ ہونا
 اُسکا ذاتی فعل ہے اسطرح وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اُن تمام چیزوں میں جبکا ذکر
 اور پر ہو چکا ہے ایجاد اور اختراعوں کا وقتاً فوقتاً ہوتے رہنا اُس شخص کا فعل
 ذاتی ہے۔ سب سے پہلے ہمارے دودھ کے دانت ٹوٹتے ہیں اور زمانہ
 شباب کے طے کرنے کے بعد ہمارا زمانہ بلوغیت آتا ہے یہ وہ زمانہ ہے
 جبکہ جسم میں زمانہ گزشتہ سے زیادہ طاقت ہوتی ہے اور تندرست ہونے کے
 علاوہ اُنکی خوشنمائی پوری۔ اس زمانہ کے گزر جانے کے بعد ہم عمر کے آخری
 درجہ میں پہنچتے ہیں جو زندگی کی رفتار کو ختم کر کے اُسکو انجام بخیر کر دیتا ہے۔
 پیدائش ہی کے وقت ان تمام تغیرات کے اسباب ہمارے ساتھ پیدا کر دیے
 جاتے ہیں اور وہی قادر مطلق تمام قوتوں کو جو ہم میں پوشیدہ ہیں وقت مقررہ
 پر ہم میں ظاہر اور نمایان کرتا رہتا ہے۔

نمبر

جو کہتے ہیں کہ فطرت نے ہر کوئی یہ تمام چیزیں عطا کی ہیں اور فطرت ہی ہم میں یہ
 تغیرات پیدا کرتی رہتی ہے کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ بجائے اُسکے کہ ”خدا“
 کہیں وہ فطرت“ کہتے ہیں؟ فطرت کہا جائے یا خدا نام کے تغیر کے سوا
 دونوں ایک ہی ہیں۔ خدا ہی کے بنا لئے ہوئے قواعد پر نظام دنیا قائم ہے
 سب اُنکی پابندی کرتے ہیں اور ہر جگہ اُنہیں پر عمل درآمد ہوتا ہے خدا کا نام
 جو چاہو کہہ لو۔ مگر وہی جس سے اُسکی عظمت اور اُسکا جلال ظاہر ہوتا ہو۔ اُسے
 ”قادِر مطلق کہو یا ”رحیم“ ”قوی“ ”یا قہار“ ”قیوم“ یا ”مجیب“ ”یا قایم“ سب زیبا ہے
 ”مجیب“ کے نام سے اُسے رومن لوگ اُسوقت سے پکارتے ہیں جب کسی
 جنگ میں شکست کمانے کے قریب اپنی فتح کے لئے اُنہوں نے دل میں
 خدا سے دعا مانگی تھی اور خدا نے اُنکی دعا کو قبول کر کے اُنہیں فتح نصیب کی
 چونکہ ہر شے اوسکی ذات سے قائم ہے لہذا ”یا قایم“ کا نام ہی غیر موزن نہیں
 ہے۔ اگر تم اُسے ”قدر“ کہو یا ”قسمت“ تب بھی صحیح ہے اس لئے کہ یہ بھی
 اُسکے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہی ہے جو سب کا اول ہے۔ اُسکے بعد
 سب کچھ ہوا۔ اور وہی ہے جو سب کا آخر ہوگا۔ المختصر جب قدر اُسکی ذات میں
 صفات ہیں اُنہیں سے ہر ایک کے مطابق اُسکا نام رکھا جاسکتا اور اُسی نام سے
 وہ پکارا بھی جاسکتا ہے۔

نمبر

بعض خدا کو فادر لیبیر یعنی یا "بدریج" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسلئے کہ اول اول اوسنے تمام چیزیں بلانمونہ پیدا کیں۔ تخمون میں خاصیت اور قوت رویدگ بخشی۔ بعض اُسکو بڑا ہی قوت والا کہتے ہیں کوئی اُسے "یاعدل" کے نام سے پکارتا ہے اسلئے کہ انصاف کے متعلق جتنے قوانین اور قواعد اسوقت تک مرتب ہوئے ہیں اُن سب کا تعلق اُسی کی ذات پاک سے ہے۔ تم جس نام سے چاہو اُسے پکارو۔ وہ تمہاری طرف رجوع ہو کر تمہاری دعاؤں کو سُننے گا۔ اپنے کام پورے کرنے میں وہ کسی کا محتاج نہیں اور جو لوگ اُسکا نام "فطرت" رکھتے ہیں وہ صرف یہ دکھلاتے ہیں کہ کھانک ویدہ و دانستہ وہ اپنی ناسپاسی کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر خدا انجوہستہ اُنکھالیقین ہی ہے کہ یہ تمام خستیں اُنکو واقعی "فطرت ہی نے دی ہیں نہ کہ "خدا"۔ نے تو اُنکے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ میرا نام اسی اُنس۔ ایوشس سینکا آ اگر میرا کوئی قرضدار یہ کہے کہ میں اسی اُنس یا ایوشس کا قرضدار ہوں تو کیا اس سے میں مراد نہیں؟ میرے عربی نام لینے سے قرضداری اور قرضخواہی کی حیثیت میں ہرگز فرق نہیں پڑ سکتا۔ تم کسی کو اُسکے ذاتی نام سے پکارو۔ باعنی یا صفاتی سے اُس سے وہی اصلی شخص مراد ہوگا۔ اسپرچ اُس خدا کو مقدر کہو۔ یا قسمت۔ یا فطرت اس کہنے سے مراد خدا ہی سے ہے۔ یہ ب صفاتی نام خدا ہی کے تو ہیں جسنے اپنی قوت کو متفرق طور پر استعمال کر کے اپنے لئے اُسیدقز متفرق

نام ہی پسند فرمائے۔ جب روح کسی متفرق اجزاء انصاف۔ یکدلی۔ یکجہتی۔ دوراندیشی۔ کریم النفسی اور اعتدال کے اسموں سے موسوم ہو کر مگو مسرت بخشتے ہیں۔
تو خود روح ایسی لطیف شے سے جو بذات خاص تمہارے جسم کے اندر موجود ہے مسرت حاصل نہونا کیا معنی؟

انسانیت میں الوہیت

یہی سوسا لس! اگر اپنی تحریر کی طرح تم اپنے قلب کو بھی پاک اور صاف کرنے کی کوشش کرتے تو تمہارا یہ فعل تمہارے ہی بہت ہی بہتر ہوتا۔ اگر مگو نیک نفس ہونے کی نعمت حاصل نہیں ہے تو اس کے حاصل کرنے کے لئے خدا سے مگو ہر وقت دعا مانگنا چاہیے۔ قبولیت دعا کے لئے یہ لازمی نہیں ہے کہ ہاتھ اٹھائے بغیر دعا قبول ہی ہو۔ نہ یہ ضروری ہے کہ داروغہ تہخانہ کی معرفت تم سے اور بتوں سے اول گفتگو ہی ہو جائے۔ مگو جاننا چاہیے کہ خدا ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ تم سے نزدیک ہے بلکہ تم میں ہے (لَحْنٌ اَحْرَبٌ مِّنْ جَبَلٍ اَوْ سِدَا)

یہی سوسا لس! مگو یہ بات جملہ دنیا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ہم سہوں کے جسم میں ”پاک روح کا قیام ہے۔ ہمارے افعال نیک یا بد جو کچھ ہے سرزد ہوتے ہیں اونکی وہ بخوبی نگرانی کرتی ہے اور ان پر پورے طور مبر کے ہے۔ ہم جیسا بتاؤ اُس کے ساتھ کریں گے اُسکا ہر تاو بھی ویسا ہی ہمارے ساتھ ہوگا۔ ہر نیک شخص کے

دلین خدا کی موجودگی پائی جاتی ہے۔ بلا امداد خدا مقدر سے کوئی شخص سمجھتا
 نہیں لیجا سکتا۔ خدا ہی ہمیشہ عمدہ اور نیک خیالات دلین ڈالکر ہونگی کی ہدایت
 کر دیا کرتا ہے نیک شخص کے دلین خدا کی کوئی نہ کوئی صفت پائی جاتی ہے۔

یہی سس! اگر اتفاقاً کہی تم ایسے جنگل میں جا نکلو جس میں بڑے بڑے اور بڑے
 ہی پڑانے درخت ہوں ایسے گھنے اور اونچے کہ جنگلی شاخیں آپہن ملکر آسمان
 کو تمہاری نظر سے ایسا چھپائے ہوں کہ وہ کہوں تک نظر نہ آئے تو اس جنگل
 کے وسعت۔ سننا ہٹ اور تاریکی مزدور ایک قسم کا خوف اور عجب تمہارے
 دل میں پیدا کر کے نکو خدا کی یاد دلا دے گی؟ ایسی ہی کیفیت اُن گہرے اور
 عمیق غاروں کے دیکھنے سے بھی ہو جاتی ہے جو کسی اونچے اور خوشنک
 پہاڑ کی گہو میں قدر تا واقع ہو جاتے ہیں۔ اور یہ تو تمہاری دیکھی ہوئی روزمرہ کی باتیں
 ہیں کہ بڑے بڑے دریاؤں کے مخرج اور چشموں کی پرستش تو ہزاروں آدمی
 کیا کرتے ہیں۔ کسی گہرے مقام سے یکایک سوتے کا جاری ہو جانا اور عجیب خیر
 ہونے کی وجہ سے اس کا قابل پرستش سمجھا جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔
 گرم پانی کے چشموں کی پوجا تو ہوا ہی کرتی ہے۔ گہرے تالابوں میں کوئی نہ کوئی
 بات متبرک مان ہی لی جاتی ہے۔ یہی سس! جب لوگوں کی حالت ایسی ہے
 تو کیا ایسے شخص کے دیکھنے سے جو خطرات آئندہ سے بڑا ہو۔ خواہشات
 نفسانی جسکے پاس سے ہو کر بھی نہ گزروں ہوں۔ مصائب میں جو مطمئن ہو اور تکلیف

اور پشانی کے زمانہ میں جسکے قلب کو پورا سکون ہو اور جو مزید بران انہیں خوبون کی وجہ سے اپنے ہمہصرون میں باعظمت ہی سمجھا جاتا ہو تو کیا ایسے پاکباز اور پاک نفس شخص کے دیکھنے کے بعد ہی تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ ایسے تبرک شخص کے جسم میں جو روح ہے وہ واقعی اُس میں خدا کی جانب سے امانت رکھی گئی ہے اور جو اس جسم سے بدرجہا پاک ہے؟ خدا کی برکتیں تو روح پر ہی نازل ہوتی ہیں۔ وہ دل جو کوئی اور اعتدال پسند ہے معاملات دنیاوی کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ایسی باتوں سے متنفر رہتا ہے جو دلیہن ہم درجہ پایا کر رہوالی ہیں۔ بیشک یہی وہ دل ہے جس میں خدا کے نور کا جلوہ تسکو ملے گا۔ اتنی بڑی باعظمت شے اور خدا کے نور سے خالی ہو! یہ نہیں سکتا

یر تو حسنت نہ گنجد زمین و آسمان	در حریم سینہ حیرانم کہ چون جاگردہ
---------------------------------	-----------------------------------

ایسے شخص کی طبیعت کا رجحان زیادہ تر خدا ہی کی جانب رہتا ہے جس طرح آفتاب کی شعاعیں زمین پر پہلی ہوتی ہیں مگر آفتاب سے علیحدہ نہیں ہوتیں۔ یہی مثال اور یہی کیفیت ایک پاکباز اور پاک نفس شخص کی بھی ہے۔ اسکی روش نصیری کا کیا کہنا! اپنے آپ میں شان الوہیت کو موجود پا کر اپنی نگوکاری کے علاوہ کسی دوسری شے پر وہ ہوسہ کرے ہی گانہیں۔ جو خوبی کہ کسی ذات میں نہو اسکی بابت اسکی تعریف کیسی؟ اگر کوئی شخص اُس شے کی وجہ سے اپنی تعریف کراتا پسند کرے جو فوراً ہی دوسروں منتقل ہو سکتی ہے تو اُس سے زیادہ اُس شخص کی

حماقت اور کیا ہوگی؟ وہاں میں ہونے کی لگام لگا دینے سے تو گہوڑے کی حیثیت بدل نہیں سکتی۔ پالو ہو جانے کے بعد دیکھو تو یہ کیسا غوار اور ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ خوف کی وجہ سے وہ اپنے پائے والے کے حکم کے مطابق کام کرتا ہے ایک حالت تو یہ ہے جو محض مصنوعی ہے۔ دوسری یہ کہ وہ جنگل میں آزاد ہے اس حالت میں انسان پر اسی تیزی سے حملہ کرتا ہے جیسے کہ فطرت نے اُسے سکھایا ہے۔ اُسکے خوفناک اور خوبصورت ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں۔ جمہوری اور قید کی حالت میں رہنے سے اپنی نچرل عادت کے ساتھ اُسکا آزاد رہنا بہت ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ چاہے وہ کمزور اور ناتوان ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے شیر کی مانند انسان کو بھی صرف اُنہیں خوبون کے لئے فخر کرنا چاہیے جو اُس میں موجود ہوں۔ انگوڑی کی شاخیں اسی لئے تو اچھی ہیں کہ کترتے اور ہونیکے بعد اُن انگوڑوں کے بوجھ سے بیچے ہی کو جھک جاتی ہیں۔ اگر انگوڑی پتیاں سونے کی ہو جائیں تو کیا کوئی سمجھدار شخص صرف سونے کی ہو جانے کی وجہ سے اُنہیں پسند کرے گا؟ جب طرح انگوڑے کے درختوں کی تعریف انگوڑوں کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اسی طرح انسان کی تعریف جب ہو سکتی ہے کہ اُس میں انسانیت ہو اور وہ خوبیاں ہی جو انسان کے لئے ضروری اور لازمی ہیں۔ کثیر التعداد ملازم رکھنے۔ وسیع اور نفیس مکان کے مالک ہو جانے۔ باغ زمینداری یا سیر کے زیادہ ہونے اور سو دخوری کے ذریعہ سے دولت کما لینے اگر کوئی شخص اپنے آپ کو

قابل تعریف سمجھنے لگے تو یہ اُسکی غلطی ہے۔ ایسا خیال کرنا بوائے شخص کو جان لینا چاہیے کہ یہ سب تعریفیں اُسکے جسم کی ہیں۔ نفس کی نہیں۔ اُس خوبی یا اُس نیکی یا اُس بات کی مع کرنا اور ہونا بھی چاہیے کہ جو مدوح کی ذات سے نہ علیحدہ ہو سکیں اور اُس سے منتقل۔ جب یہ حالت ہو جائے تو صرف اُس وقت نیکی کا اصلی مدوح اور مصداق وہی شخص سمجھا جائیگا کہ جس میں وہ نیکیاں ہوں گی۔ لیوی لیس! ممکن ہے اس موقع پر تمہارے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ آخر وہ کیا شے ہے کہ جو ہم سے نہ چھینی جاسکتی ہے اور نہ منتقل ہو سکتی ہے؟ اسکے جواب میں میں بتلائے دیتا ہوں کہ یہ شے "نیک نفسی" ہے۔ انسان کو عقل سلیم عطا کی گئی ہے اسکے ذریعہ سے اگر اُس نے اپنی زندگی کے تمام افعال پورے کر لئے تو گویا اُس نے اپنی نیکو کاری کو انتہائی درجہ تک پہنچا کر اُسکی تکمیل کر لی۔ عقل نے جو بات حاصل کی وہ یہ ہے کہ تو اعدا و نظرات کے موافق زندگی بسر کرنا بہت آسان امر ہے مگر ہماری طاقتوں اور مجبوزانہ حرکات نے ثابت کر دیا ہے کہ زندگی خوشی سے بسر کرنا کتنا مشکل ہو گیا ہے۔ ہم ایک سے بدکار بن سکتے اور دوسروں کو سکھاتے ہیں۔ مگر افسوس کے قابل اُن لوگوں کی حالتیں ہیں جو حقیقت میں بدکار تو ہیں مگر زمانہ کی نظروں میں وہ نیکو کار سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

اوسی زندگی سے خوشی حاصل ہو سکتی ہے جو صرف

نکو کاری میں بسر ہوئی ہو

لیوسی لس! تمہارے خط نے مجھے مسرور ہی نہیں کیا بلکہ تازہ دم بھی
کیونکہ اب بوجہ ضعیفی کے میں تھک چلا ہوں۔ اس خط نے میری قوتِ حافظہ
کو بھی جو دہی اور سست ہو چلی تھی تازہ اور تیز کر دیا۔ لیوسی لس! اس خیال
کو اپنے دل میں جگہ دینے کے لئے کونسی شے تمہیں مانع ہے کہ پاک
زندگی بسر کرنے کے لئے جو سب اعلیٰ ذریعہ ہے وہ صرف اس بات کا بچا
عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف ایک ہی شے نیک ہے یعنی ”نیکی“ وہی
شخص آرام سے رہ سکتا ہے جس نے اپنے کاموں کو نیکی کے متعلق کر دیا۔
اسکے علاوہ اگر کسی نے کوئی اور طریقہ اختیار کیا اور کسی اور فعل کو اچھا سمجھا تو
گویا اوسنے اپنے آپکو زمانہ کے قبضہ میں دیکر دوسرے دن کی راسے پر اپنی
نکو کاری کا انحصار کر دیا۔ دنیا میں پریشانیان صد ہا قسم کی ہیں۔ ایک شخص اپنی
اولاد کے غم میں نوحہ کر ہے۔ دوسرا رضیوں کی بیمار داری میں مصروف ہے
تیسرا اسلئے مغموم ہے کہ اُسکے ساتھ کسی نے کوئی دغا بازی کا فعل کر کے
اوسکو نقصان پہنچایا ہے۔ کوئی دوسرے شخص کی منکوحہ بی بی پر عاشق زار
ہے۔ کوئی اسلئے کہ وہ اپنا ہی عاشق ہے۔ کوئی سرزنش یا تنہائیش کو اپنے

حق میں بڑا جانتا ہے۔ بعض کے حق میں اُنکے عہدے ہی بلائے جانے ہیں۔ مگر سب سے بڑی پریشانی اُن بتلایاں مصیبت کی ہے جنہوں نے موت کو اپنا دشمن سمجھ رکھا ہے۔ ہر وقت اُن کو اُسید کا خوف رہتا ہے۔ اور بھیہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے چاروں طرف وہ حلقہ کئے ہوئے ہے۔ کسی سمت سے وہ اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ جب تک یہ خوف اُنکے دل سے نہیں نکلے گا وہ ہر وقت ایسے پریشان رہیں گے کہ گویا دشمنوں کے زرنہ میں پھنس گئے ہیں یہ لوگ ذرا سے کھٹکے پر پلٹ کر دیکھنے لگتے ہیں اور اسی وجہ سے ہر وقت شکستہ خاطر اور مضطرب رہتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی تمہاری نظر سے گزرے ہو گئے جنکی جائیدادیں ضبط ہو گئیں۔ جلاوطن کر دئے گئے۔ اور ایسے بھی جو بہت ہی افلاس کی حالت میں شروع ہی سے ہیں۔ افلاس کی یہ حالت واقعی نہایت ہی زبون اور خراب سے! ایسے لوگوں کو بھی تم نے دیکھا ہو گا جو ہمارے تباہ ہو جانے کے بعد مشکل اپنی جان بچا پاتے ہیں یا ایسے ہی کسی اور صدمہ میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ یا جو اپنے اعزاء اور اقارب کے حسد برباد کے (جو بہت ہی خطرناک شے ہے) دہو کے ہی دہو کے میں شکار ہو گئے جب آندھی آنے کا موسم نہواور نہ امید۔ تو آندھی کا آنا اور بجلی کا ٹرپنا کیسا غیر معمولی معلوم ہوتا ہے اُسکے زور شور اور کڑاک سے تمام لوگ خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور بسوں پر اُسکا اثر کیساں ہوتا ہے اُسکی ٹرپ کی کیفیت کو جو لوگ نزدیک سے

مشاہدہ کرتے ہیں وہ بھی ویسے ہی سٹ پٹا کر ہجرتے ہیں جیسے کہ وہ جن پر
 بجلی گرنے کا سانحہ واقعی گذر جاتا ہے۔ یہی کیفیت ان حوادث اور صدمات
 میں مبتلا ہوجانے والوں کی بھی ہوتی ہے جو ان میں اتفاقیہ پھنس جاتے ہیں
 ایک شخص تو مبتلائے بلا ہے مگر دوسروں پر اسکا اثر یہ پڑتا ہے کہ وہ بھی خوف نوا
 ہو جاتے ہیں۔ صرف اس خیال سے کہ کہیں وہ بھی ویسی تکلیف میں مبتلا
 نہوجاویں۔ یہ ایک مبتلائے بلا ہوجانوالے اپنے حالات کے مشاہدہ کرنے والوں
 کو متعجب اور پریشان بنا دیتے ہیں۔ بندوق کی خالی آواز جس طرح طیلور کو ڈرا دیتی
 ہے اسی طرح جب کسی طرف سے کسی کی کوئی صدا سے جگر خراش اتفاقیہ سننے
 میں آتی ہے تو اُنکے دل بھی دہل جاتے ہیں۔ جس شخص کے قلب کی یہ کیفیت ہو
 کیا وہ کبھی آرام سے رہ سکتا ہے؟ خوف کے ساتھ زندگی اچھی طرح بسر ہو نہیں
 ہو سکتی۔ ہر وقت مشکوک حالت میں رہنا زندگی کو نہایت خراب طریقہ سے بسر
 کرنا ہے۔ وہ دل حوادثِ زمانہ سے اثر پذیر ہوتا رہتا ہے غیر ممکن ہے کہ آرام
 اور امن سے رہ سکے۔ اطمینان سے رہنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے
 کہ کوئی شخص اپنی خوش اقبالی کی پروا نہ کر کے صرف اسی فعل کو اچھا سمجھے جو ذاتی
 ”نیک“ ہے۔ اسکے علاوہ اگر کسی اور طریقہ پر عمل کیا گیا تو گویا زمانہ نے اوس کو
 اپنا دست نگر بنا لیا۔ محتاجوں کی طرح یہ شخص اُسکی عنایتوں اور اُسکے عمدہ سلوک
 کا منتظر ہے گا۔ فرض کریں کہ کوئی شخص کو جاہ و منصب دولت و عزت اور عمدہ

تقسیم کرنے کا اختیار اگر کسی آسمانی فرشتہ کو دیدیا جاوے اور اُس کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ اوپر سے تقسیم کرے اور یہ بھی فرض کر لیجئے کہ اُس کے حاصل کرنے کے لئے دنیا میں ایک جم غفیر جمع ہو۔ اگر یہ عہدے وغیرہ مجسم بنا دئے جائیں تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کتنے صحیح و سالم ہم تک پہنچ سکتے ہیں؟ اتفاق سے اگر صحیح و سالم ہم تک پہنچ نہیں جاتیں تو یہ دیکھنا باقی رہ جائیگا کہ ہماری بے ایمان طبیعتوں کی وجہ سے کمانٹک آپس میں وہ برابر تقسیم ہو سکیں گے؟ اس لوٹ کھسوٹ اور کشمکش کے دیکھنے کا اتفاق ہر شخص کو ہوا ہو گا کہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں اور جسم کی کیا کیفیت ہو جاتی ہے۔ انکے جسموں کو چوٹیل اور ہاتھوں کو اکثر لہلہا مانھی دیکھا گیا!! لوٹ بین اکثر چیزیں ایسے لوگوں کو لہاتی ہیں جنکی قدر انہیں قطعی نہیں ہوتی۔ بعض اور زیادہ حاصل کرنے کی کوشش میں ہاتھ میں آئی ہوئی چیزوں کو بھی کوب بیٹھتے ہیں اور پورا دوسری کی بازیافت کی فکر میں اپنا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ جب ایک کا خیال اور زیادہ حاصل کرنے کی طرف ہوتا ہے تو دوسرا شخص موقع پا کر اُس کو ہاتھ سے جھپٹ لیجاتا ہے! ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اس جم غفیر میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ملے گا جو خوش ہو۔ نہ تو پانی والا۔ نہ۔ پانی والا۔ عقلا جاہ و منصب کے زہر آلود نقصان سے چونکہ واقف ہیں لہذا ان سے احتراز کرتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ان میں فائدہ کم ہے مگر نقصان زیادہ۔ پیچھے ہٹنے اور بہا گئے والے شخص سے کوئی نہیں لڑتا۔ زور آزمائی کا موقعہ جب ہی ہوتا ہے

کہ جب دونوں فریق مقابلہ پر تے ہوں۔ عزت جاہ و منصب اور دولت حاصل
 کرنا اونکی یہ حالت ہے کہ یہ سب لوٹنے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل
 کر نیلے لئے طیار بیٹھے ہیں!! اونکی خواہشوں نے ان کو اندھا کر رکھا ہے اور اسی
 لئے اُنکے حاصل کرنے کی فکر میں یہ سب مبتلا اور پریشان ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ۔
 اُسکے سیکڑوں ہاتھ ہو جاویں تاکہ ہر چاروں طرف سے ہی انہیں لوٹ کر اپنا گہر میں
 لیوسی لسن تم تذکرہ بالا دونوں حالتوں کا مقابلہ کر کے دیکھو کہ اونہیں سے تمہارے
 نزدیک کون سی حالت بہتر اور عمدہ ہے۔ وہ چیزیں جو ہمارے شوق اور خواہشوں
 کو بڑھا دیا کرتی ہیں ہمارے خیال کے مطابق حکومت دیر میں ملتی ہیں۔ یہ سچ ہے
 حصہ رسد کے خیال سے وہ بہت ہی کم مقدار میں ہونگے اسلئے کہ اُنکی خواہش
 سب کو ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ اوپر سے کرتے ہی تنہا اُنکو اُچک بجا میں۔ اگر
 پاجائیں تو بہت ہی خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ جن لوگوں کو انہیں ملے ہیں
 وہ ہم پر کس قدر حسد کریں گے۔ ایسی شے کے ملنے سے جو ملے تو کم۔ مگر جسکی وجہ
 سے حاسد پیدا ہو جائیں زیادہ اگر سچ پوچھو تو میری رائے میں اُسکا نہ ملنا ہی اچھا
 ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم اُنکو انہیں لوگوں کے لئے چوڑوین جو اُنکی خواہش پہنچان اور
 جو اُنکے حاصل کرنے کے لئے سرگردان و پریشان ہوں۔ اپنا شوق انہیں پورا کرنے
 یقیناً ایسے بوہوم چیزوں کے ملنے کی امید کرنے سے وہ کبھی خوش نہ رہیں گے
 خدا کی برکات سے جو مستفید ہونا چاہے اُسکو چاہیے کہ دنیا میں مرث ایک ہی کام

کرے یعنی ”نیکی“ اُسکی رائے میں اگر یہ عمدہ کام نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہے
 تو اُسکے یہ معنی ہیں کہ اُسکو خدا کی قدوسیت میں کوئی شبہہ ہے ممکن ہے کہ اُسکا
 یہ خیال اسوجہ سے ہو کہ نیکی اگر خدا کے پسند ہوتی تو نیک کیوں مبتلا نہ ہوتا
 یا شاید اس سبب سے کہ جو چیزیں اُسکی جانب سے ہرکو عطا کی گئیں ہیں وہ سب
 حادث ہیں۔ اگر ان خیالات کو وہ صحیح بھی سمجھتے ہیں تو وہ ضرور اللہ جل شانہ کے
 عطیات کی ناشکری کرتے ہیں۔ وہ گویا اس بات کے شاکی ہیں کہ روزمرہ اُن کو
 عمدہ عمدہ چیزیں کیوں نہیں دی جاتیں اور جو دی جاتی ہیں تو وہ اسقدر قلیل کیوں
 اور پراںکالنا اسقدر غیر یقینی کیوں ہے اُسپر یہ اور غضب کہ فوراً ہی واپس بھی لے لیا جاتا
 ہیں ان تمام خیالات سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی ہے کہ ایسے لوگ زندہ رہنا ہی
 نہیں چاہتے اور نہ مرنا۔ زندگی کی حقارت کرتے اور اُسکو اس وجہ سے ذلیل
 سمجھتے ہیں کہ تمام دنیا کی عمدہ اور بیش بہا چیزیں اُنکے پاس کیوں نہیں ہیں اور
 دوسری طرف موت سے بھی ڈرتے ہیں۔ اُنکے یہ خیالات بیکار سے ہیں
 اور ایسی حالت میں کوئی خوشی اُنکو کبھی تسکین نہیں دے سکتی سبب یہ ہے کہ
 اُن میں ابھی خوبوں کی پوری تکمیل نہیں ہوئی ہے کہ کوئی اور خوبی پر اُن پر فوق
 نہ لجا سکے۔ جب کاملیت کا درجہ اُن کو حاصل ہو جائے گا تو انکی ناجائز اور
 یہودہ خواہشیں اُس حد تک پہنچ کر خود بخود درگ جائیگی۔ جو بے اعلیٰ ہے
 اُس سے اعلیٰ تر بہر کوئی شے ہو نہیں سکتی۔ یہی سلسلہ تم ضرور بیان یہ سوال

کرو گے کہ ”نیکی“ کو کسی اور شے کی ضرورت کیوں پڑتی۔ اسلئے کہ ”نیکی“ صرف
 موجودہ باتوں ہی سے دلچسپی رکھتی تھی اور آئندہ ہونیوالی باتوں سے قطعی نفرت
 اسکی نظر میں کوئی چیز با عظمت نہیں ہے اسلئے کہ ہر چیز اسلئے کافی ہے۔
 اگر گلو اس سے اتفاق نہیں تو بیچ جاننا کہ نور ایمان اور خدا کا خوف تمہارے دل میں
 ذرہ برابر بھی شوگا بھی دونوں زیادہ تر بہلائی کی طرف رجوع کراتی اور بڑائی کی طرف سے
 قطعی نفرت پیدا کر دیتی ہیں جسنے ان دونوں کے علاوہ کسی اور شے کو اچھا
 سمجھ کر ”ایمان“ سے زیادہ اسکی قدر کی اسکی طبیعت اور مزاج میں استقلال
 قائم نہیں رہ سکتا نہ علو صعلی کا پتہ ملے گا اسلئے کہ یہ دونوں اس شخص کے
 دل اور دماغ میں قائم نہیں رہ سکتی جسنے کہ تمام چیزوں سے جنگی عموماً عام لوگ
 خواہش کرتے ہیں نفرت کرنا سیکھ لیا ہو۔ عنایت شفقت مہربانی اور نیک نیتی
 وغیرہ ہی ایسے لوگوں میں مشکل پائی جائینگی۔ قصہ مختصر یہ کہ دو باتیں ماننا پڑینگی
 یا تو یہ کہ ان باتوں کا جو اچھی کہی یا بتائی جاتی ہیں کہ میں وجود نہیں ہے اگر ہے تو
 انسان خدا سے بھی زیادہ نیک ہے۔ بیقاعدہ مسرتیں۔ دعوت وغیرہ کے دہشت
 صرف۔ بیہودہ شوق جو انسان کو ذہین کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں یا اور
 باتیں جنکو ہمارے مخالف عمدہ اور اچھی کہتے ہیں وہ خدا کی ذات مستجمع صفات میں
 پائی نہیں جاتیں۔ پس اس سے یہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یا تو خدا کی ذات میں موجود
 ہونے سے وہ باتیں عمدہ نہیں سمجھی جاسکتیں یا یہ کہ اس ذات پاک میں ان کی

عدم موجودگی سے کتنا معقول ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ چیزیں اچھی نہیں
 ہیں۔ علاوہ اسکے بہت سی باتیں جو اچھی بتلائی جاتی ہیں بہائم میں زیادہ پائی جاتی
 ہیں۔ بمقابلہ انسان کے جانور اور بہائم کما تے زیادہ ہیں۔ انکو آپس میں محبت
 بھی زیادہ ہوتی ہے انکے شہوانی جوش بھی بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اور انہیں
 قوت بھی بمقابلہ انسان کے زیادہ ہے اور دیر پا۔ اور اگر اس سے ہم یہ نتیجہ
 نکال لیں کہ بمقابلہ انسان کے وہ زیادہ محفوظ ہیں تو بیجا نہوگا! انکے دریاں
 تین دو کہہ بازسی اور تصنع قطعی نہیں ہے۔ وہ اپنی خوشیوں سے زیادہ لطف
 اٹھاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان سے لطف اٹھانے کے وقت نہ تو انکو
 کسی کا خوف ہوتا ہے نہ کسی کا لحاظ بہت کم۔ چونکہ یہ باتیں خلا میں نہیں ہیں
 اگر کسی انسان میں ہوں تو کیا وہ نیک کہا جاسکتا ہے؟ اگر کہا جاسکتا ہے
 تو اسکے یہ معنی ہونے کہ انسان ضعیف البیان نفوذ باسد نکوئی میں خدا جل علا
 پر ہی بہت لے گیا۔ اب اصل نیک، کو بکوشش حاصل کر کے قلب میں جگہ دینا
 چاہیے جو اسکا اصلی مقام ہے۔ اسکی عظمت اور سیقت زایل ہو جاتی ہے کہ
 جب وہ اپنے اصلی مقام سے منتقل کر کے کسی ادنیٰ مقام میں لا کر رکھی جاتی ہے
 خصوصاً جبکہ اسکا مقام بجائے دل کی قوت شہوانی سے کروا یا جائے جو بمقابلہ
 انسانوں کے جانوروں میں زیادہ پیدا کی گئی ہے اعلیٰ درجہ کی جو سرت ہے
 اسکا تعلق گوشت اور پوست سے نہیں ہے وہ ہی باتیں عمدہ سمجھی جاتی ہیں

جنگو کا نشینس ہی عمدہ قبول کرے یہی وہ دایمی و غیر فانی الطمینان اور تسکین بخش
 مسرتیں ہیں ہمیشہ رہیں گی۔ اُنکے علاوہ اگر اور کوئی باتیں عمدہ ہیں تو وہ برائے نام
 ہیں۔ اصلی نیکیوں کے ساتھ انکا تعلق کچھ معمولی سا ہے ان کا سامرو اور لطف
 اُن میں کمان! ایون سمجھ لو کہ انکا تعلق اصلی نیکیوں کے ساتھ ایسا ہے جیسا کہ
 ہمارا ہمارے ملازموں کے ساتھ۔ وہ ہمارے ملازم ہیں مگر ہمارے جسم کے
 جزو نہیں۔ ہمارا تعلق اُنکے ساتھ بالائی رہنا چاہیے ایسا کہ ہم اُنکو اپنے جسم کا
 جزو نہ سمجھنے لگیں۔ اگرچہ وہ ہمارے ساتھ ہر وقت ہی کیوں نہ رہیں تاہم اُنکا
 شمار اُن میں نہ کیا جانا چاہیے جنکی وجہ سے ہم اپنے آپ کو موجب فخر و ناز سمجھتے
 ہیں۔ اس سے زیادہ حماقت اور کیا ہوگی کہ کسی ایسے فعل کے کرنے پر ہم
 ناز بیجا کریں جو واقعی ہمارا فعل نہ ہو۔ ضروریات زندگی کا اپنے پاس رکنا حاضر ہو
 مگر اس طرح نہیں کہ ادنیٰ محبت میں ایسے غرق ہو جاویں کہ جب وہ ہم سے علیحدہ
 کی جائیں تو علیحدگی کا زخم ہمارے جسموں پر باقی رہ جائے۔ ہکو اُن سے مستفید
 ضرور ہونا چاہیے مگر نہ اتنا کہ ادن پر قابض ہونے کی وجہ سے وہ ہمارے لئے
 مایہ غرور و ناز بن جائیں۔ مانگی ہوئی چیزوں کی طرح ادنکا استعمال احتیاط سے کرنا
 چاہیے جو اسکے برعکس کرے گا زیادہ عرصہ تک اُن سے مستفید ہونے کے
 اقبالندی کے زمانہ میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے ورنہ زیادہ عرصہ تک
 اُسکا قیام ممکن نہیں۔ یہ خیال ہی کہ ادبار کے زمانہ میں ہکو کن مصائب سے

سابقہ بڑے گاہار سے ہوشیار کرنے کے لئے کافی ہونا چاہیے۔ ایسے
 خوش قسمت اور صاحب اقبال کم گدھے ہیں جنہوں نے اپنی تمام عمر قبائلی
 کی حالت میں بسر کر دی ہو۔ مگر ایسے تو سیکڑوں بلین گے جبکو زمانہ نے اول
 تو ہمپر حاکم بنائے رکھا اور بعد کو ذلیل کر کے ہمارا ہی انکو محکوم بنا دیا۔ جس
 شے کے سبب ہماری نظروں میں وہ بلند دکھلائی دیتے تھے وہ ہی شے ہمارے
 سامنے اونکی ذلت کی باعث ہوئی! احتیاط کی ضرورت اسی لئے ہے کہ ہماری
 حالت کو وہ حد سے زیادہ نہ بڑھنے دے گی بے اندازہ مستزین دولت کو
 ہمیشہ نقصان پہنچاتی ہیں اور اسطرح اونکو خرچ کراتی ہیں کہ اگر فوراً عقل دست انداز
 نہ کرے تو زیادہ عرصہ تک اُس صرف کا سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا۔ بڑے بڑے
 شہروں اور سلطنتوں کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اون پر
 جو بادشاہ حکمران تھے اسی اسراف کی بدولت وہ کیسے تباہ اور آخر کار ذلیل ہوئے
 اس سے یہ سبق ضرور حاصل ہوتا ہے کہ جو سلطنتیں نیکی اور نیکو کاری کی وجہ سے
 حاصل اور مضبوط کی گئیں تمہیں وہ عیاشی۔ اسراف اور بد کاریوں کی بدولت
 برباد ہو گئیں۔ زمانہ کے ایسے انقلابات سے محفوظ رہنے کے لئے ہمیں
 فکر کرنا چاہیے۔ کوئی قلعہ ایسا نہیں ہے جسکی دیواریں حکومتات زمانہ سے
 محفوظ رکھ سکیں اونکی روک صرف ایک مضبوط دل ہی کر سکتا ہے۔ اگر یہ دل
 مضبوط ہے تو حملہ کا ہونا ناممکن ہو مگر یہ غیر ممکن ہے کہ ایسا نیک دل انسان پسا

ہو سکے۔ ایسی بس! تم غالباً اسکے سننے کے مشتاق ہو گے کہ عقلاً ایسے وقت میں کس قسم کا ہتیار استعمال کرتے ہیں سب بڑا آلہ محافظت اُونکے پاس یہ ہے کہ جو ہونے والا ہے اُسکا خیال قبل از وقت اُنکو نہیں ستانا۔ جن لوگوں سے اُنکو تکلیف پہنچتی ہے اُنکی نسبت اُنکا یہ خیال ہے کہ انتظامات دنیا میں سے وہ بھی انتظام کے ایسے جزو ہیں جنکو اس دنیا کی ترتیب اور اُسکا دوران ایک روز ختم کر کے فنا کر دے گا۔

انسان کو اُس بات سے خوش ہونا چاہیے جس سے خدا خوش ہوتا ہو۔ صرف اس خیال سے اور نیز اُن عمدہ باتوں کی وجہ سے جو اُسین وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہیں (مثلاً یہ کہ وہ کس بدکاری سے منکوب نہیں ہو سکتا۔ تمام بدیوں سے وہ متنفر رہتا ہے۔ اور عقل کے زور سے جس سے زیادہ قوت والی اور کوئی شے نہیں وہ برعکس تقدیر۔ ریخ اور نقصان کی پروا نہیں کرتا ہے) اگر وہ مار کرے تو بیجا نہیں ہے۔ انسان کو عقل صائب کی پیروی کرنا چاہیے۔ دنیا میں مصائب بڑاشت کرنیکے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ عمدہ نہیں ہے اپنے بچوں کی محبت کے سبب جنگلی اور درندہ جانور (جو بوجہ خوفناک شکل ہونے کے کس طرح قبضہ میں نہیں آتے) جال میں پھنس جاتے ہیں اسلئے کہ اُسین عقل سلیم نہیں ہے۔ بعض نا تجربہ کار اور شریف النفس شہرت اور ناموری حاصل کرنے کے خیال سے لڑائی اور جنگ میں مرجانا پسند کرتے ہیں بعض

انکو کاری کے ایسے مشتاق ہیں کہ اوسکی پیروی میں خوشی سے جان دیدینا لگتا
 کرتے ہیں مگر غور کرنے سے معلوم ہو جاوے گا کہ عقل ان دونوں سے بڑھ کر
 قوت والی شے ہے وہ خوف اور خطون کے مقامات میں بڑی بیباکی سے
 اپنی آمد و رفت قائم رکھتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر ہم اس بات کو مان بھی
 لیں کہ نیکی کے سوا اور بھی باتیں عمدہ ہیں تو اس میں کیا ہرج ہے۔ وہ یہ بھی کہتے
 ہیں ”کیا نیکی انقبلا بات زمانہ کے خلاف ہوگی مضبوط اور مستقل رکھ سکیگی؟“
 سعادت مند اولاد۔ خداترس والدین۔ اور وہ ملک بھی جبکا انتظام معقول اور عمدہ
 ہے نیک اور عمدہ چیزوں میں شامل ہیں۔ ان میں سے کسی پر اگر کوئی صدمہ
 پہنچنے والا ہو مثلاً یہ کہ سعادت مند اولاد انتقال کر نیوالی ہو۔ یا خداترس والدین
 قید میں ڈالے جائیں۔ یا یہ کہ ویسے ملک کا محاصرہ کر کے اوسکو برباد اور تباہ
 کرنے کی فکر کی جاوے تو اسوقت ہوگی افسوس اور صدمہ ضرور ہوگا۔ دل کو جب
 صدمہ پہنچ گیا تو نیکی کا اثر کیا باقی رہا؟ اسکا جواب اول تو میں دو لگا جو اد حکما
 نے دیا ہے اور اوسکے بعد اپنی ہی رائے ظاہر کر دیں گا۔ اس لئے تو
 انکار نہیں ہو سکتا کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ نہ رہیں تو بجائے اوسکے
 جو قائم مقام ہوتی ہیں وہ نہایت ہی ناگوار اور تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ مثلاً شہرستی
 کے قائم نہ ہونے سے بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ آنکھ کی بصارت نہ ہونے سے
 انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ یا جب کسی جانور کی شہ رگ کاٹ ڈالی جائے تو بجائے

چال میں تیزی کے سستی اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر اولاد۔ والدین اور ملک کے ضائع جانے میں اس قسم کا خوف جس کا ذکر ابھی کیا گیا ہے نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہ کسی دوست صادق کے انتقال کر جانے پر بیچاری۔ دروغگوئی۔ اور بے شرمی ہم میں پیدا نہیں ہو جاتی۔ نہ یہ ہوتا ہے کہ سعادتمند اولاد کو وطن کر دینے کے بعد ہم میں فسق و فجور اور ناخدا ترسی پیدا ہو جائے۔ علاوہ برین مردہ اولاد اور دوست ضائع نہیں ہوتے اُنکے جسم البتہ فنا ہو جاتے ہیں۔ نیکی اگر ”بدی“ میں تبدیل ہو جائے تو گویا وہ زایل ہو گئی۔ نیکی خراب ہونے والی شے نہیں۔ اگر ہم مان ہی لیں کہ اولاد اور احباب فنا بھی ہو گئے تو کیا انکی جگہ خالی رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ تم کو شاید معلوم نہ ہو گا کہ اُنکے بجائے کون شے قائم ہو جاتی ہے میں بتلائے دیتا ہوں ”دہی نیکی“ جسے اُنکو نیک اور سعادتمند بنا دیا تھا۔

نیکی کسی قسم کا خلونین چوڑتی۔ ہماری روح پر پورے طور سے قبضہ کر کے تمام صدقات کا اثر ہمارے دل سے محو کر دیتی ہے۔ وہ ہر بات کے لئے کافی ہے۔ اسلئے ہر نوکاری کی جڑ ہی ہے اور سب کو اسی سے قوت ہے۔

اگر بتے ہوئے پانی کو کوئی چرایا جائے یا جس تالی میں کہ وہ بہ رہا ہے گٹا کر اُسے دوسری طرف کو بہا دے تو جس حالت میں کہ اُسکا اصلی سوت جاری ہے اس سے کوئی مہرج واقع نہ ہوگا۔ کوئی شخص اپنی اولاد کے زندہ رہنے کی وجہ سے منصف یا بر جائیگی وجہ سے ظالم نہیں کہا جاسکتا نہ اُنکے مرجانے سے ایما نڈر

یا عقلمند ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احباب کی کثرت سے کوئی شخص یہ عقلمند
 کہا جائیگا نہ انکی قلت سے یہ وقت۔ نہ خوش نصیب نہ بد نصیب۔ اگر ہم مین
 نیکی کی تکمیل ہو چکی ہے تو نقصان کا خیال بہو کہو کہی منعم ہی نہیں کر سکتا۔ کیا شخص
 جسکی اولاد اور جسکے احباب کثرت سے ہین لازمی طور سے ہمیشہ خوش رہے گا؟
 اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ اسکو کیا کمی ہے؟ نیکی، ہمیشہ ایک حالت پر رہتی ہے
 اور اُسین کسی قسم کا تیز نہیں ہوتا۔ نیک شخص بڑا ہو کر مرے یا جحان -
 اُسکی نیکی، مین کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا۔ دائرہ بڑا کینچو یا چوٹا۔ قد مین فرق ہو گا
 شکل مین نہیں۔ کسی بختہ دیوار پر کچا ہوا دائرہ بمقابلہ زمین پر کچے ہوئے دائرے
 کے زیادہ دیر پا ہو یہ ممکن ہے۔ مگر شکل مین دونوں یکساں ہونگے۔ جو بات
 واقعی عمدہ اور اچھی ہے وہ ہر وقت اور ہر مقام پر اچھی ہوگی۔ اپنی عمدگی مین
 نہ کم ہو سکتی ہے نہ زیادہ۔ ایمانداری سے بسر کی ہوئی زندگی گو وہ ایک سال
 کی ہو یا ایک روز کی برابر ہے۔ بعض اوقات نیکو کاری اپنے آپ کو وسیع
 کر کے سلطنت۔ شہر اور قصبہ مین اپنا لطف دکھلاتی ہے۔ بیان عمدہ تو انین
 بنواتی ہے۔ اور آپس مین محبت اور دوستی قائم کر کے دوستوں کی قدر کراتی
 ہے۔ کین والدین اور اولاد کے حقوق قائم کر کے دونوں مین محبت اور الفت
 پیدا کراتی ہے اور بعض وقت اس سے گھٹکا اظلاس۔ جلا وطنی۔ اور گ
 اولاد کے ایسے چھوٹے دائرہ مین آجاتی ہے گو اسنے سلطنت کو لات مار کر

افلاس پسند کیا یا یون کیسے کہ تخت بادشاہت چھوڑ کر ایک غریب جھوڑے
 کی وقعت بڑھائی یا یہ کہ رفاہ عام کے کاموں سے علیحدہ ہو کر اوسنے ایک
 غریب کے کونہ کو آباد کیا۔ مگر تاہم اُسکی قوت اور اثر نے کسی جگہ کمی نہیں کی۔
 وہ ہر حالت میں ویسے ہی با عظمت اور بزرگ پائی جائیگی چاہا وہ کمین رہے اور گھٹتے
 گھٹتے چاہا اتنی گت جائے کہ نیکی کے چارہ زون کے اندر سما جائے۔ باوجود اس
 عظمت اور بزرگی کے آس میں ایک قسم کی شان ہی ہے جو کس طرح اور کسی سے
 مغلوب نہیں ہو سکتی۔ و انائی اور عاقبت اندیشی ہی اسی کی جڑ ہیں۔ ہمیشہ قائم
 رہنے والے ”انصاف“ کا ہی تعلق اُسی سے ہے اور ہی وجہ ہے کہ
 نیکی کا برتنے والا شخص کبھی نکلین نہیں ہوتا۔ نیکی لازوال شے ہے اور چونکہ اسکا
 قیام صرف دل کے اندر ہوتا ہے۔ یہی سکون قلب کا باعث ہی ہے۔ یہ
 سکون تا وقتیکہ ہوگا انسانی اور الٰہیت کی باتوں پر پورا پورا علم ہو کبھی حاصل
 نہیں ہو سکتا۔

اب میں اُسی اعتراض کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ عقلا
 اپنے آپ کو دولت یا اولاد کے غم میں مغموم نہیں بناتے۔ نہ اُنکی موت کا زیادہ افسوس
 کرتے ہیں وہ اُنکی موت کو اُسی جرات اور استقلال سے دیکھتے ہیں جس طرح
 کہ اپنی موت کو۔ اپنی موت کا خوف اور اولاد کی موت کا غم ذرا سا بھی اونپر اثر ملے
 نہیں کرتا کہ اُسکی ”نیکی“ ہمیشہ ایک حالت پر قائم رہتی ہے۔ اُنکے تمام حرکات اور

افعال میں وہی کی رنگی پائی جائیگی۔ اگر خوشی کے زمانہ میں دل بڑھ جاے اور
 بے رحم اور مصیبت میں چوٹا ہو جاے تو پھر کی رنگی کا لطف کمان۔ وہ تمام خدشات
 جو حالت امید و بیم میں پیدا ہو جاتے ہیں اور ہر قسم کی سستی اور کسبندی گودہ
 کسی فعل میں ہو چونکہ نیکو کاری سے متعلق نہیں لہذا دینداری کے خلاف ہیں
 جو خشنے کہ عمدہ ہے وہ ہر قسم کی مصرت سے محفوظ ہے۔ غیر ممکن ہے کہ اس
 میں کوئی نقص ہو۔ نیکو کار کسی بلا میں مبتلا ہو جانے سے حیران نہیں ہوتے
 بلکہ ایسے ہی رہتے ہیں کہ زیادہ پہلے ہی سے اُسکے لئے تیار بیٹھے تھے
 اگر ایسی حالت میں اُن پر تکلیف کا اثر ہو نچے۔ یا اُنکے چہرہ کے رنگ میں
 کوئی تغیر واقع ہو یا اوس پر رنج اور افسوس کے آثار پیدا ہو جائیں۔ یا اُنکے
 اعضا سے خوف کا اثر محسوس ہو تو یہ سب بمقتضاے بشریت ممکن ہے۔
 انہیں اس امر کا خیال ضرور ہو گا کہ انہیں سے کوئی بات بھی بڑی نہیں ہے اور
 جو بات کہ نیکو کار کی ذات میں نہیں ہے وہ ضرور بڑی ہے۔ ہر نیک فعل کو وہ بخونہ
 سے کرے گا۔ کون شخص نہیں جانتا کہ کسی کام کو بیدلی اور زردلی سے کرنا۔
 دیکھ لیک طرف جسم کو دوسری طرف رکھنا اور دو متفرق خیالات کی کشمکش میں
 ہر وقت رہنا صاف نہیں ہے یہ بھی تو ہماری طاقت ہے کہ جو چیزیں واقعی
 ہماری تحقیر اور ذلت کی باعث ہیں اُو کو ہم موجب فخر ہی نہیں سمجھتے بلکہ اور دن
 سے ہی اُو کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اور بے بڑ بڑ کر طاقت تو یہ ہے کہ جس عمدہ

فعل کے عہد ہو جانے پر ہم ناز کرتے ہیں اُسکو اگر سچ پوچھے تو نہ کبھی نیک ارادہ سے کیا ہے اور نہ کیا تھا۔ بلکہ شاید وہ اتفاق ہی سے اچھے ہو گئے۔

ہائے اگر کمین یہ یقین ہو گیا کہ خدا نخواستہ کوئی مصیبت آتی ہے تو ہر آفت ہے۔ ہر وقت اوسیکا کھٹکا لگا ہوا ہے اور اسقدر تکلیف اور پریشانی اوسکی وجہ سے ہوتی ہے گویا کہ وہ مصیبت نازل ہی ہو گئی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو تکلیف کسی وقت خدا نخواستہ پڑتی اُسین وہ ابھی سے مبتلا ہو گئے ہیں۔

کسی مرض کی آمد سے پہلے رگون میں ایک قسم کی سنسناہٹ اور اعضائی شکنجی اور درد پیدا ہو جاتا ہے اوسطرح کہ درد کا آدمی ہی صدمات کی آمد کے خیال ہی سے لرزان اور ہراسان ہو جاتا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ کوئی شخص مصیبت کی آمد سے پیشتر اسکے تصور ہی سے پریشان ہو جائے اس شخص نے گویا قبل از وقت ہی سجدہ لیا کہ وہ بلا میں اوسپر نازل ہی ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے ہی سے اُسکے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور وہ میکا رخص ہو گیا۔ اس بات کی توت اُسین ہرگز نہیں کہ تکلیف میں مبتلا ہو جانے کے بعد ہی وہ آہ دُلیکا کرے۔ تصور کے ذریعہ سے ایسے اشخاص رنج و الم کو ممان کر لیتے ہیں اور قبل ہی سے اپنے آپ کو مصائب میں مبتلا سمجھ لیتے ہیں۔ یہ نہیں خیال کرتے کہ نہیں مبتلا نہ ہونا اگر غیر ممکن نہیں ہے تو یہ ضرور ممکن ہے کہ شاید تھوڑے توقف کے بعد ہیر یہ بلا میں نازل ہوں۔ کتنے افسوس کا

مقام ہے کہ شخصیت ہی نہیں سمجھتا کہ آئندہ کی باتوں کے لئے ابھی سے بچ کر ناکتانا زیا فعل ہے اگر کسی شخص سے آج یہ کہہ دیا جائے کہ پچاس برس کے بعد اُسکو پھانسی دی جائیگی تو ۲۵ ہی سال کی عمر سے اُسکا اپنی موت کے لئے افسوس کرنا سچ کیئے حماقت نہیں ہے تو کیا ہے۔؟ یہی کیفیت اُن لوگوں کی ہے جو کہہ کہہ کر آئندہ کے واقعات پر غور کرتے اور خود پریشان ہوتے ہیں اور اُن باتوں کے لئے غم اور افسوس کرتے ہیں جنکو دل سے محو کر دینا چاہیے۔ اُنکو جانا چاہیے کہ جو گزر چکا یا جو آئندہ ہونے والا ہے یہ دونوں حالتیں چونکہ اسوقت موجود نہیں ہیں لہذا ہماری ذات سے اون کا تعلق ہی نہیں نہ اُنکا اثر ہم پر ہونا چاہیے خیال اور صدمہ اُسی بات کا ہونا چاہیے جسکا اثر ہمارے قلب پر پڑ رہا ہو۔

نمبر ۴۔ اصلی تو نگری

یہی سس! سیکڑوں مرتبہ جبکہ مجھے کوئی عمدہ بات دریافت ہوئی تو میں نے کہی اسکا انتظار نہیں کیا کہ تم مجھے پوچھو۔ بلکہ خود ہی بلا دریافت محکمہ اسکی اطلاع دیدی اور کیا تعجب ہے کہ میری اس عادت سے تم بھی خوب واقف ہو گے غالباً اس تحریر پر تم ضرور اپنے دل میں کہو گے کہ دیکھیں وہ کیا شے ہے جو اس مرتبہ والد کو معلوم ہوئی ہے۔ دیکھو۔ کیسے نفع کی بات ہے

آج میں تگمودہ بات بتلاتا ہوں جس پر عمل کرنے سے تم کی بارگی دولت مند ہو جاؤ گے!
 غالباً ایسی بات کے سننے کا تگموضور اشتیاق ہی ہو گا اور ہونا ہی چاہیے
 دولت مند ہونے کی بہت ہی ذرا سی ترکیب ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس ترکیب
 سے جو دولت حاصل ہوگی اسکے لئے تگموضور کسی مہاجن کی ضرورت پڑے گی
 نہ تم تک لکھنے کی نہ کسی دستاویز کی۔ اور نہ دلال وغیرہ کی۔ اگر اسمین سے
 کسی ایک کی بھی ضرورت پڑی تو پھر لطف ہی کیا؟ ایسی حالت میں تو بدنامی
 کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

دیکھو! میں تگموا ایک ایسا ایماندار مہاجن بتائے دیتا ہوں جیسا کہ حکیم کیٹو کوئل گیا
 تھا۔ یعنی یہ کہ تم اپنے ”مہاجن“ خود ہی ہو۔ اس حکیم کا اس مقولہ پر عمل تھا کہ
 ”کوئی شے چاہے جقدر ہو ہمو کافی ہوگی بشرطیکہ ضرورت کا نفع کرنا اُس سے
 مراد ہو۔“ لیوسی لس! میرے نزدیک کسی شے کی خواہش نہ کرنا ویسا ہی ہے
 گویا وہ شے تمہارے پاس موجود ہے۔ کیونکہ کسی شے کے ہونے اور کسی
 کی خواہش نہ کرنے کا نتیجہ ایک ہی تو ہے۔ یعنی یہ کہ تگموتکلیف نہ ہوگی۔
 اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ فطرت نے جن بانوں کو تمہارے لئے
 لازمی اور ضروری کر دیا ہے اُنکے حاصل کرنے کی بھی خواہش نہ کیجائے فطرت
 تو کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتی بقدر ضرورت اُسی چیزوں کی ضرورت پڑے گی
 مگر ساتھی اسکے اس ارے واقف ہونا ہی تمہارے لئے بہت ضروری ہے

کہ تمہارے پاس جو شے فطرت کی ضروریات سے زیادہ ہے اٹھا باقی پر بطور
 قرضہ کے ہے اور محض مفائدہ۔ بہوک رفع کرنے کے لئے کمانا کمانا ہی پڑے گا
 روٹی جلی ہو یا بغیر جلی بہوک کو اس سے کوئی کجٹ نہیں۔ خوشی اور مسرت
 پیٹ نہیں بہر سکتی۔ روٹی سے شکم پڑھ جانے کے بعد بہوک رفع ہو جائیگی۔
 اس کا نام فطرت ہے۔ پیاس کے وقت پانی پی لینے سے پیاس جاتی رہتی
 ہے۔ فطرت کو اس سے ذرا ہی تعلق نہیں ہے کہ پانی برف کا تھا یا کنوین کا
 یا تالاب یا جھیل کا پیاس کا بھجا دینا فطرت کا اصلی کام ہے۔ پانی پینے کا
 پیالہ سونے کا ہو۔ چینی کا ہو۔ بلور کا یا محض چلوہی سے پیا جائے۔ فطرت
 کے نزدیک سب یکساں ہے۔ ہر شے کے انجام پر نظر کرنے سے فضولیات
 سے ہر شخص خود ہی پرہیز کرنے لگے گا۔ جب بہوک لگے جو چیز موجود ملے گا
 بہوک اسی شے کو فزیدار کر دے گی۔ بہوک کے وقت پیٹ میں جو کچھ پڑ جائیگا
 اچھا معلوم ہوگا۔ اور طبیعت کو اسی سے خوشی ہوگی۔ اگر تم مجھے پوچھو کہ مجھے کیا
 چیز اچھی معلوم ہوتی ہے تو میں تم کو بتلا دوں گا کہ عقلاً ہمیشہ فطرت کی برکتوں ہی کی
 تلاش میں رہتے ہیں۔ تم یہ سن کر لیوسی لس! غالباً ہنسو گے کہ میں خالی
 خولی باتوں میں کونالنا چاہتا ہوں اور شاید یہ بھی کہو مجھے کوئی خزانہ نہ بتاؤ یا جہان
 سے ضرورت کے وقت حسب ضرورت لے لیا جائے۔ نہ کوئی ایسا راز بنا یا جس
 سے دوست حاصل ہو جاتی۔ نہ کوئی ایسی ترکیب بتلائی جس سے اسباب تجارت

گنتے دامون بکتا۔ نہ کوئی وزیر یا بتلایا جسکے ذریعہ سے تجارت کرنے سے بہت سی دولت ہاتھ آجاتی۔ عجیب بات ہے کہ عہدید تو دولت مند بنا سکی بڑی زور شور سے اٹھائی تھی مگر بتلایا بائین افلاس کی۔

لیوسی لس! تمہیں بتلاؤ کہ جس شخص کو کسی شے کی حاجت نہو تمہارے نزدیک وہ غیب ہے یا دولت مند؟ تم ضرور اسکا یہی جواب دو گے کہ ایسی دولت مند ہی کو سلام۔ صبر کی بدولت فرضی دولت مند ہی ہوتی ہے تو کیا؟ لگا تو پاس ہی نہیں! اس کہنے سے کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ جس شخص کی دولت کا سلسلہ کبھی منقطع نہو وہ امیر نہیں ہے؟ بہلایا تو بتا دو کہ تم کیا پسند کرتے ہو یہ بات کہ تمہارے پاس ہر شے ضرورت سے زیادہ ہو یا کہ ضرورت کے موافق ہو؟ جسکے پاس روپیہ زیادہ ہوتا ہے اس سے زیادہ کی خواہش اسکو ہر وقت رہتی ہے دو ک لفظوں میں جسکے یہ معنی ہیں کہ جبکہ دولت اسوقت تک اسکے پاس ہے اسکو وہ اپنے لئے کافی نہیں سمجھتا! مگر بخلاف اسکے وہ شخص اپنی موجودہ حالت دولت مند کی کو کافی سمجھ رہا ہے اسے وہ بات حاصل ہو گئی ہے جو امر کو کبھی نصیب نہوگی۔ کیا تم اسلئے اسکو امیر نہیں سمجھتے کہ امر اور دولت مندوں کی طرح محسوس زمانہ ہو کر وہ جلاوطن نہیں کیا گیا؟ یا اسلئے کہ اسکی خاص اولاد نے اسکو زہر کھلا کر مار ڈالنے کی کوشش نہیں کی یا اسلئے کہ اسکی منگھ بی بی نے دولت پانے کے لئے اسکے قتل کرنے میں سازش نہیں کی۔

یا شاید اس لئے کہ وہ جنگ کے زمانہ میں محفوظ اور صلح کے زمانہ میں امن سے
 رہتا ہے۔ یا شاید یہ وجہ ہو کہ اپنی موجودہ دولت سے وہ پورے طور پر مستفید
 ہوا ہے اور اُس کے خرچ کرنے میں اُسے ذرا سا یہی تکلف نہیں؟ جب کہ
 سردی - گرمی - ہوک - اور پیاس نہ ستا سکیں کیا تمہاری رائے میں ایسا
 شخص غریب ہے! خدا کے پاس کیا ہے؟ - اوسکے پاس ہی تو کچھ نہیں!
 تم کو آگاہ رہنا چاہیے کہ جو چیز تمہارے کل مزدوریات کے لئے کافی ہے
 وہ تمہارے لئے کس طرح کم نہیں ہے اور جو شے کافی نہ ہو وہ ہرگز زیادہ نہیں ہے
 دیکھو کہ سکندر اعظم باوجود تمام ملک ایشیا اور انڈینس کو فتح اور مغلوب کر لینے
 کے بعد بھی اپنے آپ کو غریب ہی سمجھا کیا! وہ تو شے تلاش کرتا تھا جس کو وہ اپنی کہ سکتا
 اور باوجود اسکے کہ ہزار دن دریا اور سمندر کھنگال ڈالے مگر شے اوسکو نہ ملتا تھی
 اگر غور سے دیکھو گے تو معلوم ہو جائیگا کہ اوسنے دنیا کی حد سے باہر جا کر ہی اس
 شے کو ڈھونڈا مگر نہ پانا تھا نہ پایا۔ جو شے فطرتاً ہی کے لئے کافی ہے کیسے
 انفسوس کا مقام ہے کہ وہ اس انسان کے لئے محض ناکافی سمجھی جاتی ہے!
 ایسے لوگوں کے دیکھنے کا یہی اتفاق ہر شخص کو پڑا ہوگا کہ جن کی سیکڑوں
 خواہشیں پوری ہو چکی ہین مگر پھر بھی صد اربان اُسکے دل میں بیرے ہوئے ہین
 انسان کیسا اندھا اور بے لگڑ ہے کہ دولت مند ہوتے ہی اُسنے اپنے اُس حالت
 بزرگی کو حسین پیدا ہوا تھا کتنی جلد بھلا دیا!! سکندر اعظم جو چوٹے سے خطیر یوان

کا شہزادہ تھا اس قدر ملکوں اور قوموں کے فتح کر لینے کے بعد ہی جب اُسے
 اپنے وطن کو واپس آنا پڑا تو اس لئے افسوس کرتا داپس آیا کہ اور کوئی ملک
 اُسے فتح کرنے کے لئے باقی نہ تھا! دولت سے کوئی شخص دولت مند ہوا ہی
 نہیں۔ سبب یہ کہ جسکے پاس دولت جب قدر زیادہ ہے اسی قدر اوسکو
 اور زیادہ کی فکر لگی ہوتی ہے۔ تم تمام دنیا میں سے کسی ایک ہی شخص کو انتخاب
 بتلا دو جسکے پاس دولت کثیر ہو اور زیادہ کی خواہش اوسے نہ فرض کر لو کہ ایسا
 شخص فارون ہے اگر اوس سے بھی پوچھا جائے کہ اب اُسکو اور دولت
 کی ضرورت تو نہیں ہے تو وہ کسی انکار نہ کرے گا۔ بلکہ یہ ہوگا کہ جس قدر اور
 زیادہ کی وہ خواہش کریگا وہ تعداد بمقابلہ اوسکی موجودہ دولت کے کہیں زیادہ
 ہوگی! اور اسوجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ حالت موجودہ وہ اپنے آپ کو
 غریب ہی جانتا ہے! مگر وہ شخص جو یہ لحاظ ضرورت قواعد فطرت کے تعمیل
 کرتا ہے عقلمند ہی نہیں ہے بلکہ ایسا شخص ہے جسپر افلاس اپنا اثر ڈال
 نہیں سکتا۔ غالباً تنکو اب یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اپنی خواہشوں کو فطرت کی حد میں
 رکھنے اور اس سے باہر نہ جانے میں طبیعت پر کتنا صبر اور جبر کرنا پڑتا ہے
 اور ایسا شخص جو اس طرح مشکلات برداشت کر کے اور اپنی خواہشات نفسانی
 کو روک روک کر ادنیٰ قبضہ حاصل کر چکا ہو وہ کس خاص صفت اور خوبی کا شخص
 ہوگا۔ تم چاہے اُسے غریب ہی سمجھتے ہو مگر اوس میں شان دولت مندی یعنی استغنا

کی جملک آجانے کی جسکے لئے ہر شخص اوکی تعریف کرے گا عوام الناس
 دولت کے پیچھے اندھون کی طرح پڑجاتے ہیں۔ کسی دولت مند کے گھر توڑون
 کو آتے جاتے اور اُسکے مکان کی چتون اور چنگیکریون کو سنہرا دیکھکر اور
 اُسکی بی بی اور بڑکون کو عمدہ پوشاک اور زیور سے آراستہ پاکر وہ بھی ویسے
 ہی دولت مند ہونے کی خواہش کرنے لگتے ہیں۔ مگر کیا ایسے شخص نہیں جانتے
 کہ یہ سب ٹیم ٹام نمائشی ہیں۔ مگر ان صفات کا شخص جسکا ذکر ابھی ہم نے ادپر کیا
 ہے ایسا شخص ہوگا جسپر کسی انسان کی نظر دلاک نہیں سکتی اور نہ قسمت
 کا زبردست ہاتھ اُسے کبھی مغلوب کر سکتا ہے۔ یہ شخص اندر سے بالکل
 مطمئن ہوگا۔ وہ لوگ جو امیر ہیں بیچ پوجھو تو غریب ہیں اونکایہ خیال کہ دولت
 اُنکے قبضہ میں ہے ایسا غلط ہے جیسے کوئی شخص جسپر بخار چڑھا ہو۔ یہ
 کہے کہ میں بخار میں ہوں۔ حالانکہ اصل میں تو بخار اوسپر قبضہ کئے ہوئے
 ہے۔ اسی طرح دولت اوسکے قبضہ میں نہیں ہے۔ بلکہ دولت نے اوسپر
 قبضہ کر لیا ہے۔ جو بات قابل یاد رکھنے کے ہے اور چکی دچہ سے کبھی
 کوئی شخص بچیان ہوا ہی نہیں وہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ میں وہ خواہش
 ہی پیدا ہونے دی جو فطرت کے خلاف ہے۔ جو فطرت کے موافق ہیں اُنکو
 پورا کرنے کے لئے بہت ہی خفیصت چیزون کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس
 بات کی احتیاط بہت ضروری ہے کہ بدکاری اور نفع مزدتین جو فرق ہے

وہ قائم رہے۔ بہوک کے وقت میز۔ کرسی۔ نوکر اور برتنوں وغیرہ کی
 قطعی ضرورت نہیں پڑتی صرف غذا کی ضرورت پڑتی ہے۔ شلیم پختہ بہ زعفران
 حمام۔ استہما ہاری طرح حریص نہیں ہے اس کا مطلب پیٹ پر جانے
 سے ہے اس سے نہیں کہ کس طرح اور کس چیز سے بہا جائے۔ زیادہ
 کھا لینے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بہر بہوک معلوم ہونے کے لئے دو امین اور
 معجونین استعمال کرنا پڑتی ہیں اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح بہوک
 لگے تاکہ کچھ پیٹ میں پہنچا دیا جائے۔ ابھی پانی پی چکے ہیں مگر فکر میں
 ہیں کہ کسی طرح بہر پیاس لگے۔ ہوریس کا یہ مقولہ بہت صحیح ہے
 کہ پیاس کے وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ پانی کا پیالہ کیسا ہے۔ پلانے
 صاف ستر ہے یا میلا کچھلا۔ اُسکے بال صاف ہیں یا نہیں۔ پیالہ میلا ہے
 یا صاف پیاسا اگر اُن باتوں پر غور کرے تو سمجھ کہ وہ پیاسا نہیں ہے
 فطرت کی یہ عین عنایت ہے جس نے ہکو یہ سکھلا دیا ہے کہ واقعی ضرورت
 رفع کرنے میں تانا شاہی اور نازک مزاجی کو ذرا ہی دخل نہیں عیش طلبی کا
 تعلق مسرت سے ہے۔ عیش پسندی لوگ کھا کرتے ہیں کہ آج فلاں
 چیز کم ہے۔ فلاں کمانا اچھا نہیں پکا۔ فلاں شے کے دیکھنے سے
 طبیعت مالش کرتی ہے اور آنکھوں کو تکلیف ہوتی ہے! اوس خالق مطلق
 نے ہماری زندگی کے لئے تو اہل مقرر فرمادئے ہیں اور یہی حکم دیدیا ہے

کہ حتی المقدور تندرست اور صحیح الجثہ رہنے کی ہم کوشش کرتے رہیں نہ
 یہ کہ عیش میں بڑا کر لطف اور مزے اڑانے میں اپنی تندرستی کو کبھی ضائع
 کر دیں۔ جو چیزیں ہمکو تندرست رکھنے کے لئے ضروری ہیں وہ ہمکو بلا وقت
 اور مفت ملا کرتی ہیں۔ ہمارا عیش پسند ہونا چونکہ اُس خدا کے ذوالجلال
 کو منظور نہ تھا۔ لہذا لطف اور عیش پسندی کے سالانوں کے بہم پہنچنے میں
 وقت پیدا کر دی ہے۔ خدا کے اس منتقا سے ہمکو مستفید ہونے کی کوشش
 کرنا چاہیے جو ہمارے حق میں یقیناً نفع بخش ہے۔ اور سب سے بڑا ہر
 اس بات کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے ہم میں یہ مادہ پیدا کر دیا ہے
 کہ ضرورت رفع کرنے کے لئے جو باتیں ہم کرتے ہیں یا جن چیزوں کی ہمکو
 ضرورت پڑتی ہے اُن سے ہمکو نفرت اور کراہیت پیدا نہیں ہوتی۔

نمبہ غصہ کی برائیاں

نمبہ

عقلا غلطیوں کے سرزد ہونے سے ناراض نہیں ہوتے۔ کیا کوئی عقولاً
 ایسے شخص سے ناراض ہو گا جو بیچارہ اندہیرے میں ٹھوکر کھا کر گرے
 یا جسے بہرے ہونے کے سبب سے تعمیل حکم میں سستی کی یا اُن احکام
 کو پورے طور سے سمجھ نہ سکا۔ لڑکوں اور نا تجربہ کار بچوں پر خفا ہونا چاہیے

جو اپنے ہجڑوں کے ساتھ کیسل کو دین پڑ کر بول جاتے ہیں کہ اُن سے
 کس کام کے لئے کہا گیا تھا۔ بیماروں۔ بڈہوں اور کمزور آدمیوں پر بھی
 غصہ نہ کرنا چاہیے۔ ضعیفی میں جہان اور مصیبتیں ہیں وہاں ایک یہ
 ہی ہے کہ سہو اور نسیان قدرتا اہمیں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر غلطیوں کی چو
 سے غلطی کرنے والے پر تم ناراض نہیں ہوئے تو اُسکے یہ معنی ہیں کہ
 تم نے اُسکے قصور کو معاف کر دیا۔ اور اس طریقہ سے گویا تم نے ثابت کر دیا
 کہ تم اکلا نشانج مرکب من الخطاء والنسیان والے مقولہ سے بخوبی
 واقف ہو۔ والکاظمین الغیظ والعاظین عن الناس۔

نمبر ۲

اگر فوج کا کوئی سپاہی تنہا کوئی نافرمانی کرے تو وہ ضرور قابل سزا سمجھا جائے گا۔
 مگر جہان کل فوج کی فوج اپنے جرنیل کو چوڑا کر علیحدہ ہو جائے وہاں تو سمانی
 مجبور اُدینا ہی پڑے گی۔ کیا شے عقلا کا غصہ رفع کر دیا کرتی ہے؟ صرف
 خطا کاروں کی کثرت۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہزار ہا خطا کاروں پر وہ کمانک
 خفا ہو سکتے ہیں۔ حکیم ہیریکی لی ٹس۔ جب باہر نکلتا تھا تو انسانوں کو
 بدکاری کرتے اور اُنکو گنہگار مارتے دیکھ کر بہت رو دیا کرتا تھا۔ اور اُن لوگوں پر
 چنگے چہرے بشاش نظر آتے تھے گنہگاری کا خیال کر کے اُسے بہت ہی

رحم آتا تھا۔ بخلاف اسکے حکیم ڈیا کہ طیز دنیا کی حالت کو دیکھ کر ہنس کر مہنسا کرتا تھا۔
 اُسکی نظر میں اُن چیزوں کی قطعی وقعت نہ تھی جبکہ ہم لوگ اس قدر محبت اور جانفشانی سے حاصل کیا کرتے ہیں۔ ان دونوں حکما کے افعال پر غور کرنے سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غصہ کرنے کا کونسا موقع ہے۔ معاملات دنیا پر یا تو ہنسی آنا چاہیے یا روننا۔ سمجھدار انسان غلطی کرنے والوں پر ناراض نہیں ہوتے۔ اسلئے وہ جانتے ہیں کہ ان کے پیٹ سے کوئی عقلمند پیدا نہیں ہوتا۔ دنیا میں اگر سب عقلمند ہو جاتے ہیں۔ ہر زمانہ میں دو ہی چار آدمی عقلمند ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ خلقت انسانی کو پورے طور سے سمجھ لیتے ہیں۔ اور اس سے وہ یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ فطرت پر خفگی کرنے سے کیا نتیجہ۔ اگر بیری کے درخت میں سیب پہلنے لگیں یا ہٹکٹیا کے درخت میں میوہ پیدا ہو تو ہر شخص کو تعجب ہو گا جب کسی میں کوئی نقص پیدائشی معلوم ہو جائے تو پورا دہرہ خفا ہونے سے کیا فائدہ! اگر کسی کے مزاج میں سہولیت ہے اور وہ عضو کا بھی عادی ہے تو وہ ضرور سمجھدار ہے۔ وہ دشمن انسان نہیں ہے بلکہ اُن کا ناصح و نیا میں ہر قسم کے انسان ہیں۔ کوئی شرابی کوئی محسن کش۔ کوئی حریص۔ کوئی طامع ان سب کے ساتھ وہ شخص ایسا ہی برتاؤ کرے گا جیسا کہ اطباء اپنے مریضوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ وہ ناخدا جسکے جہاز میں تختہ کے کوزہ

اور ڈھیلے ہو جانے سے پانی آنے لگا ہے کیا ایسے مشکل وقت میں آپ
 ملاحون سے ناراض ہو کر اُس سوراخ کے بند کرنے میں اُنکی مدد نہ کرے گا؟
 میرے خیال میں تو وہ اُنکی مدد برابر کرتا رہے گا تاکہ جہاز غرق ہونے پائے
 نہ لہرون کا تیشہ وہ برابر پانی نکالتا رہے گا۔ جو سوراخ موجود ہیں اُنکو بند کرے گا
 اور جس مقام پر نئے سوراخ ہو جانے کا اندیشہ ہے اُسے مضبوط کرنے کی
 فکر کرے گا۔ اوسکی اس مدد سے ملاحون کی ہمت نہ ٹوٹے گی۔ جب تک کہ
 اُسکا جہاز کنارہ پر نہ جا لگے گا وہ برابر اسی طرح محنت میں مصروف رہے گا
 پُرانی بیماریوں کے اچھا کرنے میں جو جڑ بکری کچلی ہیں بہت زیادہ زمانہ درکار
 ہوتا ہے علاج کرنا اسلئے ضروری ہوتا ہے کہ مریض چاہے دیر میں اچھا ہو
 مگر یہ تو نہ ہو گا کہ رفتہ رفتہ مرض بڑھ جائے اور مریض بھی ہاتھ سے جائے۔

نمبر ۳

غصہ کے رفع کرنیکی تدابیر کیا ہیں؟ ہکو اونیہ غور کرنا چاہیے۔ اکثر یہ اتفاق
 ہوا ہے کہ دو سے کہ شخص کی حقارت آئینہ ہنسی یا چہرہ پر شکن پڑی ہوئی دیکھ کر
 ہکو یہ غلط خیال قائم ہو گیا ہے کہ وہ شخص جس سے ناراض ہے ہم دوسروں سے
 کہتے ہیں کہ دیکھئے نا ”آج اُنہوں نے ہمارے سلام کا جواب اُس اخلاق
 سے نہیں دیا جیسا کہ دیا کرتے تھے“ نہ آج اُس تپاک سے ہمارے ساتھ

پیش آئے جیسے کہ روز آتے تھے۔ ”فلان جواب کس ترش روئی سے دیا ہے۔“ آج کہانے کے لئے بھی نہیں پوچھا۔ ”اگلی باتوں سے آج ویسی محبت نہیں معلوم ہوتی تھی“ فلان امر روزمرہ کی عادت کے بالکل خلاف ہے۔ ہم یہ سوچ سوچ کر شبہات قائم کر لیا کرتے ہیں۔ شبہ کی دو اقسام ہیں۔ ایک اس کی طرف سے اور دوسری اس کے پاس ہی نہیں۔ مگر ہر کوئی کی طرح مناسب نہیں کہ دوست کے کسی فعل کو بُرائی پر محمول کرین۔ اعتبار صرف اسی بات کا کرنا چاہیے جس کا وقوع اپنی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہو۔ اگر کسی طریقہ سے ہمارے شبہات ثابت نہون تو اپنی سریع الاعتقاد ہی پر ہر کوئی لعنت کرنا چاہیے۔

منہ

خدا کی جانب سے جو باتیں ہوں اور نیر خفگی کا انظما رہیجا ہے۔ وہ رحمن ہے اور رحیم اپنی ذات پاک کی طرح وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ پاگل ہیں وہ لوگ جو سمندر میں طوفان کے آنے یا بارش کی کثرت یا گرمی اور جاڑے کی سختی کا باعث اور کو قرار دیتے ہیں ان باتوں کو ہمارے نقصان اور فائدہ سے کیا غرض۔ انہیں سے تو ایک سے بھی ہمارا نقصان نہیں ہو سکتا۔ موسم کے تغیرات کے باعث ہم کی طرح نہیں ہو سکتے۔ یہ خدا کے حکم سے خود بخود بہ لحاظ وقت تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ اگر ہماری سمجھ کے موافق ان کے باعث

ہم میں تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ ہم بہت بڑے شخص ہیں! ان میں سے ایک کی بھی غرض نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ یہ سب ہمارے حق میں مفید ہیں۔

نمبہ

ہم کو یہ بات ہرگز فراموش نہ کرنا چاہیے کہ ہم ہی تو پاک صاف نہیں۔ جتنے ہی تو بہت سی بچہ فروش اور گند مٹائی گی ہے بعض خاص معاملات کے متعلق ہم شاید بیگناہ ہوں مگر اسکی وجہ یہ ہے کہ اُن تک ہماری رسائی نہیں۔ اسی پر قیاس کر کے جو لوگ سمو اور قصور کرتے ہیں اوپر ہکھور جم کر ناچا بیٹے یہ معلوم ہونے پر کہ فلان شخص نے ہماری بُرائی کی تمکو فوراً سمجھ لینا چاہیے کہ اس سے پہلے تم ہی تو کو گون کی بُرائیاں کر چکے ہو۔ اگر تمہارے ساتھ ہی کوئی بُرائی کرے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے مکو صدمہ پہنچانے کی کوشش نہیں کی بلکہ یہ بد بیکار عوص بدی میں دیا گیا۔ یہ بد نام فعل بعض لوگ بوجہ عداوت بعض بفرض عوص لینے اور بعض ناواقفیت کی وجہ سے کر بیٹھتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی نسبت کوئی بُرے خیالات ظاہر کرے یا اُسکے اچھے کاموں میں کوئی فیہ نکالے۔ یا انہیں بُرے معنی لگائے۔ تو کیا ہر بات کے عوص یہ کہہ کر اپنی وہ تسکین نہیں کر سکتا کہ کچھ پردا نہیں اور وہ کی نسبت میں نے بھی تو ایسا ہی کیا ہے۔“ کتنے آدمیوں سے جتنے پہلے ہکھو نفرت تھی اب وہ ہمارے

دوست خالص ہیں؟ دوسرے کے عیبوں کو ہم دیکھ سکتے ہیں مگر اپنے عیبوں کو نہیں۔ صد آدھون کو دیکھا گیا ہے کہ گھنگاروں سے نفرت کرتے ہیں مگر گناہ سے نہیں۔ ہماری حالت بہت کچھ سنبھل جائے اگر اپنے دل سے ان افعال کی نسبت مشورہ لیکر اسطرح سے جا بچ کر لیا کریں کہ اگر دوسرے شخص نے کیا تو کیا ہوا ہم نے ہی تو ویسی ہی بدگوئیوں کی ہیں اور ویسے ہی سہو اور خطائیں ہم سے ہی تو سرزد ہوئی ہیں۔ اس حالت میں اور دن کی تو سرزنش کرنا اور اپنی نسبت کچھ بھی نہ کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ غصہ کا سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ اسوقت کسی فعل کے کرنے میں جلدی نہ کی جائے معافی کی کوشش کرنے کے بجائے یہ سوچنا چاہیے کہ غصہ آنکی وجہ کیا تھی اگر غصہ آنے کے بعد ذرا سا بھی توقف ہو گیا تو پورا سکا جوش باقی نہ رہے گا غصہ میں فوراً ہی نقصان کر بیٹھنا اچھا نہیں۔ اُسکی پہلے شورش تو غضب ہی کی ہوتی ہے اُسپر پورا قبضہ اسی طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ رفتہ رفتہ اُسے کم کرنے کی کوشش کی جائے۔

نمبہ ۶

غصہ دلانے والے شخص کی حالت پر ہی غور کرنا چاہیے۔ اگر وہ بچہ ہے تو اُسکی شکایت ہی کیا۔ اُسکو تو یہی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ اس شخص کا باپ ہے تو ضرور درگزر کرنے کے لائق ہے اس لئے کہ ہر شخص

پر باپ کے اس قدر احسانات ہوتے ہیں کہ باپ کے کسی فعل کو بُرا
 سمجھنا سعادتمندی کے خلاف ہے۔ علاوہ برین ممکن ہے کہ اُسکی خشکی
 جائز نہ ہو اور ہمارا غصہ ہی ناجائز۔ اگر وہ عورت ہے تو ممکن ہے کہ اُسکی غلطی ہو
 اگر کسی افسر علیٰ کجیانب سے حکم کی تعمیل میں غصہ کا اظہار کیا گیا ہے تو یہ خشکی شاید ضرورتاً
 اور مصلحتاً ہو۔ اگر کسی کی جینجوری یا شرارت سے تمکو کوئی صدمہ پہنچا ہو تو
 اسکا بچ ہی کیا۔ تنہا ہی تو ایسا ہی کیا ہے۔ اگر وہ حاکم ہے تو تمکو چاہیے
 کہ اُسکی اسے کو اپنی رائے سے بترجمہ ہو۔ اگر وہ بادشاہ ہے اور اُسے تمکو قصوداً
 سمجھ کر سزا دی ہے تو انصاف سے انحراف کیوں؟ اگر انہیں سے کوئی
 یہی حالت نہیں ہے اور تم واقعی بقیہ صورتوں میں جبر سے بڑھ کر کوئی
 نعمت نہیں۔ اگر کسی کا دل بالکل بے اثر نہ ہو یا ایسی ہی کسی اور شخص کے
 مانند ہے تو تم اپنے چہرہ سے اپنے غصہ کا اظہار کر دو۔ اگر کسی اور سبب
 مثلاً بیماری وغیرہ کے باعث سے تمکو غصہ آگیا ہے تو بجا سے غصہ کے
 اگر تم جبر سے کام لو گے تو بت ہی آسانی سے یہ زمانہ مصیبت یا علالت کا
 گزر جائیگا۔ اگر تم خدا سے ناراض ہو تو سمجھ لو کہ اپنے پُروسی کے لئے بدعا
 کرنے میں جتنا وقت تمہارا ضائع ہوا ہے اُتنا ہی اب اس بہودہ بڑھڑاہٹ
 میں ضائع ہوگا۔ نیک ہو کر کوئی شخص کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش
 کرے اسکا تو ایسا ہی نہ کرنا چاہیے۔ تو یہ کیا ایسا نقصان پہنچاؤ اور اس شخص

برادر بیدکار ہو گا؟ ہاں۔ اگر ایسا ہو تو عجب نہیں۔ یاد رکھو کہ جو کوئی تمہارے ساتھ
 بُرائی کرے گا اگر تم اس سے بدلہ نہ لو گے تو کوئی دوسرا لے لے گا۔ اوسچ پوچھو
 توجیب اُسنے تمہارے ساتھ بُرائی کی پہلے اُسنے اپنے پاؤں میں
 کھماڑی ماری۔

نہایت

ہم کو اپنے ساتھ جو محبت ہے دشمنوں کے مصائب میں مبتلا ہونے کے
 وقت وہی محبت اُنکی طرف سے ہمارے دل میں رحم کے خیالات پیدا
 کر دیتی ہے۔ اور انہیں خیالات کی وجہ سے یہ خواہش ہی کی جاتی ہے کہ
 ہمارے دشمن ہم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ ہر شخص کا خیال ہے کہ اُسکے
 سینہ میں بادشاہوں کا سا حکومت پسند دل ہے اور اسلئے وہ چاہتا ہے
 کہ وہ سب پر حکومت کرے اور خود کیسی حکومت نہ سے۔ خود سری اور ناواقفیت
 دونوں ملکہ غصہ کے افزودگی کے باعث ہو جاتی ہیں۔ ناواقفیت تو یہ کہ اہمیت
 تک ہم یہ نہ جان سکے کہ بیرون سے ہمیشہ برائی ہی ہوگی۔ اُن سے اسیکی
 توقع رکھنا چاہیئے۔ یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے اگر ہمارے دشمن دشمنی کے
 سبب سے ہم کو سخت سے سخت نقصان پہنچانا چاہیں۔ اگر اجاب ہمارے
 کسی فعل ناشایستہ کو بہلا دیں۔ یا اگر ہماری اولاد اور نوکروں سے کوئی تصور
 ہو جائے۔ کوئی شخص کتنا ہی بااخلاق کیوں نہ ہو مگر کسی نہ کسی بد اخلاقی کا کین

نہ کہیں اُس سے ظہور ہو ہی جائیگا۔ دغا بازی۔ محسن کشی۔ طمع۔ حرص اور بیکاری
 معافی ہی تو انسان کی شرت میں اہل ہے۔ رہی خود سری وہ اس سے ظاہر ہوتی
 ہے کہ اپنے ملک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا گناہ کبیرہ ہے مگر لوگ باز
 نہیں آتے اس لازم آیا کہ اپنے ملکی بہائیوں کو بھی کسی قسم کی تکلیف پہنچانا چاہیے اس
 لئے کہ یہی اُسی ملک کے جزو اعظم ہیں۔ اگر کل پاک ہے تو اُسکے اجزا بھی
 پاک ہونگے۔ اور اسلئے انسان کا لحاظ فرض ہے۔ کیونکہ سب اسی
 دنیا کے رہنے والے ہیں۔

بنی آدم اعضا سے یک دیگر اند | کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
 کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ہاتھ پاؤں کو نقصان پہنچائیں یا انگلیں ہاتھوں
 کو قطعی امداد نہ دیں۔ جسم کے تمام اعضا اگر درست ہوں تو جسم کبھی تندرست
 نہ کہلائیگا۔ یہ ظاہر ہے کہ جسم کے تمام اعضا جسم کے تندرست رہنے میں مدد
 دیتے ہیں۔ اسطرح ہم بھی چونکہ ایک ہی سوسائٹی کے ممبر ہیں اور ہم سب کو ایک
 ساتھ رہنے کی ضرورت ہے لہذا ہمیں یہی فرض ہے کہ ہم بھی آپس میں ایک
 دوسرے کی امداد کو یوں کیونکہ اگر کسی سوسائٹی کے ممبر فرداً فرداً ایک دوسرے کی
 امداد نہ کریں تو وہ سوسائٹی قائم نہیں رہ سکتی۔ ہر کو لازم ہے کہ کسی شخص کو اس
 خیال سے سزا نہ دیں کہ وہ قصور دار ہے بلکہ اس لئے کہ آئندہ وہ بسا نہ کرے۔
 جو قصور ہو چکے یا جو ہونے والے ہیں اُنکے لئے سزا نہیں دی جاتی۔ غصہ کو قائم

رکنے کا حکم تو شریعت نے ہی نہیں دیا ہے بلکہ اگر ہے تو اسکا کہ جہان تک
 ہو سکے ضبط کیا جائے۔ **وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ**۔ خدا نخواستہ اگر
 یہ قاعدہ مقرر ہی ہو جائے کہ ہر خطا کار اور سہو کرنے والے کو ضرور ہی سزا ملنی
 چاہیے تو تمام دنیا میں ایک شخص ہی یقیناً ایسا نہ ملے گا جس نے سزا
 نہ پائی ہو۔

ظفر آدمی اُسکو نہ بنائے گو ہو کیسا ہی صاحبِ نعم و ذکا
 جسے عیش میں یا وضو نہ ہی جسے طیش میں خوفِ خدا نازا

مکملہ

ہر کو چاہیے کہ غصہ کو ضبط کریں خواہ وہ ہمارے افسر کے کسی فعل کا نتیجہ ہو
 یا برابر والے کا۔ یا ماتحت کا۔ برابر والوں سے لڑنا چاہیے یا نہیں ابھی تک
 اسکی نسبت حکما اور عقلا نے کوئی صحیح راے قائم نہیں کی ہے۔ افسروں سے
 لڑنا حماقت اور مغلوب الغضب ہی ہے۔ اور ماتحتوں سے کمینہ پن۔ یہ نہایت ہی
 ذلیل اور کمینہ شخص کا فعل ہے کہ جو اُسے کاٹے اُسکو وہ بھی کاٹنے کی کوشش
 کرے۔ اگر ہم یہ سوچیں کہ جس شخص سے ہم نے بچ پیدا کر لیا ہے اگر محبت سے
 اُسکے ساتھ رہتے تو کمانٹاک آپس میں ایک دوسرے کو فائدہ پہنچتا۔

قصودات عفو کرنے کے لئے رحمدلی کی ضرورت ہے۔ اگر ہم کسی کا قصود و معاف
 کرنا نہیں چاہتے نہ سہی۔ مگر یہ تو سوچیں کہ اگر ہمارے ساتھ یہی لوگ ایسا ہی
 کریں تو ہر کیا ہو؟ افسوس کتنے مرتبہ وہ شخص خود ہی معافی کا خواستگار ہوا ہے
 جسے اور وہ کو معاف نہیں کیا تھا اور یہی دیکھنے والوں نے دیکھا ہی ہو گا
 کہ جو لوگ عفو و تقصیرات نہیں کرتے تھے زمانہ نے آخر کار انکو انہیں لوگوں کے
 پاؤں پر لا کر لایا۔ جو ان سے معافی کے خواستگار تھے۔ اس سے بڑھ کر تو
 دنیا میں اور کوئی لطف بھی نہیں ہے کہ دشمن کو دوست بنا لیا جاوے۔ اگر کوئی
 شخص تم سے ناراض ہو تو تم اسکو نفع پہنچانے کی کوشش کرو اسکا ملال مندوب
 رفع ہو جائے گا۔ اگر ایک طرف سے ہی سلسلہ اتحاد قائم رہے تو لڑائی ہرگز
 نہ ہو۔ ان جہان مقابلہ کی کوشش کیجاگی وہ ان لڑائی ضرور ہی ہوگی۔ اگر خدا نخواستہ
 ایسا ہی اتفاق ہو کہ دونوں طرف سے چھڑ جائے تو جو خود بخود پہلے بٹ جائیگا
 وہی اچھا رہے گا۔ جو اپنے آپکو غالب سمجھے گا عقلا کے نزدیک تو کیا شہس
 کے نزدیک وہی مغلوب الغضب سمجھا جائیگا۔ اگر تیرا حکم کر کے کوئی شخص تم کو
 مضروب کرے۔ تو تم اسکا پیچھا نہ کرو۔ تمہارے حملہ کرنے سے اسے دو بار
 تیرا حملہ کرنے کا موقع ملیگا۔ اور جب دو طرفہ چلے گی تو اسوقت اگر تم ہٹنا ہی چاہو
 تب بھی ممکن نہ ہوگا۔



نمبر ۹

نیک آدمیوں کو اگر تم سمجھا دو گے تو تم سے وہ خوش ہونگے۔ نصیحت سے
توبہ کار اور شریر ہی ناراض ہوتے ہیں۔ دعوتوں میں لوگوں کے منہ سے
اکثر الفاظ لایعنی اور غیر منذب نکل جاتے ہیں اور مذاق ہی اتنی ملطوالت ہو جاتی
ہے۔ بُری صحبت سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔ شراب پینے کے بعد جو باتیں ایسے
لوگوں کے منہ سے نکلتی ہیں وہ سب بیہودہ ہوتی ہیں۔ شرابیوں کی ظاہری
مناقت اور سنجیدگی محض مصنوعی اور نمائشی ہے۔ دعوت میں اگر کوئی شخص ایسی
جگہ بٹھا دیا جائے جو اسکی شان اور عزت کے مناسب نہیں ہے تو وہ اُس
شخص سے غالباً ناراض ہو گا جو یا تو اُسکے پاس بیٹھا ہے یا جس نے اُسے
مدعو کیا ہے۔ یا اُس سے جو اُس سے بہتر جگہ بٹھایا گیا ہے۔ مگر میری رائے
میں اسکا خیال حماقت آمیز ہے۔ اسکی پروا ہی کیا۔ سنا اور تکیہ کیسی اقتدار
کو بڑا نہیں سکتیں۔ مثل ہے کہ ”صدر ہر جا کہ نشیند صدر است“

نمبر ۱۰

دقتاً وقتاً اگر ہم اُن برائیوں پر نظر ڈالتے رہیں جو غصہ سے پیدا ہوتی ہیں تو ہر کو
کبھی غصہ نہ آئے اور اگر ہم اُس پر مدعا اسکے تمام متعلقات و رینتجون کے کما حقہ غور کریں گے

تو معلوم ہو جائے گا کہ اُسین کس قدر بُرائیاں مین - اگر اور بُرائیوں کے ساتھ ہم
اسکا مقابلہ نہ کریں گے تو اسکے اصلی نقائص کا اکتشاف ہم پر نہ ہوگا۔ اور نہ ایسی حالت
میں پورے طور سے اُس کے متعلق تمام بُرائیوں سے ہم واقف ہو سکیں گے۔
ایک ایماندار شخص جو لالچی نہیں ہے ممکن ہے کہ اُس میں لالچ پیدا ہو جانے سے
لالچی بن جائے۔ مگر تاہم وہ حریصونکے سے بد نما افعال نہ کرے گا۔ غصہ
آتا سب کو ہے مگر سوائے نقصان کے اُس سے فائدہ کیسے کو نہیں ہوتا غضب
عداوت اور کینہ کشی سے بھی غصہ بدتر ہے۔ اگر دو شخص آپس میں بخیرہ اور ناخوش
ہیں تو ایسا ہی انکو ہونا ہی چاہیے ہی عداوت کا نتیجہ ہے کہ غصہ اُن دونوں
کو ہمیشہ ناخوش اور نگین رکھے۔ کینہ - عداوت اور غضب سے
گاہ گاہ ہی خراب نتائج پیدا ہو جاتے ہیں مگر غصہ سے ہمیشہ جو غصہ کو دوست
رکھتا ہے وہ اُس کا دشمن ہے اور اُس شخص کو نقصان پہنچنے سے وہ بہت ہی
محفوظ ہوتا ہے فطرت انسانی میں سب سے ذلیل شے غصہ ہے۔ فطرت
دو شخصوں میں محبت پیدا کرانے کی کوشش کرتی ہے مگر غصہ نفرت فطرت
ایک دوسرے کی ہمدردی کی کوشش کرتی ہے مگر غصہ اسکے برعکس۔
فطرت سے فائدہ پہنچنے کی امید ہوتی ہے اور غصہ سے نقصان کی۔
غصہ کی بنیاد شبہ پر ہے جو بظاہر بہت ہی مضبوط معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں
نہایت ہی کمزور ہے۔ اسلئے کہ جس شخص کی نسبت شبہ کیا جائے ضرور ہے

کہ اُس میں بمقابلہ شبہہ کرنے والے شخص کی کمزوریاں زیادہ ہونگی۔ وہ شخص
 واقعی بہادر ہے جو اپنی کیفیت سے بخوبی واقف ہے اور کسی کو عوض لینے
 کے خیال سے نقصان نہیں پہنچاتا۔ انکو کسی بات کا بیخ ہی نہیں ہوتا۔
 جس طرح سخت اور پتھر پٹی شے پر تیر گلتے ہی پلٹ جاتا ہے اور اُس کے پہل کو
 نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس طرح جب کسی ستمگ اور مضبوط دل پر
 کوئی شخص حملہ کرتا ہے تو آخر کار حملہ کرنے والا ہی لپٹا ہوا اور شرمندہ ہوتا ہے
 جس صدمہ کو دل نے برداشت کر لیا وہ صدمہ کی صفت سے گر گیا اور بمقابلہ
 دل کے وہ بہت ہی ضعیف اور کمزور پایا گیا۔ یہ کتنی بڑی بہت اور تعریف
 کی بات ہے کہ تمام مصائب اور صدمات کو دل برداشت کر سکے۔ اس سے
 اسکے دل کی علو مرتبی ظاہر ہوتی ہے۔ بدلا لینے کا خیال پیدا ہونا گویا رنج
 بیونج جانکی رسید ہے۔ وہ دل جو بدلا لینے کی ترغیب دے اُس کے دون
 ہمتی میں کچھ ہی شبہہ نہیں وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ۔
 وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ لَّمْ يَثْمَلْهَا۔ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ۔ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
 الظَّالِمِينَ۔ ترجمہ اور جو ایسے غیور ہیں کہ جب اُن پر کسی کی طرف سے بجا
 زیادتی ہوتی ہے تو وہ دجا ہی بدلہ لے لیتے ہیں اور بُرائی کا بدلہ ہے ویسے ہی
 بُرائی۔ اس پر بھی جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمہ
 ہے بیشک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تکلیف دو ہی شخص سے پہنچ سکتی ہے زبردست سے یا زبردست سے
 زبردست یکم زبردست کو تکلیف پہنچانا جیسا ہے وہ ظاہر ہے۔ اگر زبردست ہے
 تو اللہ مع الصابرين کا وعدہ تمہاری اشک شوی کر رہا ہے۔

نمبر ۱۱

اس مختصر زندگی کے مختصر زمانہ کو اپنے لئے اور اونکے لئے صلح مگل اور امن پسند
 بنانے کی کوشش کرتے رہو۔ زندگی میں ایک دو سے اس طرح سے
 میل جول رکھو کہ مرنے کے بعد تمہاری موت پر ہر شخص افسوس کرے۔ اس طرح
 جی کہ بعد مرنے کے یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے۔ اپنے مازمان۔ اپنے ہنر
 اور اپنے بادشاہ وقت۔ اور اپنے متعلقین سے کیوں ناراض رہتے ہو
 تو بڑے دن کا معاملہ ہے۔ موت نزدیک ہے۔ اور عنقریب ہم سب کو برابر
 کر دے گی۔ اس بات کی کوشش ہمیشہ کرنا چاہیے کہ اس زندگی کا باقی حصہ
 ہی آرام اور اطمینان سے کٹ جائے تاکہ مرنے کے بعد ہماری موت کی خبر
 سن کر کسی کو مسرت نہو۔ جب بڑی بڑی بد کاریوں کا خوف تکو ہر طرف سے
 گھیرے ہے تو چھوٹی بد کاریوں سے بچنے کی فرصت کمان؛ لڑائی کرنے اور
 پناہ کے لئے مقامات بنانے سے کیا نتیجہ؟ جس سے تم ناراض ہوتے
 ہو آخر کار اسکی حق میں موت ہی کی تو دعا کرتے ہو۔ اگر ایسا نکرو تب بھی ایک نہ ایک

روز اسکا انتقال ہوئے گا۔ بددعا کرنے میں تمہارا وقت اور تمہاری محنت دونوں رائیگان جاتی ہیں۔ جس بات کی تم خواہش کرتے ہو ایک روز وہ خود ہی ہو جائے گی۔ جب تک ہم جامہٴ انسانیت میں ہیں۔ انسانیت سے خارج ہونے کی کوشش جھکو نہ کرنا چاہیے۔ ہم اس طرح سے زندگی بسر نہ کریں کہ شخص جھکو مخدوش سمجھنے لگے ۵

تو چنان زمی کہ چومی سری برہی | نہ چن ان کر تو بمیری برہنہ

فقرات لایعنی۔ صدمہ اور تکلیف ہو بچانے کے خیال ہی سے ہمیشہ متنفر رہنا چاہیے۔ جتنی عالی حوصلگی اس معاملہ میں ہم ظاہر کریں گے اتنی ہی تکلیف اور پریشانی جھکو کم ہوگی۔ اتنی ہی دیر میں کہ مڑ کر کسی دوسری طرف دیکھیں بوت کا آجانا ممکن تو کیا یقینی ہے۔ ہر ایسی زندگی کے لئے اتنے جھگڑے ۵

لئے بہری اذان چلے جب ہوئی نماز | اس عرصہ حیات میں کیا آئی کیا چلے؟

۶۔ تسکین موت

یوسو لس! تمہارے خط سے حسین تم نے اپنے ایک دوست کی موت پر اظہارِ افسوس اور رنج کیا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تمہارا انشا یہ تھا کہ ابھی چند روز اور وہ زندہ رہتا تو بہتر تھا۔ اس خط کو پڑھ کر اسلئے مجھے افسوس ہوا کہ تمہارا دل ہی اس وقت تک انصاف اور اطمینان سے بالکل خالی ہے اور

اور جو بات کہ تمام انسانوں میں نہیں ہے وہ تم میں ہی نہیں ہے۔ انسانوں کے ساتھ انصاف کے معاملہ میں تو میں نے اکثر دیکھا ہے کہ انصاف کرنے کی بہت کوشش کی جاتی ہے اور اُنکے حق میں اکثر انصاف ہی ہوتا ہے مگر خدا کے معاملات میں جیسا کہ انصاف کی ضرورت پڑی ہے تو انسان ہمیشہ غیر منصف ہی۔ ثابت ہوا ہے۔ قسمت کے شاکِ ہم ہمیشہ رہتے ہیں۔ اور جو ان موت کی خبر سنکر ہم فوراً ہی کہہ اُٹھتے ہیں کہ ”ہائے ایسے بھرے شباب میں اُسے موت آگئی سچاے اُسکے فلاں شخص اگلے مرنے والا تھا۔ وہ کجنت قبر میں پادون لٹکا لے بیٹھا ہے مگر اُسے موت نہیں آتی۔ اُسکے جینے سے سب وق ہیں“

یہی سس! ذرا انصاف بنے کرو کہ خدا کو نعوذ باللہ تم اپنا مطیع کرنا چاہتے ہو تو کجا چاہا کہ تم اُسکے مطیع فرمان رہو جب ایک دن مرنا ہے تو جلد مرے یا دیر میں اس سے کیا؟

رہا کر کوئی تاقیامت سلامت	پہر آخر کو مرنا ہے حضرت سلامت
---------------------------	-------------------------------

تک جو طول عمری پسند ہے یا ایسی عمر جو تمہارے فرائض پورا کرنے کے لئے کافی ہو؟ طول عمری خدا کی مرضی پر منحصر ہے اگر کسی طریقہ سے یہ نصیب ہو جائے تو اسکے لئے پریمت کی ضرورت پڑے گی۔ طول عمری اُس وقت تک ابھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہر طرح سے مکمل ہو۔ مکمل سے میرا یہ منشا ہے کہ روح اپنی تمام قوتوں کا اظہار اُس زمانہ میں پورے طور سے کر چکی ہو۔ اسی برس تک اگر کسی نے بیماری

اور سستی میں زندگی بسر کر دی تو ایسے جینے کا کیا نفع؟ اس شخص کی نسبت
زندہ رہنے کا اطلاق نہیں ہو سکتا بلکہ یہ کہ وہ دنیا میں موجود ہے۔ ایسا شخص تجربہ
بہن کی طرح نہ مر گیا بلکہ بچوں کی طرح۔ گود کھینے والے کہیں گے کہ وہ تو انسی سال
زندہ رہا۔ مگر یہ عمر تو اس وقت صحیح مانی جاے گی جب ہم یہ یقین کر لیں کہ موت سے
قبیل جو زندگی اُسے بسر کی ہے وہ مردوں کی طرح نہ تھی بلکہ زندگی کی طرح۔
مگر اسکا یقین آنا بہت مشکل ہے۔ کسی جوان عمر مر جانے والے کی نسبت یہ فرسوا
کیا جا سکتا ہے کہ وہ جوان مرا لیکن اگر اُس نے نک حلال رعایا۔ سچے دوست
اور نیک اولاد کے فرائض کو پورے طور سے ادا کر دیا اور کوئی نقص یا
جرانی کسی قسم کی اُس میں نہ تھی تو گو اُس نے عمر بڑی نہ پائی مگر زندگی اچھی بسر کی۔ جس
شخص کی نسبت تم سمجھتے ہو کہ انسی برس تک زندہ رہا۔ یعنی یہ کہ انسی سال اُس نے
دنیا میں کائے میرے نزدیک یہ زمانہ اُس نے ویسے ہی کاٹا جیسے کہ جنگلی وخت
اتنے عرصے کے بعد یہ بھی تو پُرانے کہلاتے ہیں۔ خدکوا سٹے
ایوسی س۔ اپنی زندگی میں تم ایسے افعال کچھو کہ تمہاری تہذیب کی مانند زندگی
کو مقدار میں کم ہو مگر تہذیب میں بیش بہا۔! پوچھنا اور دیکھنا یہ چاہیے کہ مرنے والے
کے افعال کیسے تھے۔ نیکو شاید معلوم نہیں کہ اُس شخص میں جو ضعیف ہو کر مراد
اُس میں جننے دو تہذیب کی تحقیر کر کے اپنی پاک زندگی کے فرائض پورے
طور سے ادا کر لینے کے بعد نیک نفس اور نیک طہیت ہونے کی شہرت

حاصل کی دونوں میں کیا فرق؟ یہ فرق ہے کہ گواہی الذاکر شخص مرحکا مگر ہنوز زندہ ہے اور اول الذکر گو زندہ ہے مگر مردہ سے بدتر ہے۔ آخر الذکر شخص کی تکو تعریف و توصیف کر کے اُن خوش قسمتوں میں اُنکا شمار کرنا چاہیے کہ جنکو گو زمانہ نے بہت مختصر عمر عطا کی تھی مگر اُسے اُنہوں نے نیکو کاری میں بسر کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کے نور کا عکس پڑ چکا ہے اور جسکے نور کا مشاہدہ ہی اگر اُنہوں نے کر لیا ہو تو عجب نہیں ہے۔ ایسے لوگ معمولی آدمیوں کی طرح نہیں ہوتے وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ کل بھی زندہ تھے۔ کل بھی رہینگے اور پر سون بھی بلکہ ہمیشہ۔ اُنہوں نے اس دنیا کے لطف اٹھائے اور انقلابات زمانہ کے مزے بھی چکھے۔ ایسے لوگوں کی نسبت یہ سوال محض فضول ہے کہ وہ کب تک زندہ رہیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ گو وہ مر چکے ہیں مگر اپنی یاد آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑ گئے۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری زندگی کے افعال خدا قبول فرمائے تو کوئی یقین کرے یا نہ کرے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر میری زندگی کا بقیہ حصہ نذرانہ میں قبول ہو کر مجھے جلد موت آجائے تو میں خوش ہوں اور بہت خوشی سے جان دیدوں! اسلئے کہ میں نے کسی ایسے دن مرنے کے لئے خواہش نہیں کی ہے جس روز کہ میرے تمام ارمان پورے ہو جائیں گی بلکہ ہر ہفتہ کے ہر دن کو میں اپنی زندگی کا آخری دن سمجھتا ہوں یہ سوال کسی شخص سے کیا جانا کہ وہ کب پیدا ہوا تھا یا یہ کہ وہ اپنے آپ کو جوان

سمجھتا ہے یا نہیں فضول ہے اسلئے کہ یہاں اسکے ذاتی معاملات ہیں جس طرح
یہ ممکن ہے کہ پستہ قد آدمی کے سب اعضا صحیح اور تندرست ہوں اور سطح یہ بھی
ممکن ہے کہ کسی شخص کی مختصر سی زندگی بھی نیکو ہو ہی سے مملو ہو۔ عمر نمائشی شے
ہے میں کب تک زندہ رہوں گا یہ محض اتفاقات پر مبنی ہے مگر کب تک میں
اچھے افعال کر سکتا ہوں یہ میرے اختیار کی بات ہے
اور خدا مجھ کو اسکی توفیق دے۔ سوچنے اور دریافت کر سکی
یہ بات ہے کہ جو عمر فسق و فجور میں بسر کرے گا اسکا شمار کس میں ہوگا؟ مجھ کو کوشش کرنا
چاہیے کہ اس زندگی کو میں بسر کروں نہ یہ کہ وہ مجھے بسر کرے۔ اگر مجھے پوچھو کہ کون
شخص دنیا میں سب سے زیادہ زندہ رہا۔ تو میں کہوں گا کہ وہ جس نے اپنی عمر دانی میں بسر کی
جس نے ایسا کیا اُس نے یقیناً سب سے اعلیٰ درجہ کی بات اپنی زندگی میں حاصل کر لی
ایسے شخص کو اسکا فخر کرنا چاہیے اور خدا کا شکر کہ یہ بات منجانب استدی نہ کہ اسکی
کوشش سے حاصل ہوئی۔ اگر اُس نے ایسا کیا تو بہت ہی اچھا کیا اسلئے کہ عیسیٰ
پاک زندگی لیکر وہ دنیا میں آیا تھا اُس سے زیادہ پاک لیکر واپس گیا۔ اُس نے نیکی جنت
ہونے کے لئے اچھی مثال قائم کی اور دکھلا دیا کہ وہ کیسا عالی حوصلہ شخص تھا۔ اگر
اُسکی عمر کچھ اور زیادہ ہوتی تو وہ بھی گذشتہ زندگی کی طرح نیکی سے پُر ہوتی۔ کیا ہماری
یہ عمریں کچھ کم ہیں؟ اس میں دنیا کے راز تو ہم پر منکشف ہو چکے۔ ہم نے جان لیا کہ
خدا اپنی کبریائی سے تمام دنیا پر کس طرح حکومت کرتا ہے۔ سال اپنے مقررہ زمانہ میں

کسطح پورا ہو جاتا ہے۔ فطرت کیسے ان چیزوں کا خاتمہ کر دیتی ہے جو کسی وقت
 میں موجود تھیں اور یہ کہ ان سب موجودات کو ختم کر کے ایک روز اپنے آپ کو بھی وہ
 فنا کر دے گی۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ سیارہ کسطح اپنی قوت سے حرکت کرتے
 ہیں۔ سوا سے زمین کے اور کوئی چیز ساکن نہیں۔ باقی متحرک اشیا کس تیزی کے
 ساتھ گردش کر رہے ہیں۔ ماہتاب کسطح آفتاب کے قریب ہو کر گزر جاتا ہے
 اور کسطح باوجود اپنی سست چال کے تیز چلنے والے آفتاب کو پیچھے کر دیتا ہے
 ماہتاب کسطح گھٹنا بڑھتا ہے۔ رات کسطح ہوتی ہے اور دن کیسے۔ دنیا کی یہ
 باتیں تو ہم جان چکے اسکے بعد ہم اُس مقام پر جائیگے جہاں ان چیزوں کے بدعات صاف
 مشاہدہ کرنا کا موقع ملے گا۔ اور شخص کے نزدیک وہاں کا جانا ضروری ہے۔ خصوصاً
 عقلاً اسکے بہت ہی شایق ہیں اسلئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ نہ اتنا کم پونچنے کا ذریعہ
 یہی ہوتا ہے جو نیک اور عمدہ افعال اس زندگی میں کئے گئے ہیں وہی ساتھ
 لیجانے کے لئے کافی ہیں۔ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس جسمانی حالت میں ہی تو وہ
 خدا سے علیحدہ نہیں ہے اسلئے کہ انکا کوئی فعل اسکی مرضی کے خلاف سرزد ہی نہیں
 ہوا۔ اپنی روح کو اپنی زندگی ہی میں انہوں نے خدا کے پاس بھیجی تھی اور اُسکے
 عوض میں اُسکے نور کی شعاعوں نے اُنکے دلوں کو روشن کر دیا ہے۔ فرض کر لو کہ
 مرنے کے بعد ہر کچھ نہ ہو گا اور انسان فنا ہو جانے کے بعد پھر زندہ نہ ہو گا مگر دنیا کے
 قائم رہنے تک تو یہ کیا جائیگا کہ فلاں شخص کیسا نیکو کار تھا گو وہ اُتنے دنوں زندہ نہ رہا

جتنا کہ اُسے زندہ رہنا چاہیے! افسوس کہ اُس کے صفحہ زندگی میں چند ہی
 سطریں ہیں۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ جتنی ہیں وہ نہایت ہی پاکیزہ اور مفید خلائق۔
 تمہاری راہ میں جو شخص کہ فرنگ سپہ گری کے دکھلانے کا شائق ہے وہ کوقت
 مرنا پسند کرے گا؟ آیا اُس وقت کہ جب وہ اپنے سب کرتب دکھلا چکے یا اُس وقت
 جبکہ اُنکو دکھلا رہا ہو۔؟ کیا دنیا میں لوگ زندگی کے اس قدر شائق ہیں کہ لڑائی کے
 وقت نہیں بلکہ لڑائی ختم ہو جانے پر وہ مرنا پسند کریں گے؟ عیبی میں جانے کے
 لئے ہرگز زیادہ عرصہ کی ضرورت نہیں۔ موت کا گدہ ہر مقام اور ہر راستہ میں ہے
 ہماری توجہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت ہے۔ کیونکہ ایسی بات سے بچنے
 کی کوشش کریں جسکو تجربہ اور یقین نے دکھلا دیا ہے کہ اُس سے بچنا سخت
 غیر ممکن ہی نہیں بلکہ بالکل محال۔

۷۔ مرگِ اِحْبَا

پیارے لیوسی لس۔ تم اپنے دوست فلے کس کے انتقال کی وجہ سے
 بہت ہی پریشان معلوم ہوتے ہو۔ تمہارے والد ہونے کی حیثیت سے
 کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تمہاری اس بجا پریشانی کا اثر مجھ پر پڑتا ہوگا؟ میں تم سے یہ تو نہیں
 کہہ سکتا کہ تمہارے دوست کی موت کا غم کرنا ہی نہ چاہیے مگر یہ ضرور کہوں گا کہ اگر
 اُس کا غم تم زیادہ کمزور تو بہتر ہے۔ گو میں جانتا ہوں کہ ایسے وقت طبیعت پرستقلال

کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ کہ مقدر کی چندان پروا نہیں کرتے وہ بھی تو ایسی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں ضبط کرنے پر بھی اگر اگلی آنکھوں سے دوچار آنسو ٹپک پڑیں تو خیر ایسا روزنا جائز ہے مگر اس سے زیادہ نہیں کسی دوست کے مرنے کی خبر سنے پر ایک آنسو بھی نہ گریے یہ بھی ٹیک نہیں۔ نہ یہ کہ ہر وقت کوئی اُسکے لئے رو یا ہی گے۔ ایسی خبر کے سنے پر آنکھوں سے آنسوؤں کا گرانا ضروری ہے مگر ہر وقت افسوس کرنا غیبر ضروری کیا اس تحریر سے تمہاری رائے میں میں تمکو کسی سخت قاعدہ کی پابندی کرنا چاہتا ہوں؟ یہ بات نہیں ہے۔ تمکو شاید معلوم نہیں کہ یونان کے ایک مشہور شاعر نے رونے کے لئے صرف ایک ہی روز مقرر کیا ہے اور اسکا تذکرہ اُس فقرہ میں ہے جہاں اُس نے فی اُوبئی کے متعلق بیان کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ آنسوؤں کے نکلنے اور رونے کی کیا وجہ ہے؟ آنسوؤں سے ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہمکو اپنے مرحوم دوست سے محبت تھی اور اُسکے لئے ہم رنج کر رہے ہیں۔ اور اس رنج کو مجسم ہم آنسوؤں ہی کی شکل میں دکھلا سکتے ہیں۔ کتنے بڑے افسوس کا مقام ہے کہ انسان اپنے لئے تو افسوس نہ کرے۔ اگر کرے بھی تو اور دن کے لئے! یہ کیسی حماقت ہے۔

۷۔ یونانی دیوتوں کے قصوں کی کتاب میں اس عورت کی نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنی کثیر تعداد اولاد کو پرہیزگار اور نازک اور سنے پالو وغیرہ سے جنگ آزادی کا خیال کر کے انکو جیٹھا شروع کیا نتیجہ ہوا کہ اُسکی اولاد سب قتل کی گئی اور خود پتھر کی عورت ہو کر آج تک اُسکے بیچ میں رد رہی ہے۔

تفریح کی کوئی حد بھی ہے؟ یہ سنکر ممکن ہے کہ تم یہ کہہ بیٹھو کہ کیا میں اپنے دوست
 کو بلا دوں؟ میں بچو اب اسکے یہی کہنوں کا کہ اگر مروج دوست کی یاد اور خدمت تمہارے
 نزدیک خالی رونے سے ہی ہو سکتی ہے اور اسکے علاوہ کسی اور طریقہ سے
 نہیں تو تمہارا رونا ضرور مناسب ہے بلکہ انسب۔ مگر یاد رکھو کہ یاد کرنے کا یہ طریقہ زیادہ
 عرصہ تک بند نہ سکے گا۔ توڑے دنوں رونے کے بعد تم ہر وقت موقعہ ہی ڈھونڈتے
 پھرتے کہ اس کنجش رونے سے کس طرح نجات ملے۔ اور ایسا کوئی موقعہ نہ ملنے
 پر تم سخت پریشان ہو جاؤ گے۔ رہا۔ زمانہ۔ اُسے توڑے بڑے صدمات کو
 مٹا کر چھوڑا ہے۔ اس صدمہ کا کیا ذکر ہے۔ رنج کا خیال چھوڑتے ہی تمہارے
 چہرہ سے اوکی علامات زائل ہو جائیں گی کیا تم رنج اور غم کو ہمیشہ کے لئے اپنے جسم
 میں مقید رکھنا چاہتے ہو؟ اگر تمہاری خواہش ہی ہے تو یاد رکھنا کہ چاہے جس قدر
 سخت تم اُسکی نگرانی کرو ہمیشہ کے لئے اُسکا تمہاری حراست میں رہنا غیر ممکن ہے
 وہ جلد نکلنے کے لئے ہمت ہی خواہشمند ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ کوشش کرنے
 کی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے مروج دوست کی یاد ہو کہ خوش رکھ سکے۔ اسلئے
 کہ رنج دینے والی شے کی یاد زیادہ عرصہ تک کرنے میں طبیعت پریشان ہو جاتی ہے
 اگر یہ غیر ممکن ہو کہ اپنے پھڑنے والے دوست کی یاد رنج کے بغیر نہ ہو سکے تو غیر مجرب
 مختصر سے رنج کرنے میں ہی ایک قسم کا حرام ہے حکیم اینٹیلس ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ مجھے
 اپنے متونی دوست کی یاد میں جو رنج کی تلخی معلوم ہوتی ہے وہ ویسی ہی مزیدار ہے

جیسی کہ سب کی ترشی یا پڑپانی شراب کی تیزی ۷ اور اس تلخی یا تیزی کے رفع ہو جانے کے بعد جو لطف اور مزہ آتا ہے اُس کا کیا کہنا! اگر ہم یہ تصور کریں اور اس خیال پر قائم ہی رہیں کہ ہمارے مرنے والے احباب ہم سے زیادہ لطف اور امن کی جگہ پر پہنچ گئے ہیں تو فی نفسہ یہ خیال ہی حکو بشارتِ محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہوگا۔ بقول بعض حکما کے ایسے دوست کی یاد سے حسین رنج کی چاشنی نہو کچھ لطف نہیں غالباً اٹھکایہ خیال اسوجہ سے ہوگا کہ جس چیز میں ذرا سی ہی حر پر اہٹ نہیں وہ لذیذ نہیں ہوتی۔ مگر میری رائے اس کے برعکس ہے مجھے تو اپنے مرحوم دوستوں کی یاد بہت ہی لطف دیتی ہے۔ اسلئے کہ جب تک وہ زندہ تھے اس خیال سے اُنکو عزیز رکھتا تھا کہ کہیں مجھے علیحدہ نہو جائیں اور اب جبکہ وہ مجھے علیحدہ ہو گئے ہیں تو اُنکی یاد مجھے یہ یقین دلاتی ہے کہ وہ میرے پاس ہیں اور اب کبھی مجھے علیحدہ نہو سکیں گے۔ پیارے ایسی بس اب دونوں مقولوں میں سے جس مقولہ کو تم پسند کرو اُسکے مطابق عمل کرنا تمکو لازم ہے مگر ہر حال میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کبھی نہ کرنا۔ اور نہ اوسپر بیوہ اور جوئے الزام لگانے کی کوشش کرنا۔ کچھ شبہ نہیں کہ اوسنے تم سے تمہارا عزیز دوست چھوڑ دیا مگر یاد تو کرو کہ دیا ہی تو اُسی نے تھا۔ احباب سے زیادہ محبت نہ کرنا چاہیئے اسلئے کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ ہمارے کب علیحدہ کر لئے جائینگے۔ اگر ہم اس امر پر غور کریں کہ کتنی مرتبہ اپنی ضروریات کی وجہ سے وہ

ہم سے کتنے کتنے عرصہ تک علیحدہ رہے۔ کتنے عرصہ تک دور دراز سفر میں رہے۔
 یا جبکہ ہم درود و دونوں ایک ہی مقام میں تھے تاہم کتنا کم ایک دوسرے سے ملتے
 تھے اگر ان تمام دونوں کو جو اس طرح ہم میں اور ہمارے احباب میں علیحدگی رہی ہم جمع کرتے
 تو معلوم ہو جائے گا کہ برسوں آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔
 تو کیا یہ تعجب اور افسوس کا مقام نہیں ہے کہ جب تک یہ مرنے والے دوست زندہ
 رہے ہمیں کبھی اُن سے اُس عنایت اور شفقت اور محبت کا اظہار نہیں کیا جسکے
 لئے آج اُنکے مرنے کے بعد اُنکے لئے رونے بیٹھے ہیں اور محبت سابقہ کے
 اظہار کے لئے آج موٹے موٹے آنسو گراتے ہیں تاکہ دیکھنے والے دیکھیں کہ
 ہکمو اُن سے کس قدر محبت تھی۔ افسوس! اس طریقہ سے اپنے اظہار رنج کے لئے
 گویا ہم شہادت پیدا کرتے ہیں!!۔

اسپتہ اُن دوستوں کے ساتھ جو زندہ ہیں آج جو کچھ ہمارا برتاؤ ہے وہ ظاہر ہے۔
 ہم انکا مذاق اڑاتے ہیں۔ اُنکی بُرائیاں کرتے ہیں اور بُرائیوں کے ساتھ غیبت
 اور عیب بھولی بھی۔! جسکے یہ معنی ہیں کہ گویا وہ ہمارے مرحوم دوستوں کی طرح کاڑھے
 اور ناپائیدار دوست نہیں ہیں۔ دوست ہونے کی حالت میں تو یہ کفرانِ نعمت اور
 کسی دوست کے نہونیکی حالت میں تو خدا کے شاکلے پر ہر کہنے اُس سے زیادہ اپنا نقصان
 کر لیا یعنی یہ کہ اُس کے گنہگار ہو گئے۔ مان لیا جائے کہ مقدر نے مجھے ہمارے
 ایک راجع دوست کو جدا کر دیا مگر ہنسے بھی تو کچھ نہیں کیا ایک کے بعد دوبارہ پھر کسیکو

ولیسادوست پہچانہ بنا سکے۔ اصل یہ ہے کہ جب ایک ہی شخص کے ساتھ کامل طور پر ہم محبت کا برتاؤ نہ کر کے تو دوسرے کے ساتھ کیونکر ممکن ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس ایک ہی انگڑکھا سوا دروہ چوری جائے تو دوسرے بنا نے اور جسم کے ڈانکنے کی فکر کرنے کے بجائے اگر اسی کے لئے وہ روتا پھرے تو تمہاری رائے میں کیا وہ احمق نہیں ہے؟ جس سے تگوسپی محبت تھی وہ تو زمین میں مدفون ہو چکا اب دوسرے کی ضرورت ہے جس کے ساتھ اسی سچے دل سے محبت کیجاوے مردہ دوست کے لئے روے جانا اور دوسرے کی فکر نہ کرنا بہت ہی خراب بات ہے۔ یسوی لس۔ یہ نصاب جو میں تگوتحریر کر رہا ہوں کچھ شبہ نہیں کہ نئے نہیں ہیں مگر پُرانے ہونے کے خیال سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ میں انکی تحریر سے باز رہوں جن لوگوں کو سید طرح تسکین نہیں ہوتی زمانہ انکو تسکین دے کر ہی مانے گا۔ سبھدار شخص کے لئے یہ کیسی شرمناک بات ہے کہ تم غلط کرنے کی ترکیب بجز تنگ نہ لانا مجبور اصر کر کے اور کوئی نہ ہو!

ہمارے بزرگوں نے بیوہ عورتوں کے لئے سوگ کا زمانہ ایک سال کا مقرر کیا ہے۔ اسکے پر معنی نہیں ہیں کہ اتنے زمانہ تک ضرور ہی سوگ کیا جائے بلکہ یہ کہ اس سے زیادہ بچ کرنا جائز نہیں مردوں کے لئے کوئی میعاد اسلمی مقرر نہیں کی کہ انکے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہو سکتی تھی۔ قاعدہ ہے کہ جس فعل کے کرنے سے انسان باز نہیں آتا زیادہ عرصہ تک وہ اُسکو کر ہی نہیں سکتا!۔

وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کی نعلش کے پاس سے ٹالی نہیں ملتیں تہیں انہیں سے ایک کو بھی بتلا دجنے اُسکے جلنے کے بعد پورے ۳۰ دن ہی غم کیا ہو!! تازہ صدر پر ہر شخص ہمدردی کرتا ہے مگر صد مومن کے پڑانے ہو جانے کے بعد ان مبتلا یا ان غم پر سنہری آتی ہے اور اُنکا مضحکہ اُڑایا جاتا ہے اسلئے کہ ہمیشہ غم کرنا یا تو حماقت کی نشانی ہے یا مصنوعی ہونکی۔ لیوہی لس۔ یہ باتیں مین تکو اس وجہ سے تحریر کئے دیتا ہوں کہ جب تمہاری ہی عمر میری تھی تو میرے بھی ایک عزیز دوست اینس میری نس نے انتقال کیا تھا۔ اُسکی موت کا غم مجھے اسقدر ہوا تھا کہ لوگ مجھے مذاق مین رنج مجسم کہا کرتے تھے۔ مگر اب جو غور کرتا ہوں تو اپنی اس حرکت سابقہ پر مجھے خود افسوس آتا ہے۔ میرے اسقدر بچ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اولیٰ وہ بتنا بلکہ میرے جوان تھا دوسرے میرا خیال تھا کہ مرنے والے بحساب پیدائش مرا کرتے ہیں۔ افسوس کہ اس سے پہلے مین نے اسپر کبھی غور نہیں کیا تھا کہ وہ مجھے پہلے مر سکتا تھا ورنہ میرے خیالات ایسے زیورہ نہ ہوا اول اول اس معاملہ مین مقدر نے نا تجربہ کار پاکر وہو کہ مین میرے اوپر اپنا وار کر لیا۔ مگر اب مجھ پر بخوبی روشن ہو گیا ہے کہ تمام چیز مین دنیا مین غالی مین ملکہ کیک ستا یہ بھی کہ کسی شے کے فنا ہونے کا وقت بھی کسیکو معلوم نہیں ہے۔ جس امر کا ہونا ہر وقت ممکن نہ تو کیا آج اُسکا ہوجانا غیر ممکن ہے۔ عزیز لیوہی لس۔ مگو یکہ بھی زراموش نہ کرنا چاہیے کہ جہان اپنے دوست کے جانے کا آج تم غم کر رہے ہو وہ ان تکو بھی توکل یا پرہون یا کسی روز جانا ہے اور اگر عقلا کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ہمارے لئے

وہاں مقاماً عمدہ عمدہ بنائے گئے ہیں تو جس شخص کی نسبت ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مرکر
فنا ہو گیا وہ اسوجہ سے نہایت ہی خوش قسمت ہے کہ ہم سے پہلے اُن عمدہ مقامات
پر پہنچ کر انہیں قابض ہو گیا۔

۸۔ ضعیفی کی تسکین

میں اپنے باب میں جس بات پر اب غور کرتا ہوں تو اُس سے ضعیفی ہی کے
آثار پائے جاتے ہیں۔ توڑا زمانہ گزرا کہ میں اپنے فلان دیہات والے مکان
میں جا کر ٹھہرا تا جو شہر سے نزدیک ہے۔ اُسکی روزانہ مرمت کا خرچہ دیکھ کر ایک روز
میں نے کارندہ سے پوچھا کہ باوجود اسقدر صرف کے مکان ایسا بے مرمت کیوں
ہے؟ اُس نے کہا کہ اس میں میرا قصور ذرا ہی نہیں۔ اسکے درست رکھنے میں حتی المقدور
میں نے کمی نہیں کی مگر عمارت چونکہ چرائی ہو گئی ہے اسلئے میرا بس نہیں چلتا۔
مجھے یہ سن کر نہایت سخت تعجب ہوا اس لئے کہ اُس مکان کو خود میں نے ہی بنوایا تھا
لیہوسی لس۔ اب تم میری عمر کا اتنا زہ کر سکتے ہو جبکہ میرے وقت کے تہر اور میرے
سامنے کی بنی ہوئی اینٹوں میں اسقدر کنگلی آگئی ہو! اُسکی اس بات سے متاثر ہو کر
میں چپ ہو رہا اور مکان اور باغیچے کے متعلق اور باتوں پر خفا ہونے کا موقعہ تلاش
کرتا رہا۔ درختوں کے پاس جا کر میں نے کارندہ سے کہا کہ دیکھو انکے پتے یکسے
خشک ہو رہے ہیں۔ شاخیں ہی کھلائی ہوئی ہیں اور انکے تنہ پر مٹی اور غلیظ لگا ہوا

ہے۔ اگر کوئی ذی سہی فکر ہوتی تو انکی حالت ایسی ہوتی۔ تمکو چاہیے تھا کہ اسکے چاروں طرف
گنڈا کودو اور پانی بہا دیتے۔ اُسنے میرے ہی سر کی قسم کھا کر کہا کہ میں یہ سب باتیں
کر چکا ہوں گردوغون کے پڑانے ہو جانے کی وجہ سے میری کوئی تدبیر کر نہیں سکتا
درغون کو پڑانا کہنے پر مجھے یاد آگیا کہ میں نے ہی تو انہیں لگائے تھے اور انہیں
پہلے اور پتیاں میرے ہی سامنے آئیں تھیں! دروازہ کی طرف مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا
کہ ایک نہایت ہی ضعیف العمر شخص مردہ کی طرح پڑا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ
شخص کون ہے اور کہاں سے آیا۔ اُس سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ اسے
شخص تجھے ایسی زندگی سے کیا مڑا رہا ہے کہ نیش کا ایک بوجہ اور اپنے اوپر
لئے بہتا ہے؟ بجواب اسکے اُسنے کہا کہ کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں
فلیسیو ہوں جسکے پاس بچپن میں تم بیٹیکر اپنے کملوڈون سے کھیلا کرتے تھے
میں تمہارے ساتھ کھیلا ہوں اور تمہارے کا زندہ فلاسی ٹس کا لڑکا ہوں
میں نے غور سے دیکھا تو وہ بالکل ضعیف ہو گیا تھا۔ ہنسکر میں نے اوس سے
کہا کہ تُو دو بارہ بچے ہو گئے۔ تمہارے مُنہ میں تو ایک دانت ہی نہیں رہا اور اسکے
بعد ہنسی میں یہ بات ٹل گئی۔ لیوسی اس اگر بچ پوچھو تو مجھے اپنی ضعیفی کی
یہ حالت اس مکان اور اس باغچہ نے یاد دلا دی۔ لہذا اس ضعیفی سے مجھ کو اب
اُنس اور محبت کرنا چاہیے۔ اگر ہم لوگ چاہیں تو عمر کے اس حصہ سے بھی لطف
حاصل کر سکتے ہیں۔ سیب میں جب تک کہ خوشک نہیں ہوتا یعنی پید ا ہی نہیں ہوتی۔

بچنے کا لطف اُس زمانے کے ختم ہو جانے کے بعد ہی آتا ہے۔ شرابیوں کو
 اُس کے آخری جام کا پھلا گھونٹ ہی جو نشین چور کر کے دینا اور ماہیما سے اُنہیں چیخ کر دیتا
 ہے بہت ہی مزادیتا ہے۔ جو چیز زیادہ مزیدار ہوتی ہے مُنہ کا ذائقہ دست کرنے
 کے لئے وہ بعد ہی کو کمانی جاتی ہے۔ گذرنے والی عمر اُسے زیادہ اچھی معلوم ہوتی
 ہے کہ ابھی وہ بالکل بے مصرف نہیں ہوئی ہے۔ اُس شخص کی عمر ہی جو قبر میں پاؤں
 لٹکائے بیٹھا ہے مسرت سے خالی نہیں۔ اُس کے لئے یہی ایک مسرت کیا
 کم ہے کہ اُس کے بعد ہر کسی شے کی ضرورت اُسے نہوگی اور نہ وہ کسی کا محتاج ہوگا۔
 اپنے جسم کو ہر قسم کی حرص اور ہوسوں سے پاک دیکھ کر ہر ایسے شخص کو کتنی بڑی خوشی
 کا موقعہ ہے! یوتی لس۔ ممکن ہے کہ تم بیان پر یہ کہو کہ ضعیف العمری کیا خاک
 اچھی ہے جس میں موت سے ہر وقت کا سامنا ہے! اگر ب سے پہلے تم مجھے
 یہ تو بتا دو کہ موت کسکے لئے نہیں ہے؟ جوان آدمیوں کو اُس کا خوف ویسا ہی ہے
 جیسا کہ بڑھوں کو۔ اُس لئے کہ عمر کے لحاظ سے ہر لوگ نہیں مرتے۔ ضعیف سے
 ضعیف عمر والا شخص بھی چاہتا ہے کہ ایک دن اور وہ زندہ رہ جائے کیونکہ ایک
 دن بھی تو زندگی کا کوئی نہ کوئی حصہ ہے اور انہیں حصوں سے ملکر ہماری یہ عمر بنتی
 ہے۔ اس عمر میں بہت سے دائرہ ایک دوسرے کے اندر ہن اور سب سے
 بڑا دائرہ وہ ہے جسے زندگی سے موت تک کے زمانہ کو گیر کہا ہے۔ اُس سے
 چوٹا دائرہ وہ ہے جسکو زمانہ شباب کہتے ہیں اور اس سے چوٹا لڑکپن کا۔ دنوں کے

ضرب دینے سے سال بچاتے ہیں اور یہ حاصل نازب ہی تو ہماری ”زندگی“ ہے۔ سال کے دائرہ میں مہینے شامل ہیں اور مہینوں میں دن۔ جو عمر کا نہایت ہی قلیل زمانہ ہے۔ دنوں کا آغاز ہوتا ہے اور اختتام۔ جو دن ختم ہو جائے تو اسکی نسبت مہینہ جتنا چاہیے کہ ہماری عمر کا شاید وہ آخری دن تھا۔ اور اسکو اس یقین کے ساتھ ختم کرنا چاہیے کہ سب سے اچھا حصہ زندگی کا وہی ہے۔ اگر دوسرے روز ہی ہم زندہ رہ گئے تو ہمکو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ یہ دوسرا دن ہی اسطرح اور اسی خیال کے ساتھ جسے کاٹ دیا اُسے گویا دل پر پوری فتح پالی اور ہر ایسا شخص نہایت ہی خوش نصیب ہے۔ ”میں آج بھی زندہ رہا! علی الصبح یہ سمجھ کر پانگ پر سے جو شخص اٹھے گا وہ ضرور وہ دن نلوکاری میں صرف کر لے گا۔

لیوی سس۔ اب میں اس خط کو ختم کرتا ہوں۔ تم کو گے کہ والد کا خط آیا تو۔ مگر خالی خولی!! نہیں بالکل خالی نہیں ہے۔ اسکے ساتھ ”کچھ نہ کچھ“ ہے۔

”کچھ نہ کچھ“ میں نے ناحق کہا اسکے ساتھ تو ”بہت کچھ“ ہے۔ اس خط کے

یہ فقرات ہی کہ ”کسی شے کا طلبگار بننا بہت بُرا ہے اور نہ کسی شے کی امید میں ہر وقت رہنا چاہیے۔ اپنی زندگی انسان کو آزادی سے بسر کرنا چاہیے جبکہ طریقہ

یہی ہے کہ کسی کا پابند نہ رہے اور نہ محتاج۔ اگر کوئی ایسا کرنا چاہے گا تو اُسکے لئے چارہ نظریہ راستے کھلے لینگے۔ اگر اپنے کوئی عمل کرے تو یہ باتیں دنیا کی ہزار ہا نعمتوں سے بڑھ کر ہیں۔ یہ کہتے بڑے شکر کا مقام ہے کہ کوئی شخص زندہ

رہنے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا اور اُس پر یہ آزادی کہ اپنی ضرورتوں کو دبا دینا یا کم کر دینا ہر شخص کے لئے جائز قرار دیکر اُس کے اختیار میں دے دیا گیا۔ شاید تم کو کہ یہ قول ”اپنی کیورس“ کا ہے میرا نہیں۔ مگر ٹکو اس سے کیا مطلب کہ میرا قول ہے یا دوسرے کا۔ اگر سچا ہے تو میرا ہی ہے اس لئے کہ ”اپنی کیورس“ کے اس قول کو امانت رکھ کر تم تک پہنچانے والا اور اُس کے متعلق تم میں جوش پیدا کر دینے تو میں ہی ہوں۔ وہ لوگ جو بزرگون کے اقوال پر بلا خیال اسکے کہ وہ کس کا قول ہے عمل کر نیکو تیار ہیں اُنکو اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ جو اقوال زبان زد خاص و عام میں وہ ضرور سچے۔ عمدہ اور مستند ہیں۔

نمبر ۹

تعلیم و تربیت اولاد

(۱)

اولاد کی تعلیم اور تربیت کا خیال شروع ہی سے رکنا مناسب بلکہ انب ہے مگر طریقہ تعلیم و تربیت نہایت ہی مشکل شے ہے۔ اس امر کا لحاظ نہایت ضروری ہے کہ بچوں کے مزاج میں غصہ اور کاہلی اور بزدلی پیدا نہ ہونے پائے۔ ایک بڑی وقت یہ ہے کہ جن باتوں کے لئے بچوں کو سزا ہنایا جیسے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنا مقصود ہونا ہے بعض وقت اونہیں زیادہ فرق نہیں ہوتا اور کسی بدیہی

فرق کے ہونے سے ہوشیار آدمی بھی بسا اوقات غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ تعریف
 سے بچون کا دل بڑھتا ہے اور دہرکانے سے وہ سست اور زول ہو جاتے ہیں
 زرا اسی ہی تعریف کر دیجئے اور ہر دیکھیے کہ اُنکے دلون کی کیا کیفیت ہوجاتی ہے
 خوشی سے شگفتہ ہو کر سیکڑون اسیدین اونین سماجاتی ہیں۔ مگر اسکے لئے احتیاط
 کی ہی ضرورت ہے اسلئے کہ یہی خوشیاں اور اسیدین بچون کو غصہ در اور شوخ
 ہی کر دیتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اُنکی تربیت مناسب طریقہ سے کریں۔ ایسی۔
 کہ اُنکی حالت دونوں کے مین بین رہے گھوڑے کو بعض وقت جس طرح کاٹنا مار کر
 تیز کرنا پڑتا ہے وہی طریقہ بچون کے زوم دلون کے ساتھ برتنا چاہیئے تاکہ خراب
 اور بُری باتیں اونین جاگزین نہ ہونے پائین اور اگر ہو گئی ہوں تو نکل جائیں۔
 عاجزی سے مانگنے کا اُنکو عادی نہ ہونے دینا چاہیئے۔ منع کرنے پر بھی اگر باز
 نہ رہیں تو شے مطلوبہ اُنکو ہرگز نہ دیجائے۔ اونپر ظاہر کر دینا چاہیئے کہ جو شے اُنکو
 دیجاتی ہے یا دیجائے گی اُسکے پانے کے وہ مستحق ہیں اس لئے کہ اُنکے
 عادات اور خصائل چھہ ہیں اور یہ کہ آئندہ بھی ویسے ہی اچھے رہیں گے۔ ہکو خیال
 رکھنا چاہیئے کہ ہمارے بچے محنت کرنے میں اپنے سانیون کے برابر ہوں اور
 یہ کہ اُنکے ساتھ وہ بے لطفی سے پیش آئیں۔ اپنے جن ہم مکتبون سے اُنکو
 اپنے سبق کے متعلق بحث کرنے کی ضرورت پڑے اُن سے اُنکو بے تکلف
 رہنا چاہیئے۔ اسکی سخت احتیاط چاہیئے کہ نقصان پہنچانے کا خیال اُنکے دلین

پیدا ہونے پائے تحمل اور بردبار کیے عمدہ نتیجہ سے اوٹ مکتوح کر دینا والدین کا فرض ضروری ہے
 اگر وہ کوئی اچھا اور قابل تعریف فعل کریں تو انکو آگاہ کر دینا چاہیے کہ اسکی وجہ سے
 انکو فخر اور ناز کرنا مذہباً ہے۔ اسلئے کہ سنجی کرنے والا ہمیشہ مغرور اور خود سرتاب
 ہوا ہے۔ انکو تغیر کی ضرورت ہے مگر ایسی کہ جس سے وہ است اور کابل
 اور عیش طلب ہو جائیں۔ - دلار - اور پیار کے ساتھ تعلیم دینے سے طبیعت
 میں غصہ پیدا ہوتا ہے اور غصہ سے خود سری اور آزادی - جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے
 کہ بچے خود مختار ہو کر آوارہ مزاج اور خراب خستہ ہو جاتے ہیں۔ وہ صاحبزادے
 جو اپنی ہی ضد کہنے کے عادی ہو گئے ہیں یا جنگلی آنکھوں سے انکی مائیں اپنی ہی
 چادروں سے آنسو پاک کیا کرتی ہیں - نیز وہ بھی جو استاد اپنی مرضی کے موافق
 تلاش کیا کرتے ہیں - یہی وہ صاحبزادے ہیں جو آئندہ کسی صدمہ کو استقلال
 سے برداشت نہ کر سکیں گے - غصہ غریبوں کو تو نہیں آتا اگر آتا ہے تو نہیں
 کہ جو اپنے آپ کو امیر سمجھتے ہیں - یا شریف یا حاکم - غصہ ہی ایسے لوگوں کی
 دماغی حالت - انکی نخوت اور انکے چھوڑے پن کو ظاہر کر دیا کرتا ہے -
 خوشامد خورے دو ہمت مند و لوگوں غصہ ورنہ بنا دیتے ہیں - اور یہ کہ کہہ کر کہہ "بھلا اس
 شخص کی کیا مجال تھی کہ آپ کو ایسا جواب دیتا - مگر اپنے تو خود اپنے آپ کو
 ایسا ذلیل کر رہا ہے - کمان آپ اور کمان وہ" انکو خود سربہی کر دیتے ہیں -
 اور سچ پوچھو تو یہ خوشامد ایسی ہی بڑی چیز ہے جسے بڑے بڑے عقلمندوں کو

بھی بیوقوف بنا کر چھوڑا۔ ایسے خوشامدیوں کو بچوں کے قریب بھی نہ جانے دینا چاہیے اسکی بڑی اہمیتا چاہیے کہ اُنکے کانوں میں بجز حق بات کے کوئی اور آواز نہ پڑنے پائے بزرگون کا خوف۔ ادب اور لحاظ کرنا اور اُنکی تعظیم و تکریم اُنکا پہلا فرض ہونا چاہیے۔ جس شے کے لئے وہ ضد کریں وہ اُنکو ہرگز نہ دیکھے اگر وہ نے پر ہی کسی چیز کے دینے سے انکار کر دیا گیا ہے تو خاموش ہو جائیکے بعد اگر وہ بد بجائے تو مضائقہ نہیں۔ اپنے والدین کی دولت مندی سے اُنکا آگاہ ہو جانا اثنائاً نہیں ہے جتنا کہ بحالت بچپن اُس دولت سے اُنکا مستفید ہونا۔ شہرت یا بدمعاشی پر اُنکی گوشمالی کرنا یا اُنکو سزا دینا نہایت ضروری ہے۔

(۲)

یہ نہایت ضروری امر ہے کہ بزرگون کے لئے ملازم اور اُستاد ایسے تجویز کیے جائیں جو شریف النفس اور امن پسند ہوں اسلئے کہ جو شے نرم اور نازک ہوتی ہے وہ اپنے سے نزدیک والی شے کا اثر جلد قبول کر لیتی ہے۔ اور اسیکے ساتھ نشوونما پا کر آخر کار دیسی ہی ہو جاتی ہے۔ تجربہ بین آیا ہے کہ بڑے ہو جانے پر صد بچوں سے وہی عادتیں ظاہر ہوئیں جو اُنکی ماں اور اُستادوں کی تھیں۔ ایک بچہ جو حکیم افلاطون کے پاس تعلیم پاتا تھا مکان واپس آنے پر اپنے باپ کو ایک شخص پر غصہ کرتے دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ ”یہ عجیب بات ہے میں نے افلاطون کو کسی پر غصہ کرتے کبھی نہیں دیکھا“ مگر مجھے پورا یقین ہے کہ

کہ اس واقعہ کے بعد بقابلہ افلاطون کے اُس نے اپنے باپ ہی کی عادت کا
 تتبع کیا ہوگا۔ بچوں کی غذا ہمیشہ نرم اور زود ہضم ہونا چاہیے۔ اور پیتے کے
 کپڑے صاف اور سادہ۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جس بچہ کو شروع ہی سے
 اُسکے ہم طبقوں کے برابر کہا گیا ہو اُن سے بعد کو وہ کسی امر میں کسی وقت
 شرمانے کا نہیں۔

نہنہ

فرق رکھنا کہہ دوسرے میں نہ کچھ اسلام نے | اتنے برابر فقہ و کسوت میں آقا اور خدّم

نو کروں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ ہونا چاہئے

لیوسی لس۔ تمسے ملکر جو لوگ یہاں آئے ہیں انکی زبانی مجھ کو معلوم ہوا ہے
 کہ اپنے نوکروں سے تم بہت بے تکلفانہ برتاؤ رکھتے ہو یہ سب تکبر مجھے نہایت
 خوشی ہوئی۔ تمہارا یہ فعل منہی بہ احتیاط و ہوشیاری ہے اور نہایت ہی اچھا۔
 سچ پوچھو تو وہ نوکر نہیں ہیں بلکہ ہماری طرح آدمی ہیں۔ اور اُس شخص اور اس خاندان
 کے جبین وہ نوکر ہیں ہاتھ پاؤں ہیں۔ انکو ملازم نہ سمجھنا چاہیے بلکہ ایسے
 اطاعت گزار دوست جو اپنے دوست کی اطاعت کرنے کو اپنا فرض سمجھتے ہیں
 تم میں اور انہیں کچھ بھی فرق نہیں ہے اسلئے کہ مشیت کا حکم تیرا اور اوزیر کیساں اثر
 رکھتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوتا ہے کہ دنیا میں اسے ہی لوگ ہیں

جو اپنے ملازموں کے ساتھ بیٹھ کر کمانا کمانا پسند کرتے ہیں اسکی وجہ غالباً وہی
 قدیم رسم ہے کہ آقا کے سامنے جب تک کہ اُنکے کُل ملازم دست بستہ
 حاضر نہ رہیں اُنکو کمانا ہضم ہوتا ہی نہیں۔ کہانے میں چاہے جس قدر وہ بے حیاطیا
 کریں مگر سبکی مجال ہے جو زبان کہول سکے۔ زبان کھلی نہیں کہ جو تہ لات موجود
 اگر خدا خواستہ کہیں کہانسی۔ چینیک یا بچکی آگئی تو گویا قیامت ہی آگئی۔
 اُنکے بولنے سے گویا خاموشی کا لطف جاتا رہتا ہے۔ اُنکے نزدیک نوکروں کا
 فرض ہے کہ ہو کے پیاسے تمام دن اور رات ہاتھ باندھے حاضر رہیں یہی ملازما
 جسکا منہ اسطرح بند کیا جاتا ہے پٹیدہ پیچھے اپنے اپنے آقا کی بڑایان کرتے ہیں
 اور جو کچھ جی میں آتا ہے بکتے ہیں۔ بخلاف اسکے وہ ملازمان جو اپنے آقا دن
 کے سامنے بٹا کھٹ بات چیت کر لیتے ہیں۔ مشورہ اور صلاح دینے کی جہنم
 عزت حاصل ہے۔ یہی وہ ملازم ہیں جو اپنے مالکوں کے لئے جان سے بھی
 دریغ نہیں کرتے اور تمام آفات میں سینہ سپر رہتے ہیں۔ دعوتوں اور جلسوں وغیرہ
 میں ان لوگوں کا بھی جی ہنسنے اور بولنے کو چاہتا ہو گا مگر بیچارے کیا کریں جب
 بولنے ہی پائیں۔ اُنکے ساتھ اسطرح کا بیوہ برتاؤ کبھیانے سے وہ ہماری جان
 کے دشمن بنجاتے ہیں۔ پُرانی مثل ہے۔ کہ ”جتنے ذکر اُتے ہی دشمن“۔
 وقت ملازمت تو وہ ہمارے دشمن نہیں ہوتے مگر جب کو ہو جاتے ہیں اُن کو وہ
 وہ مغلفات گالیان و بجاتی ہیں جسکو جانوروں کی نسبت استعمال کرنے سے بھی

مار ہونا چاہیے کھانا کھانے کے لئے دسترخوان اور میزوں پر جب یہ لوگ بیٹھے
 ہیں تو تنوک اور کھار کے لئے اوگالداں لئے ہوئے ایک نوکر کو حاضر رہنا چاہیے
 دوسرا دسترخوان پر سے فضلات صاف کرنے کے لئے۔ اور تیسرے کی
 ضرورت اسلئے ہوتی ہے کہ عمدہ طور سے ران کے کباب اور مرغ مسلم وغیرہ
 پکائے کیسا بنصیب وہ شخص ہے جو مرغ۔ چڑیوں۔ مرغابیوں کو صرف بیچ اور صاف
 کر کے پکانے کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے اور اس سے زیادہ بد نصیب وہ
 شخص ہے جو زبان کے ذائقہ کے لئے ان چیزوں کا پکانا سیکھنا یا سکھانا
 جائز رکھے۔ اسکے علاوہ ملازموں کی اس لئے بھی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ زنانہ
 کپڑے پہن کر ساقی کا کام کریں اور اسلئے ہی کہ مسخرہ بکر ہنسیں اور ہنسائیں۔ ان
 میں باورچی خانہ کے ملازم بھی شامل ہیں جنکا اس امر سے واقف ہونا نہایت ضروری
 ہے کہ اُنکے آفاکس قسم کا پلاؤ یا گوشت رغبت سے کھاتے ہیں۔ نیز وہ کس
 کھانے سے زیادہ خوش ہوتے ہیں یا یہ کہ انکا معدہ کس قسم کی غذاؤں کو قبول
 کر کے جلد مضم کر سکتا ہے اور روزانہ کس وقت کھانے کا معمول ہے کیسے تعجب
 کی بات ہے کہ ایسے ملازمان کے ساتھ ہی جو اپنے آقاؤں کے اتنی ذرا
 ذرا سی باتوں سے کما حقہ واقفیت رکھتے ہوں اُنکے آقا کھانا کھانا پینے پینے
 یہ امر کبھی سوچتے ہی ہیں کہ یہ لوگ جو ملازم کھاتے ہیں کیا کسے اور دوسرے
 طریقہ پر پیدا ہوئے ہیں۔ کیا وہ۔ ہوا جس سے اس سانس لیتے ہیں انکے سانس

لینے کے کام میں نہیں آتی۔ یا یہ۔ کہ بخلاف انکے دو سکرٹریز پر وہ زندہ رہتے اور مرتے ہیں۔ غور کرنے سے ان ملازمان میں ویسی ہی شرافت پائی جائیگی جنکی کہ انکے آقا مدعی ہیں اور ان آقاؤں میں وہی کمینہ پن پایا جاوے گا جسکے لئے یہ ملازم بدنام ہیں۔ بلکہ نیری کے زمانہ انقلاب میں کتنے مجسٹریٹ بلکہ اس سے بھی بڑے لوگ بھی جنکو مجلس شوری میں داخل ہونے کی امیدیں تھیں تباہ اور برباد ہو کر بھیڑوں کے گٹھ کی حفاظت اور دروازہ کی پاس بانی پر مقرر کئے گئے تھے۔ جب انسان ذرا سی دیر میں بادشاہ سے فقیر اور امیر سے دربان پہنکتا ہے تو ان غریبوں کی حالت پر اس قدر اظہار نفرت کیوں؟ ممکن ہے کہ کل یہ شخص بھی ویسا ہی ہو جائے۔ انقلاب زمانہ کا کیا اعتبار ہے

بیک گردش چرخ نیلوفری | نہ نادر بجا ماند نے نادری !!

اس معاملہ میں زیادہ بحث کرنا فضول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ماتحت ملازمان کے ساتھ ہمارا برتاؤ ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے افسر ہمارے ساتھ رکھیں۔ ہرچہ برخورد نہ پسندی بردگیران پسند۔

اصلی اور سچی شرافت

لیوی لس۔ اس خط میں دوبارہ تنے اپنی بزدلی اور طبیعت کی کردری کا اظہار کیا جس سے محکوم افسوس ہوا۔ تمہاری تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تم قانون

فطرت اور مقدر دونوں کے شاکھی ہو اور خیال یہ ہے کہ یہ دونوں تمہارے مخالف
 ہیں! تم یہ چاہتے ہو کہ تمام دنیا کی عیش و عشرت جو انسان کو یہاں میسر آسکتی
 ہے مگو تمہا ملجائے۔ سبحان اللہ یہ عجیب خواہش ہے۔ فلسفہ میں بڑی خوبی یہ
 ہے کہ وہ بلا قید شرافت و قومیت ہر شخص کو عجز سمجھتا ہے۔ اور نہ فلاسفوں کے
 لئے شرافت یا نجابت کی ضرورت ہے۔ اگر انسان اپنی اصلیت کو ڈھونڈے گا
 تو اس کا سلسلہ اس ذات پاک تک لگ جائیگا جو وحدہ لا شریک الا کوئی صاحب نامٹ کا معزز
 خطاب کسی بادشاہ کی بارگاہ سے حاصل کئے ہوئے ہیں تو یہ اوس شخص کی
 ذاتی محنت اور جان فشانی کا نتیجہ ہے۔ مگر ایسے صد ہا ہیں جنکو
 کوئی ذاتی اعزاز اور وقعت حاصل نہیں ہے نہ جنہیں کوئی خاص قسم کی خصوصیت
 ہے۔ یہ قیود اسات صرف شاہی محلات اور دعوتوں کے شرکت کے لئے مخصوص
 ہیں۔ عمومیت ہی ایسی عمدہ شے ہے جسے کسی خصوصیت کی ضرورت نہیں۔
 انہیں عام لوگوں میں سے ترقی کرتے کرتے لوگ صاحب "خصوصیت" ہو جاتے
 ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ پاک قلب رکھنے اور نیک ارادہ ہونے کے لئے کوئی
 خاص قوم یا ذات مخصوص نہیں کی گئی۔ اور جنہیں یہ صفات ہونگے وہ ہی شریف
 کہے جانے کے قابل ہو سکتے ہیں فلسفہ کو کسی امتیازی حالت کی ضرورت نہیں۔
 سب کے حق میں وہ یکساں مفید ہے۔ سقراط کہیں کا بادشاہ تھا۔ کلین تھیز *Clanthes*
 اپنے بانچہ میں اپنے ہاتھ سے پانی بہ کر ڈالا کرتا تھا۔ اللہ جل شانہ نے افلاطون

کو فلاسفری کے لئے اسوجہ سے انتخاب نہیں کیا تھا کہ وہ شریف تھا بلکہ فلاسفر
 ہو جانے کے بعد شریف بنا۔ بہر کوئی ناسید کیوں ہو۔ ہر شخص ان فلاسفروں کی
 طرح فلاسفر بن کر شریف ہو سکتا ہے۔ انکے قدم بہ قدم چلنا گویا انکے انعال کی پیروی
 کرتا ہے۔ اس طریقہ سے وہ اپنی پیروی کرنے والوں کے بزرگ ٹھہریں گے اور
 یہ پیرواں کی اولاد۔ ایسے شخصوں کو جو ایسے بزرگوں کی اولاد ہوں کون کہیں
 کہہ سکتا ہے۔ انکی طرح یہ بھی شریف ہوں گے۔ جسے پیشتر سیکڑوں م کرنا
 ہو گئے اور یہ بات کہ کون اور کون سے شریف تھا اور کون کون کون سے
 ملتا ہے یقینی طور پر ثابت ہو جانا آج بالکل غیر ممکن ہے۔ افلاطون کا قول ہے
 کہ دنیا میں کوئی بادشاہ ایسا نہیں ہے جسکا سلسلہ نسبی کسی غلام سے نہ ملتا ہو
 اور نہ ایسا کوئی غلام ہے جو شاہی خاندان سے نہو۔ یہ معاملات نہایت عجیب و
 غریب ہیں اور قدرت نے قوموں اور خاندانوں میں کچھ عجیب گڑبڑ اور خلط ملط پیدا
 کر دیا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ کون شریف ہے اور کون کون کون۔ جسکی طینت
 اور فطرت میں ادس خالق نے نیکی اور نیکو کاری کا مادہ پیدا کر دیا ہے وہی عند اللہ
 اور عند اللہ شریف ہے۔ اور اصلی شرافت کی شناخت یہی ہے۔
 ورنہ اپنے پچھلے پشت ناموں پر اگر کوئی شخص کسی طور سے بھی نظر ڈالی تو اپنے آپکو
 شریف کہنے اور سمجھنے والے اپنے دنوں میں سمجھ لیگیں کہ وہ واقعی شریف ہیں
 یا نہیں۔ اور ساتھی انکو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ انکا سلسلہ بالآخر ایسے شخص سے

مل گیا ہے جو اول محض گناہی کے پردہ میں تھا۔ دنیا کی آغاز سے اس وقت تک یہی
 قاعدہ رہا ہے کہ ذالت اور شرافت اُس زمانہ خاص کے لوگوں کے افعال نیک
 اور بد پر منحصر ہی ہے۔ اگر کوئی شخص صد اعلیٰ مومن کا مالک ہو تو کیا غلاموں کے
 مالک ہونے سے وہ شریف کہا جائیگا؟ ظاہر ہی شان و شوکت سے کوئی شخص
 شریفیت نہیں ہو سکتا۔ اور وہ بھی ایسی ناپیدار جگہ کی قیام کی امید ہی نہیں۔ اُس پر
 شرافت کا دارومدار محض فضول۔ انسان کا پاک قلب ہی اُسکو شریف بنا سکتا ہے
 یہی ہرکو حقیقتِ ذلت سے ناکار طریقہ اعلیٰ پر پہنچا دے گا۔ توڑی دیر کے لئے
 اگر کوئی شخص فرض کر لے کہ وہ شریف خاندان سے نہیں ہے بلکہ غلاموں کے
 خاندان سے مگر اپنے آپ کو شریف اور خاندانی کہنے والوں میں آبادی اور عزت
 سے رہنا ایسے شخص کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ طریقہ صرف یہی ہے
 ہے کہ نکو کاری اور بد کاری کا اندازہ اور دن کی راسے اور قیاس سے نہ کرے
 بلکہ اپنی تیز اور ریافت سے۔ قابل غور یہ بات نہیں ہے کہ کس کا تعلق کس خاندان
 سے ہے بلکہ یہ کہ شریف اور کینہ کی موت میں ہی کچھ فرق ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں
 تو پھر کیا فائدہ؟۔ خالص نکو کاری اور نیکی ہی انسان کی زندگی کو مسرت بخش بنا سکتی
 ہیں۔ اسلئے کہ پردہ بد کاری میں مہل نہیں ہو سکتی۔ انسان غلطی یہ کرتا ہے کہ
 زندگی کو مسرت بخش بنانے کے جو ذرائع ہیں انہیں کو وہ اصلی مسرت سمجھ لیتا ہے
 اور اس غلطی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اصلی مسرت کی تلاش میں ایک طرف تو وہ مگر گردان

اور پریشان ہے اور دوسری طرف غلط راستہ پر چلنے کی وجہ سے دور ہوتا جاتا ہے اور بالعوض اسکے کہ ایسے شخص کو سچا اطمینان نصیب ہو جو مبارک اور پاک زندگی کا نتیجہ ہے چاروں طرف سے تشکرات اور پریشانیوں کو گمیر لیتی ہیں جن سے جیتے جی رہ سائی پانا اور سے نصیب نہوگا۔ اور ایسی زندگی اُسے وبال جان نہو تو کیا ہو۔ جتنی جلد اصلی مسئلہ کی لوگ پہنچنا چاہتے ہیں اُتنا ہی اُنکو پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔ اُنکی تیزی اُنکے قدموں کو ڈوگمکا دیتی ہے۔ اور یہ بڑا سبب ہے کہ جس شے کی وہ تلاش کر رہے ہیں نزدیک ہونے کے عوض اوس سے روز بروز دور ہوتے جاتے ہیں!

بیروسیاحت

بیوسی لس۔ یہ خط میں مکمل موضع نومن ٹے نم سے لکھ رہا ہوں بیان اگر میں اسی مکان میں مقیم ہوں جبکہ ایسی ہی مزدورتوں کے لئے تعمیر کرایا تا تم یہ نہ خیال کرنا کہ شہر کی آب و ہوا سے گہرا کر میں بیان بہاگ آیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس سبب سے کہ مجھے وہاں بخارا آنے کو تھا بلکہ آہی گیا تھا۔ تمہاری مان میرے شہر چوڑنسیکی سخت مخالفت تین مگر یہ میں نے مشغول بنین کیا اور فوراً سوار ہو کر بیان چلا آیا۔ آج میری بنض کی حرکت خلافت معمول تیز پار حکیم صاحب نے صبح ہی فرما دیا تھا کہ یہ بخارا کی آمد کا پیش خمیہ ہے۔ مگر میں نے اُنکے اس کہنے کی ہی پروا نہ کی۔

اس خیال سے اور بھی کہ مجھے اپنے پیر و مرشد حضرت گیلو کی ہدایت یاد آگئی۔
 اشایا۔ کے قیام کی حالت میں انہیں جب ایک مرتبہ بخارا آیا تھا تو وہ بھی وہاں
 سے چلے گئے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ بخار شہر کی آب و ہوا خراب ہو جانے
 سے آیا ہے۔ جسم میں کوئی خرابی یا نقص پیدا ہو جانے کی وجہ سے نہیں۔
 تمہاری والدہ سے جب میں نے یہ ذکر کیا تو انہوں نے زیادہ مخالفت کرنی مناسب
 نہ جانی اور مجھے یہاں آنے کی اجازت دیدی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ میری تندرستی
 سے تم سب کو عموماً اور تمہاری والدہ کو خصوصاً بہت بڑا تعلق ہے اور تمہیں سب کے
 خیال سے مجھے اپنی صحت اور تندرستی کی فکر زیادہ ہو گئی ہے اس ضعیفی اور
 بڑھاپے میں اگر اب کچھ لطف ہے تو یہی کہ تم سب کو صحیح اور تندرست دیکھ کر میں
 خوش ہو کر دن۔ اور کوئی وجہ بھی نہیں کہ عمر کے اس آخری درجہ میں یہ مسرت کیوں
 میری باعث تسکین نہو۔ تم جانتے ہو کہ تمہاری والدہ کو کس حد تک مجھے محبت
 ہے اور یہ اُس محبت کا تقاضا ہے کہ جتنا بلکہ سابق کے مجھے اپنی حفاظت
 اور تندرستی کا بار اپنے ذمہ زیادہ لینا پڑا۔ سچی محبت کرنے والوں کا کتنا ماننا
 گویا انکی سچی محبت کی قدر کرنا ہے۔ اور چاہئے کیسے دم ہی پر کیوں نہ بن جائے
 ایسے قابل قدر لوگوں کے لئے نزع کے وقت بھی دو چار سانسین اگر کام آجانے
 کے لئے روک لی جائیں تو جائز ہے۔ نیکو کار کا زندہ رہنا ضروری ہے۔ یہ
 نہیں کہ جب تک چاہے زندہ رہے بلکہ کہ سے کم اُس وقت تک تو ضروری ہے

جب تک اُسکی ذات سے فائدہ پہنچنے کی توقع ہو۔ جو شخص بی بی بچوں اور
 احباب کا یہ خیال نہ کر کے یہ خواہش کرے کہ اپنی زندگی جلد ختم کر ڈالے اور
 اس غرض کے لئے موت کی ہر وقت تمنا کرتا رہے وہ بڑا ہی بے سمیت ہے
 روح کو بھی کم سے کم اپنے مین اتنی قدرت تو رکنا ہی چاہیے کہ اپنی مرضی کے
 خلاف وہ اُس شخص کے جسم سے نکلنے میں توقف کرے تاکہ اسکا توقف ان
 لوگوں کے لئے مفید ثابت ہو جیسا کہ اُس جسم پر احسان رہا ہے اور جس میں وہ حصہ
 تک مقید رہ چکی ہے۔ بلکہ اگر یہ قدرت ہو تو پھر کیا کہنا کہ دوبارہ جسم میں داخل ہو کر
 اُن احباب کے کام آئے جو کسی وقت اُس کے کام آچکے ہیں۔ اور یہ بہت
 بڑا احسان ہو گا۔ اور وہ نیک نفع کے لئے مُردہ فت السب میں اپنی روح ڈال کر
 مُردوں کو زندہ کر دینا اولیاء اللہ کا فعل ہے۔ اور اکثر لوگ اس طرح سے زندہ بھی کئے
 گئے ہیں۔ اس طرح ضعیفی میں تندرست رہ کر اپنے احباب اُنکے بچوں اپنی اولاد
 اور بی بی کے کام آتا مردانگی اور بہت کا کام ہے کسی بوڑھے کو غیر ممکن ہے کہ
 یہ معلوم نہ ہو کہ اُسکے دوستوں اور اولاد میں سے اُسکی زندگی کسکے لئے مفید ہوگی
 اور کون اُسکے اس بڑباپے میں اُسکی درازی عمر اور حیات ابدی کا دعا گو ہے
 علاوہ برین اس امر کے دریافت ہو جانے سے کہ اُسکی ضعیف العمری کے ساتھ
 یہی سیکڑوں امیدیں وابستہ ہیں اُس ضعیف شخص کو کقدر مسرت ہوگی!
 دنیا میں اُس شخص کی مسرت سے بڑھ کر کس کی مسرت ہو سکتی ہے جسکی بی بی بیٹھے

اپنے شوہر اور باپ کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہوں اور کوئی تعجب نہیں اگر ایسے
 لوگ صرف اور دیکھے خیال سے اپنے جسم اور زندگی کی قدر کر کے اُسے عزیز
 سمجھنے لگیں یہی سبب ہے کہ تمہاری ماں تمہاری اور اپنی پریشانیوں کو مجھ سے
 کہا کرتی ہیں اور میری تکلیفات اور پریشانیوں کو سُنکر وہ اور ہم دونوں ایک
 دوسرے کی ہمدردی کرتے رہتے ہیں۔ مکمل طور پر فکر ہوگی کہ میں اب کیسا ہوں۔
 امد کا شکر ہے کہ روم کی خراب ہوا سے بچ کر میں یہاں آ گیا۔ وہاں کے پتلی گھرانے
 کی لائبریری لائبریری جینیون سے جس قدر کالک اور دھواں نکلتا ہے وہ ہوا میں ملکر
 اُسکو نہایت ہی خراب کر دیتا ہے یہاں آتے ہی مجھے ایک قسم کی صحت
 معلوم ہوئی اور مکان پر پونچتے پونچتے تو جسم میں طاقت سی آ گئی۔ یہ معلوم ہوتا
 تھا کہ گویا کمزوری نہیں ہی نہیں۔ اپنے گاؤں کے کھیتوں میں ایک مرتبہ گشت
 لگانے کے بعد جس رغبت سے میں نے کہا نا کہا یا اُسے خدا ہی خوب جانتا
 ہے۔ اُس کہانے کا لطف اس وقت تک زبان پر ہے۔ بفضلہ اب میں بالکل
 تندرست ہوں اور بخار نام کو بھی نہیں ہے۔ اور میں حسب معمول اس وقت اپنی
 کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہوں۔ اگر جسم کی قلبیہ مادیہ کر کے تو صحت
 تبدیل مقام سے زیادہ فائدہ کی امید نہیں ہے اور دنیا کی جھپٹاؤں اور جھگڑوں سے
 تو نجات ملنا ہی غیر ممکن ہے۔ جو سمجھتے ہیں کہ مقام کے تبدیل کرنے سے دنیا
 بھرنے کے عمل میں آرام میرے آج بچنے کے دن سے کہہ دو کہ یہاں غیر ممکن ہے۔ سقراط سے

سے کسی نے کہا کہ میں اتنا گوما کر مجھے آرام کہیں نہیں ملا۔ اس حکیم نے جواب دیا کہ اپنے رفیق طریق تو تم خود ہی تھے! اگر انسان اپنے خیالات بد سے روگردانی کرے تو خوش اور مسرور رہنا غیر ممکن نہیں ہے۔ بلکہ یقینی۔ اُسکو تو اس بات کا تجربہ ہے کہ بدکاری کی حالت میں وہ کیسا خوف زدہ غیر مطمئن اور پریشان رہتا ہے پھر معلوم نہیں کہ کیوں اوسکو پہلی حالت میں رہنے سے نفرت اور اس دوسری سے رغبت ہے۔ دریاؤں اور ملکوں کی سیر اور تفریح سے بظاہر تو کوئی فائدہ کسیکو پہنچا نہیں ہے۔ تکلیف دہ چیزوں کو اگر ساتھ رکھو گے تو تکلیف ضرور ہی ہوگی۔ اور اگر ان کو علیحدہ کر دو گے تو دوسرے مقام میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ تغیر قابل حیرت ہوگا۔ فرض کرو کہ تم یونان۔ روم۔ یا کین اور چلے گئے۔ تو کیا نتیجہ۔ تمہاری بد عادات اگر قائم ہیں تو اور لوگوں کے اخلاق اور عادات سے تمکو مستفید ہونے کا ہرگز موقع نہ ملے گا۔ اگر دولت تمہارے نزدیک عمدہ شے ہے تو دولت مند کی خیالات سے تمکو ہمیشہ آرام ملے گا۔ افلاس کا خیال برعکس اسکے تمکو نہایت ہی تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ گو تمہارے پاس روپے کافی ہو۔ مگر یہ خیال کہ دوسرا تم سے زیادہ دولت مند ہے۔ مقابلہ پر ہمیشہ تمکو اپنی نظر میں ذلیل رکھ کر علاوہ غریب ثابت کرنے کے صدر بھی پہنچاتا رہے گا۔ اسکا بھی تمکو بچ ہوتا ہوگا کہ فلاں شخص حاکم ہے اور تم نہیں ہو۔ فلاں شخص فلاں عمدہ اور تہ پر پہنچ گیا اور تمکو ایک مرتبہ اُسکے قائم مقامی کی ہی نوبت نہیں پہنچی۔ فلاں شخص کی

تعریف فلان وجہ سے کی جاتی ہے مگر تمہاری نہیں۔ فلان شخص فلان کام کر سکنے کے لئے مشہور ہے مگر تم نہیں۔ اس بیخ اور حسد کی آگ اس قدر تمہارے سینہ میں مشتعل ہے کہ تم امد جلتا نہ، کا اس امر کا شکر کرنا بھی بھول گئے کہ اب بھی تم ہزاروں سے اچھے ہو اور گو بہتوں کے پیچھے ہو مگر سیکڑوں سے آگے۔ انسان موت کو بھی انہیں توہمات کی وجہ سے بُرا سمجھنے لگتا ہے۔ جو کہہ ہے اُس کا خوف ہی خوف ہے مگر حقیقتاً اوس میں کوئی بُرائی نہیں۔ مصائب اس وجہ سے بُرے معلوم ہوتے ہیں کہ اُن کا خیال بُرا ہی پریشان کن ہے۔ مصائب میں مبتلا ہو جانے پر انسان کی قدر مطمئن ہی ہو جاتا ہے مگر اُن کی آمد کا خوف۔ الامان۔ سوتے جاگتے۔ اُٹتے بیٹھتے ہر وقت انہیں کا تصور رہتا ہے حتیٰ کہ خواب بھی دیکھتا ہے تو انہیں کا۔ اس قدر بہا گئے سے ہی تو فائدہ نہیں کہ بہا گتے بہا گتے دشمن کے قبضہ اور ملک ہی میں کوئی شخص ہو بیچ جاے۔ قلب کو جہان ایک مرتبہ جنبش ہوئی اور اس میں بزولی سمائی تو پھر ممکن الوقوع باتوں کے مرزد ہونے کا ہی یقین نہیں آتا۔ جہان توہمات نے انسان کو گمراہ اور اطمینان اور آرام کمان۔ مصائب اور اطمینان۔ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دونوں کا اجتماع غیر ممکن بلکہ محال۔ ہم مصائب کے جقدر گریز کریں گے وہ ہلکواؤ سید قدر پریشان کر نیگے۔ اُن اجاب کے مرنے کا تکویناً ضرور صدہ ہو گا جسے تکویناً ہی مگر میری راے میں مکان کے درختوں کے پت جہڑ سے اگر کسی کو صدہ ہو پئے تو اُسکی سخت حماقت ہے۔ درخت کے پت جہڑ ہو جائے

سے یہ لازمی نہیں ہے کہ اسکی پیمانہ بڑھ چکیںگی۔ آج پت جھڑ ہے کل ممکن ہے کہ دوست کا انتقال ہو جائے۔ تون کے گرجانے کا اس خیال سے بچ نہیں ہوتا کہ عنقریب وہ پہر کل آئینگے اس طرح دوست کے انتقال کا صدمہ بھی نہ ہونا چاہیے اس خیال سے کہ انشاء اللہ ہم اور وہ عنقریب ملیں گے۔ اور ضرور ملیں گے۔ یہ احباب جو آئندہ ملیں گے گو اس شکل و نشاہت میں نہ ہوں گے جس میں تم انہیں دیکھنے کے عادی تھے مگر تم بھی تو اس جہالی شکل میں نہ رہو گے۔ تمہاری اور انکی حالت برزخ بالکل یکساں ہوگی نہیں کہن بلکہ ہر گنٹھ۔ ہم میں ایک نہ ایک قسم کی تبدیلی پیدا کر دیا کرتا ہے مگر ہم اُسے دریافت نہیں کر سکتے۔ اسلئے کہ اوسے دیکھ نہیں سکتے۔ دوسروں کے تغیرات چونکہ ہم دیکھ سکتے ہیں لہذا انہیں معلوم بھی کر سکتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فلان شخص کیسا ضعیف اور لاغر ہو گیا ہے۔ اُسکے چہرہ پر جھریاں پڑ گئی ہیں۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ پیدا ہو گیا ہے۔ مگر یہی تغیرات ہم میں نہایت ہی لامعلوم طریقہ سے پیدا ہوتے رہتے ہیں مگر ہر کوئی شکل ظاہر ہوتے ہیں۔ ہزار ہا آدمی ہماری نظروں کے سامنے مرتے چلے جاتے ہیں جسکو دفن ہوتے ہم ہر روز دیکھتے ہیں لیکن ہم بھی ایک لامعلوم ذریعہ سے موت کے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں مگر یہ حال اُسوقت بھی ہر کوئی شاید ہی معلوم ہو جب کہ موت ہمارے سر پر آکر گھڑی ہو۔

اپہوسی لس۔ تھے کہی ان باتوں پر غور بھی کیا یا نہیں۔ کب تک امید روزنا میری

کے جبگزوں میں پڑے ہوئے تم ان تفکرات اور پریشانیوں کے شکار ہوتے رہو گے
 جو ان کے یقینی نتائج ہیں۔ ٹھکو چاہیے کہ ان سے علیحدہ ہو کر اپنے جسم کی خدمتگاری
 اور غلامی سے بچو۔ اگر تم سمجھو دار ہو تو ہمیشہ تم امید میں ناامیدی شامل کرتے رہو گے
 اور اسکا نتیجہ تمہارے حق میں ہتہر ہوگا۔ انسان سفر کرنے اور ادھر ادھر گھومنے سے
 کبھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ خواہشات نفسانی اس سے کم نونگی۔ نہ عیش طلبی
 کے سامانوں کو فراہم کرنے سے ہم باز رہ سکیں گے۔ غم اور پریشانیوں کا علاج
 اس سے ہو نہیں سکتا۔ عشق کے پسندوں اور جذبات میں اس سے کمی آنا غیر ممکن
 قصہ مختصر یہ ہے کہ ہمارے قلب میں جو بد کاریاں جگمگ پکڑ چکی ہیں سیر و سیاحت
 انکو نکو کاری میں کی طرح تبدیل نہیں کر سکتی۔ علاوہ برین نہ تو تیز زمین چنگی ہوگی اور نہ
 غلط کاریوں میں درستگی۔ ہاں اگر ہوگا تو یہ کہ قلب کو توڑی دیر کے لئے سکون
 ہو جائیگا جس طرح کہ بچے نئی چیزوں کے دیکھنے سے بہل جاتے ہیں۔ اس آمد و رفت
 سے ہمارے خیالات خام میں ایک قسم کی حرکت اور جنبش پیدا ہو جائیگی۔
 اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ان چیزوں سے جنسے ہم خوش ہو رہے تھے بہت جلد اور ہمیشہ کیلئے
 اکتا جائیں گے اور طیبوں کی مانند جس مقام پر ہم جلد پہنچ جائیں گی کوشش کرتے تھے
 وہاں سے ہماگئے کی بھی ویسی ہی جلد کوشش کرینگے۔ سیر و سیاحت سے
 ہم بہت سے ملک۔ مختلف قوم۔ پہاڑ۔ دریا وغیرہ کو بخیر خود دیکھ لینگے اور یہ
 بات بھی ہماری نظر سے گزر جائیگی کہ فلاں شاعر نے اپنے شعر میں جس دریا اور

جس پہاڑ کا تذکرہ کیا ہے اُسکی وجہ کیا تھی سیاح یہ بھی دیکھ لیتا ہے کہ فلان دریا کا صحیح کمان اور
 جہان جاگرا ہے ہانکاسین کیسیا پر لطف ہو وریا ی نیل میں سا کی مقررہ زمانہ میں سنیلا اگر تانم میں
 کسطح سیلاب کر دیا کرتا ہے اور اوسکی کیا وجہ گران تمام واقفیتوں سے فائدہ کیا۔ ایسی واقفیتیں تو سب
 سیاح کو عقلمند ہی بنا سکتی ہیں اور نہ اُسکی تندرستی ہی قائم رکھ سکتی ہیں۔ انسان
 کو چاہیے کہ اپنی زندگی کتب بینی اور عمدہ اور مستند مصنفوں کی تصنیفات پڑھنے
 میں صرف کر دے تاکہ وہ دو باتیں جان جائے جو اسکو جاننا چاہیے اور وہ باتیں دریافت
 ہو جائیں جو اسوقت تک اُسے دریافت نہیں ہوئی ہیں اس ذریعہ سے انسان کو
 چاہیے کہ اپنے تین جسم کے اس ذیل مذہبی سے آزاد کر لے۔ جب تک کہ پورے
 طور سے کوئی شخص اس بات سے واقف نہ ہو لیکر کسی شے سے اُسے نفرت
 کرنے اور کس سے رغبت کرنے کی ضرورت ہے اور کون کون فضول ہیں۔ انصاف
 کہنے کہتے ہیں اور ایمان داری کیا شے ہے اسوقت تک اُسے سیر و سیاحت سے
 کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی حالت میں سفر نہیں ہے بلکہ سقر ہے انسان ایک طرف
 تو اپنی بد عادات اور دوسری طرف جسم کی زیادہ قدر اور نگہداشت کی فکر و ن میں پڑ کر
 کچھ عیب کشمکش میں پڑ جاتا ہے۔ اور اُسکی پریشانی قابل رحم ہے۔ یہ شان و
 شوکت کس مصرت کی جبکہ انسان اُسے آرام و آسائش نہ حاصل کر سکے اور یہ بات
 اسوقت تک غیر ممکن ہے جب تک کہ بد کاری کے مرض میں وہ مبتلا رہے گا۔
 اور بد عادتیں اُسکا بیچا نہیں چھوڑے گی۔ اگر تہیہ چھپے ہی رہیں تو ہی غنیمت ہے۔

اسلئے کہ انہیں اور تم میں کچھ فرق تو رہے گا نقص تو یہ ہے کہ تم انکو اپنی بیٹیہ پر لا دو
 پرتے ہو۔ اور اس بوجہ کی وجہ سے تمہاری طبیعت ہر وقت پڑمردہ رہتی ہے
 بیکار اور دولت مندوں کو علاج کی ضرورت ہے نہ کہ تبدیل مقامات کی۔ اگر کسی دولت مند
 یا غریب آدمی کی ہڈی ٹوٹ جائے یا ہاتھ جوڑے اُکڑ جائے تو وہ کیا کرے گا
 کیا اسکا علاج یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ڈاکٹر یا حکیم کے بلانے کے عوض میں جو ہڈی
 جوڑ سکتے اور ہاتھ کو بیٹھا سکتے ہیں اپنی گہمی اور جوڑی پر سوار ہو کر سیر و تفریح کرنا پڑے
 یا جہاز پر سوار ہو کر دریا کا سین دیکھنا اور ملکوں کی سیاحت کرنا شروع کر دے۔
 ہرگز نہیں۔ پھر کیا یہ عقل کے خلاف نہیں ہے کہ اپنے زخم رسیدہ اور مجروح دل کا
 علاج کوئی شخص تبدیل مقام اور گہمنے پرنے سے کرنا چاہے؟ مرض کو ادھر
 ادھر لئے پھرنے سے مرض میں ترقی کی صورت ہے یا کمی کی۔ گہمنے سے نہ تو انسان
 حکیم ہو سکتا ہے اور نہ فصیح اور بلیغ بلکہ ع

جہان دیدہ بسیار گوید دروغ

کا صدق بن سکتا ہے۔ کوئی نہر اور فن ایسا نہیں ہے جسکا سیکھنا سیر و سیاحت
 پر منحصر رکھا گیا ہو۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ”تجربہ“ جو ب سے عمدہ نشے ہے
 صرف سفر کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے میری رائے میں ہرگز نہیں۔ یہی س
 تم یقین ماننا سفر کرنے سے یہ ممکن ہی نہیں کہ تم اپنی خواہشات نفسانی کو روک سکو۔
 اپنے غم سے نجات پاسکو اور اپنے خطرات کو علیحدہ کر سکو۔ اگر ایسا کوئی مقام

ہوتا جہاں سے یہ برکتیں حاصل ہو سکتیں تو ممکن ہی نہ تھا کہ لوگ جوق جوق دہان
 پہنچ کر اس باعظیم سے سبکدوش نہ ہوتے۔ رنج اور پریشانی کے یہ اسباب
 جب تک تمہارے ساتھ ہیں تمکو آرام اور چین ہرگز نصیب نہ ہوگا۔ تمکو بعض وقت
 تعجب ہوتا ہوگا کہ اس گریزاگریز سے ہی تمکو کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ مگر اس میں تعجب
 کی کوئی بات نہیں۔ نفع نہ پہنچنے دینے کے جو سامان ہیں وہ تمہارے ساتھ
 ہی ساتھ ہیں۔ انکو پہلے علیحدہ کر دو۔ اور اس پوجہ کو دور سینکوا در کم سے کم یہ کر دو کہ اپنی
 خواہشات نفسانی کو ایک خاص پیمانہ کے اندر محدود کر لو۔ قلب کو تمام بیویوں کے
 پاک کر دو۔ اور اس طریقہ سے جہاں تمہارا یہ رفیق طریق سنبل گیا پر کیا پوچنا۔ تمہارا
 سفر جیسا مبارک ہوگا اسکے لطف سے تمہیں واقف ہو گئے اور بس حریص کے
 ساتھ رہنے سے حرص میں ہرگز کمی نہ ہوگی۔ مغزور آدمی کی صحبت میں تم ہی مغزور
 اور خود سر ہو جاؤ گے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ جلاد کے ساتھ رہ کر انسان شقی القلبی
 اور بے رحمی نہ سیکھے۔ زنا کاری زانیوں کی صحبت سے انسان سیکھ جاتا ہے
 اگر بیویوں سے بچنا چاہتے ہو تو یہ کاروں سے دور رہا گو۔ بواؤ ہوس۔ اور شہما
 شقی القلبی۔ برحمی اور وہو کہ بازی یہ سب ہم میں جاگزیں ہیں۔ ان کو مغلوب
 رکھنا بڑی ہی بہادری کا کام ہے۔ اچھے لوگوں کے حالات پڑھو۔ کیوں لی لی اس
 اور تو بیرو ایسے بزرگوں کی طرح زندگی بسر کرو۔ اگر یونانی حکما پسند ہوں تو سقراط
 اور زینو کے قدم بہ قدم چلو۔ سقراط نے دکھ دیا ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو انسان

کس طرح صبر اور شکر کے ساتھ مر سکتا ہے اور زنیوں نے موقوفہ اقبل ان نصوتوں کے
 مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔ علم الہی کے متعلق اگر تم سیکھنا چاہتے ہو تو کر لیں سب سے
 اور پاسی ڈونی اس کی تصنیفات پڑھو۔ یہ بزرگ تم کو سکھائیں گے کہ تعلیم حتم ہو جانے
 کے بعد تم یا اور شخص عالم باعمل کیونکہ ہو سکتا ہے۔ چرب زبانی کے فنون سے
 بچنا ہی تم انہیں لوگوں سے سیکھو گے۔ کیونکہ انسان کو چرب زبانی بہت ہی پہلی
 معلوم ہوتی ہے۔ صدقات میں دل کو مضبوط رکھنے اور انقلابات زندگی پر صبر
 کرنے کے قواعد ان سے بہتر کوئی بتلا نہیں سکتا۔ اس انسانی زندگی کا وہی حصہ مبارک
 کہا جاسکتا ہے جس میں ہم بگڑ جانے والے صدقات کی بہنے حقارت کی ہو۔
 یا جس میں ہمیں استقلال اور مضبوطی کی عمدہ مثال دکھلائی ہو۔ یا سینہ سپر ہو کر حسین تلاش
 کے تیردن کی بوچھاڑ بہنے روکی ہو۔ میدان سے ہماگ نکلتا اور منہ پر تلوار نہ کھانا
 بزدل سپاہی کا کام ہے۔ اللہ جل شانہ نے اپنی مخلوق میں کیونکہ غضبناک بنایا ہے
 اور کیونکہ زود غم۔ انسان کو اس قادر مطلق نے قوت عطا فرمائی ہے اور ہادری ہی
 اور ساتھ ہی اسکے اسکو ایک علی حوصلہ اور بلند مرتبہ روح ہی بخشی ہے۔ اس
 علو حوصلگی کی وجہ سے یہ روح ایسے مقامات کی تلاش کرتی رہتی ہے جہاں وہ ہستی
 اور دیانت داری سے رہ سکے۔ اور باوجود انسانی کمزوریوں کے جہان تک ممکن ہوتا
 ہے وہ انسان کو نگو کا رہی اور اللہ جل شانہ کے احکام پر چلنے کے لئے انسان کو
 مجبور کرتی رہتی ہے۔ اور اس کی خوبیاں دکھلا کر اس طرف راغب کر ہی لیتی ہے

اور اسی لئے وہ ذات مقدس قابل حمد و ثنا ہے۔ روح وہ لطیف نشے ہے
 جکے دیکھنے کا ہر شخص مشتاق ہے۔ تمام چیزیں اُسکے دامن سے وابستہ ہیں
 اور وہ بے اعلیٰ ہے۔ وہ کیسی مطیع نہیں۔ اُسکے سامنے سب چیزیں بے حقیقت
 ہیں۔ اور اسی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہا گیا ہے کسی کا مقولہ ہے کہ محنت
 مشقت اور موت بہت ہی بڑی چیزیں ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ انسان
 اُن سے ہرگز نہ گبرائے اگر سامنے سے تاریکی دور کر کے دوسری طرف کے
 واقعات اُسکو دکھلائے جائیں۔ تجربہ سب سے کہ جن چیزوں سے انسان رات کو بوجہ
 تاریکی کے ڈرتا ہے دن کی روشنی میں وہی کیسی بے حقیقت اور ذلیل معلوم ہوتی
 ہیں۔ درجیل نے سچ کہا ہے کہ موت اور محنت ظاہری میں خراب معلوم ہوتی ہیں
 مگر حقیقت میں وہ ایسی نہیں ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ایسی خوفناک کیوں کہی جاتی
 ہیں۔ مشقت اور موت میں ایسی بس۔ تمہیں بتلاؤ کہ ایسی کونسی بات ہے جس
 سے لوگ ڈرتے ہیں۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جنکا یہ خیال ہے کہ جو کام
 اور دن سے نہیں ہو سکا وہ ان سے بھی نہ ہو سکے گا۔ جو کچھ اُنکی رائے اپنی نسبت
 ہو مجھے عذر نہیں مگر میری رائے یہ ہے کہ وہ ہر کام کو کر سکتے ہیں بشرطیکہ کرنا چاہیں
 ان نصاب پر عمل کرنے سے کوئی کہہ تو دے کہ اُسے کسی قسم کا نقصان پہنچا۔
 یہ خیال تھا کہ نصیحت کرنا سہل ہے اور عمل کرنا مشکل مگر یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی
 ہے کہ فعل کو مشکل اسوجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے لئے ہم محنت ہی نہیں کرتے۔

یہ نہیں ہے کہ وہ مشکل ہے اسوجہ سے ہم کر نہیں سکتے۔ مثلاً ہم سقراط کو تیار سے
 سامنے پیش کرتے ہیں اس جو انہوں پر کیا کیا مصائب گزر گئے۔ ہزارہ حضرات -
 اسپر جان کے لالے۔ سفلس۔ قلاش۔ خانگی معاملات کی پیچیدگیاں۔ جنگ کے
 صعوبات۔ بی بی زبان ڈاک اور بدخ۔ اولاد مان کی مانند جاہل اور ناتربیت یافتہ
 تنک مزاج اور غصہ ور۔ وہ یا تو جنگ کے میدان میں رہا کرتا تھا اور اگر کبھی فرصت
 ملتی تو خانہ جنگیوں میں بی بی سے مشغول رہتا ۲ برس تک تلوار اُسکی کر سے نہیں
 کھلی۔ بعد ازاں اُسے ۳۰ ظالم بادشاہوں کی رعایا بنگر رہنا پڑا جنہیں سے ہر ایک
 اُنکا جانی دشمن تھا اُسکی ہمت پر ہزار آئین مالاتق اور جوہر نے الزام اُسپر لگائے گئے
 وہ محض دین و ایمان قرار دیا گیا۔ زانی اور بدکار کہا گیا۔ اسپر ہی ظالموں کو عین نہ پڑا
 جان ہی لیکر انہیں صبر ہوا۔ باوجود ان سختیوں کے اس جو انہوں کے چہرہ پر تنک ہی نہ پڑی
 اور جس جو انہوں سے اسنے جان دی ہے آج زمانہ اُسکا مقرر ہے۔ اُسکے چہرہ
 سے عجیب استقلال ظاہر ہوتا تھا۔ کبھی کسی نے نہ تو اُسے خوش پایا نہ عملی۔ زمانہ
 کے سخت سے سخت انقلابات اسپر اپنا کوئی اثر ہی نہ ڈال سکے۔ کیٹو ساکن یوٹیکا
 کے حالات ہی سقراط کے حالات سے بہت ہی ملتے جلتے ہیں۔ زمانہ کی بے ہمتی
 مخالفوں نے اُسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔ اُسنے دکھلا دیا کہ ایک غریب مگر باد
 اور مستقل مزاج شخص دنیا میں کیا کر سکتا ہے سقراط کی طرح اسکو بھی خانہ جنگیوں میں مصروف
 رہنا پڑا۔ اپنی زندگی غلامی میں سقراط کی طرح اسنے بھی بسر کی۔ حکومت جمہوری جس کا

یہ بانی تھا ہزاروں مرتبہ زوال میں آئی مگر یہ اپنے خیالات پر قائم رہا۔ فتح - شکست - وطنی - جلا وطنی - زندگی - موت - سب میں اسکے خیالات - اسکے اقوال - اسکے افعال یکساں رہے۔ سیزر اور پامپی میں جو جنگ وجدل بعد کو ہوئی انہیں بعض ایک طرف دارتے اور بعض دوسرے کے - مگر کیتھو حکومت جمہوری کا ویسا ہی ولدا وہ اُسوقت ہی پایا گیا۔ دو ابوالعزم بادشاہوں کے درمیان میں جنگ وجدل اور اُسکے خراب نتائج کی تصویر اپنے دل میں کہیں پیکر اُس زمانہ کی بریادگی اور تباہی کا اندازہ ناظرین فرمالین جس میں کہ پامپی اور سیزر ایسے دو جنگجو بادشاہ ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو رہے تھے۔ مگر اسکو کسی سے کوئی سروکار نہ تھا۔ نہ اُسکو مفتوح ہونے کی مشرم نہ فاتح ہونے کی عزت کا فخر۔ اپنی قسمت کا فیصلہ آپ کر کے اُسنے دکلا دیا تھا کہ انسان کمانتاک بے خوف اور جفاکش ہو سکتا ہے۔ افریقہ کے ریگستانی صحرائین سے اپنی فوج کو پیادہ بانگال لیجانے کے صعوبات اُسنے برداشت کیں۔ اپنی فاتح فوج کو بوجہ سے بچانے کے لئے اپنے ساتھ سامان ضروری بھی بہت کم لے گیا جسکی وجہ سے پیاس کی اس شدت کی بحلیت اٹھانی پڑی کہ زبانیں چنچن چنچن گئیں - خود - بکتر - اور زہروں کے پینے کی وجہ سے گرمی اور پیاس کی جو شدت تھی وہ ہر شخص قیاس کر سکتا ہے۔ مگر با ایتھمہ پانی جب اور جہان اٹھا۔ خود پینے میں کیسی سبقت نین کی - سب کو پلا کر بیا۔ اور نہ بچا تو کچھ پروا ہی نین۔ نہ فتح کی خوشی - اور نہ شکست کا رنج - صبح بادشاہ - شام کو نفر

نہ اُسکی شادی نہ اسکا غم۔ ان باتوں سے ظاہر ہوگا کہ شان اور حکومت والے
 بھی ذلیل ہوتے رہتے رہتے ہیں اور نیز یہ کہ ایسے زبردست لوگوں سے جنگی
 حالت میں ایسے ایسے تغیرات جلد جلد واقع ہوتے ہیں کیونکہ خوں کا کیا موقع ہے
 یکہ و تنہا وہ کبھی سیزر کا مخالف ہوتا تھا اور کبھی پاپسی کا جس نے مخالفت کرنا ذرا
 کام رکھنا تھا۔ مگر اُس نے دکھلایا کہ موت اور جلاوطنی کی اُس کے سامنے کوئی حقیقت
 نہ تھی۔ اُس نے لڑائی سے قبل اور لڑائی کے زمانہ میں سمجھ لیا تھا کہ میں یا تو مارا جاؤں گا
 یا جلا وطن کیا جاؤں گا۔ ہم ہی تو انسان ہیں۔ ایسا ہی کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ
 ہمت نہیں۔ اور نہ شوق۔ بیخوف رہنے کے لئے سب سے پہلے ہچکچاہٹ آرام
 اور عیش سے نفرت کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ وہ قلب کو کمزور اور ناپاک کر دیتے
 ہیں۔ ضروریات زیادہ ہو جاتی ہیں۔ جنگ کا رفع کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد
 دولت کی طرف سے دل پھیر لینا چاہیے۔ جو اپنا غلام بنا کر ہچکچاہٹ چاہتی ہے۔
 سونا۔ چاندی اور ایسی تمام چیزوں سے جو تشویش پریشانی اور تفکرات کی باعث
 ہوں ہر انسان کو پرہیز اور احتیاط رکھنا چاہیے۔ آزادی سفت نہیں ملتی۔ اگر تم اُسکی
 قدر سے واقف نہ ہو تو اسکو جس طرح ہو سکتا حاصل کرنے اسکے لئے ضرورت اسکی
 ہے کہ تمام چیزوں کی طرف سے طبیعت کو ہٹا کر بے حقیقت اور ذلیل سمجھو



لبرل کچیشن

نمبر ۱۳

اگر علوم زباندانی کی تعلیم کی نسبت - یوسی سس - تم میری را سے دریافت کرتے ہو تو میں ضرور کہوں گا کہ کسی علم کی تحصیل ہو اگر اُس سے مقصد روپیہ کمانا ہے تو میں اُسے بُرا سمجھتا ہوں - اسکا شمار نیک کاموں میں نہیں ہے - دستکاریاں نفع بخش ہوں اور ممکن ہے کہ وہ انسان کے لئے مفید بھی ہوں مگر قلب پر اُن سے کسی قسم کا نیک اثر نہیں پان - جب تک کہ قلب میں عمدہ کام کرنے کی صلاحیت پیدا نہ ہو لے اُسوقت تک اُنکے سیکھنے میں رقت صرف کرنا بڑا نہیں ہے - مگر اسپر اپنا دار مدارک کر لینا البتہ بُرا ہے - بعض تعلیم لبرل اسوجہ سے کہی جاتی ہے کہ وہ اپنے حاصل کرنا چاہنے کو خود مختار اور آزاد بنا دیا کرتی ہے - اور ایسی تعلیم صرف ایک ہی ہے - یعنی نیکو کاری کی تعلیم - اس تعلیم سے انسان ممتاز - شجاع - اور عالی منش بن جاتا ہے - بہلا اُن باتوں میں کیا اچھائی ہوگی حکم کرنے اور ماننے والے شہریر اور بے ایمان مشہور ہوں - ایسی باتوں کے سیکھنے سے تو امکانہ سیکھنا ہی بہتر ہے - بعض اس سوال کو وسیع کر کے کہتے ہیں کہ آیا لبرل ایجوکیشن سے انسان نیک بن سکتا ہے یا نہیں؟ میں اس سوال کا جواب یہیہ دون گا کہ اسقدر نہیں جتنا کہ لوگوں کا خیال ہے

بخوبی متکلم اچھا ہوگا۔ ممکن ہے کہ خطوط اور کتاب کی عبارت ہی باقاعدہ اور اچھی لکیر کے
 زیادہ زیادہ یہ کہ نظم حسب قاعدہ عرض تصنیف کرے۔ مگر ان ۴ باتوں میں سے
 کس سے آپ ”نیکی“ کی تعلیم حاصل کر سکیں گے اس بات کا خیال رکھئے۔ عبارت کو
 صحیح پڑھ لینے۔ اور لکھ لینے۔ قطعہ اور کما نیون کو یاد کر لینے۔ ترکیب کلام کی رٹ لینے
 اور عرض کے قواعد بر زبان کر لینے سے تو ممکن نہیں کہ ایسے شخص کے دل میں خدا کا خوف
 پیدا ہو جائے یا ہو اؤ ہوس اُس سے ترک ہو جائیں۔ یا خواہشات نفسانی کو وہ ترک
 کر سکے۔ اقلیدس یا علم موسیقی کو لےجئے۔ ان سے بھی کوئی نتیجہ نہیں۔ بلکہ جانچ
 کرنا چاہئے کہ یہ علوم ”نیکی“ کا راستہ بتلاتے ہیں یا نہیں۔ اگر بتلاتے ہیں تو ضرور
 سیکھنے کے لائق ہیں۔ بلکہ یہ سیکھ کر سخت تعجب ہوگا کہ ان علوم سے ہرگز انسان
 وہ بلکہ ان میں بن سکتا۔ علم ریاضی یا موسیقی کی تعلیمات میں اگر اختلاف نہ ہوتا تو تعلیم
 ختم ہو جانے کے بعد بچوں میں مطابقت ضرور ہوتی۔ ایک کہتا ہے کہ ہم فلاسفر ہوتا
 دوسرا اُس سے انکار کرتا ہے۔ بعض وقت وہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ وہ فرقہ اسٹوئیکیس
 سے تھا جس کا دار مار صرف ”نیکی“ پر ہے اور عیش و عشرت سے بالکل متنفر۔ اور بعض کہتے
 ہیں کہ نہیں وہ اپنی کیورس کا پیر تھا۔ امن و امان کا حامی اور دعوت اور ناچ اڈونگ کا
 مشتاق۔ بہرہی بند نہیں کہہ اُسے پیری پی ٹینگ اور کہہ اُسے اکیڈمیک تعلیمات
 کا پابند بتلاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ کسی گروہ اور کسی فلاسفرانہ خیال کا آدمی
 نہ تھا۔ سب قسم کی باتیں اُس میں جمع نہیں ہو سکتیں اور اگر بہترین تو ضرور ایک دوسرے سے

متناقض ہونے کی وجہ سے خطرناک ثابت ہوتی ہیں بحث کے خیال سے ہم فرض کئے
 لیتے ہیں کہ ہوم فلاسفر تھا۔ ضرور ہے کہ اپنا دیوان لکھنے سے پہلے اُسے لکھو کاری
 کی تکمیل کی ہوگی۔ پس لکھو ہی وہی باتیں لکھنا چاہئیں جنہوں نے اُس کو نیک
 اور نیکو کار بنایا۔ اس بحث سے کہ ہوم اور ہیسی آدین کون چھوٹا تھا اور کون لا بنا
 کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اگر ہم جان ہی لیں کہ کھو با اور لہن میں کون کم سن تھا تو کیا فائدہ
 پڑا کس اور ریجی لیز کی عمریں اگر لکھو معلوم ہی ہو گئیں تو کیا فائدہ۔ ہم خود تو آوارہ ہیں
 اُسکی تو فکرنہیں۔ اگر ہے تو پلیمس کی آوارہ گردیوں کی اس قصہ کے سننے کا
 اب زمانہ کمان کہ ایس کا جہاز اُٹلی اور سسلی کے درمیان میں ڈوبا تھا
 یا کمان۔ دل میں برکار یوں کا طوفان ہے اور نیکی کا جہاز عنقریب ڈوبنے والا ہے
 مگر اُسکے بچانے کی فکرنہیں کی جاتی وہ وقت عنقریب آنے والا ہے کہ اسیس
 کی طرح ہم بھی تباہ ہو جائینگے۔ حسن کی شعاعیں آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہیں۔ گودہ دشمن
 کی شکل میں نہیں مگر تہم سیکرڈن جاؤ تو لکھو (کچھ شبہ نہیں) گلاسنے جس بیڑی سے
 ضائع کیا ہے اُس سے سب واقف ہیں۔ آئنگہ اور کان اُسکے سامنے بیٹھا محض

ہیں ۶ کہتے ہیں جسے عشق وہ از قسم جنون ہے

اسنے کتنے خاندان تباہ کئے۔ یہ کجعت حسینوں کو چاہنا سکھاتا ہے۔ مگر سمجھو
 انسان کا کام ہے کہ وہ اپنے ملک سے محبت کرے۔ اپنے باپ سے
 بلبلے۔ اور وطن سے۔ اس شرعی عشق میں اگر ہم تباہ بھی ہو جائینگے تو جنت ہاتھ

ہاتھ سے بھائیگی۔ ہانا کہ پینی پوپ عصمت ماب خاتون نہ تھی اور نہ پاکدامن مگر تمہارا
 دامن ہی تو گناہوں سے پاک نہیں ہے۔ اور نہ اسوقت تک تکوین معلوم ہوا ہے
 کہ جسم کی پاکی اچھی ہے یا قلب کی۔ علم موسیقی سے اگر تم واقف ہو اور تفرق آواروں
 سے تم ایک سُر ملی صدا پیدا کر لیتے ہو تو یہ اور بھی تعجب کی بات ہے کہ تمہارا قلب کیوں
 تمہارے جسم سے علیحدہ ہے اور یہ دونوں کیوں متفق نہیں ہیں۔ تم مجھ کو یہ تدابیر نہ چاہتے
 ہو کہ غم اور رنج کرنا کس حد تک جائز ہے۔ مگر میں یہ سیکھنا چاہتا ہوں کہ مصیبت کے
 وقت ایک لفظ بھی غم کا نہ سنے بھلے۔ علم ریاضی و ساحت کے طریقے سکھاتا
 ہے مگر سیکھنے کی بات یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کی جاغی صبح و رات سے کیوں کر گزارتا
 ہے۔ علم سیاق انگلیوں پر اعداد گن کر انکو دو گنہ سے گن کر کے دو سے لفظوں میں
 حرص کی تعلیم کرتا ہے مگر سیکھنے کے لائق یہ گڑ ہے کہ یہ سب فضول ہے۔ خوشی
 اور مسرت کی یہ علامت نہیں ہے کہ رو پیہ گنتے گنتے کوئی دولت مند پریشان ہو جائے۔
 جس شے کے شمار کرنے میں استعداد تکلیف ہوتی ہو اسکی حفاظت کس قدر تکلیف دہ ہوگی۔
 اگر اپنے سگے بہائی کے ساتھ جائیداد کی شرکت ہو کر ناگوار معلوم ہوتی ہے تو علم جبر و مقابلہ
 کے رو سے اگر کسی کمیت کو صد ہا گن کر دین میں تقسیم کر کے مصالحت کرالینے کے طریقے ہم وقت
 بھی ہوئے تو کیا۔ ایک ایک زمین کس قدر فیٹ ہوتے ہیں ہانا کہ ہم خوب جانتے ہیں
 لیکن اگر ایک اچھے زمین ہمارا پٹیٹ ہے زبردستی لیے اور ہمو اس کے اس خاصیت
 طریقے سے افسوس ہو تو پھر ایسی واقفیت سے تو نواذ قنیت ہی اچھی۔ تم یہ سکھانا چاہتے

ہو کہ میری کہیت کی میٹھ پر ایک مشت خاک بھی نہ سٹپنے پائے مگر سکھلانے کی بات
 یہ ہے کہ زمین پر ہوتی میری ملکیت میں ہے اگر کسی کو سب نکلی جائے تو میں کو بکر کھڑے
 کھڑے ہنسوں گا۔ اگر کوئی کہے کہ وہ اپنی موردی زمین سے نکال دیا گیا جس پر وہ
 باپ و دادا کے ذریعے سے قابض چلا آتا تھا۔ تو میں اُس کھٹے والے سے یہ
 پوچھوں گا کہ اُس کے باپ و دادا کے قبضہ میں آنے سے پیشتر وہ کس کے باپ و دادا
 کے قبضہ میں تھی۔ ایسی زمین پر تم قبضہ مالکانہ کیا کرنا کہہ سکتے ہو جو دست بدست
 یونہی آئی ہے اور چلی جائیگی۔ اگر کوئی زمیندار سوال کرے کہ میں کس کا کاشتکار
 یا کسی رعایا رہنا چاہتا ہوں تو میں جواب دے گا کہ اُسکی جسکو زمانہ اندامی اور مستقل زمیندار
 بنا رہے۔ زمین اور زمیندار یکے منتقل نہ ہو سکنے کی نسبت کوئی قانون آج تک
 نہیں ہے اور نہ بنیگا۔ جو زمین آج تمہارے قبضہ میں ہے وہ خاص تمہاری ہی ملک
 نہیں ہے بلکہ انکی بھی جو آئندہ اُسکے مالک ہونگے۔ گول یا اور ہر چیزوں
 کی جانچ پرتال کے طریقے ممکن ہے کہ تم خوب جانتے ہو مگر تعجب ہے کہ تمہارے
 مربع صندوق سے کوئی شے نہیں بچنے پاتی چاہے وہ گول شکل کی بطور روپیہ
 کے ہو یا اور کسی شکل کی۔ علم نجوم کے ذریعے سے تم سیاروں کا زمین سے فاصلہ
 بتا سکتے ہو اور تمام چیزوں کا صحیح اندازہ بھی کر سکتے ہو مگر تمہاری لیاقت کے ہم
 حیب قائل ہوں کہ جب تم اپنے ہی قلب کا صحیح اندازہ کر کے یہ بتلا سکو کہ وہ آفتاب
 کے کرہ کی طرح روشن کیا زمین کے کرہ کی طرح سیاہ تم فر دہا ہو گے کہ خطہ تقسیم کسے کتنے ہیں مگر

سے منحرف ہو اسکی فکر نہیں۔ بخوبی کہتے ہیں کہ فلان سیارہ فلان مقام پر ہے اور
 اسکا اثر خراب ہے یا اچھا مگر میری اسے میں یہ سب فضول ہے۔ فرد و عرتب
 ہونے کی فکر بالکل بے فائدہ۔ نہ اسکی فکر انسان کو کرنا چاہئے کہ میرے کب غروب
 ہوا اور رطل کھلیجے جو گا ہوگا اس خیال میں مستقل رہنا چاہئے کہ یہ سیارہ کہیں ہوں۔
 مشیت میں جو ہوتا ہے وہ ہو کر ہے گا۔ اگر انین کسی قسم کا کوئی اثر ہے تو انکی رفتار
 ہمارے مقدر کے تابع ہو گی یہ نہ ہوگا کہ مقدر انکا تابع ہو۔ اگر یہی صحیح ہو کہ انکی چالون
 ہی پر زمانہ ہر کی ایسی بڑی باتوں کا انحصار ہے تو انکے علم ہوجانے سے کھو فائدہ ہی
 کیا۔ جو ہونا ہے اسکو تمہارا یہ علم ہرگز روک نہ سکے گا۔ ہماری واقفیت یا ناواقفیت
 ان سیاروں پر ذرا سا بھی اثر نہیں ڈال سکتی۔ صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے۔ مگر اس
 سیاروں کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ زمانہ دہو کہا دیتا ہے۔ وہ انہیں کو
 دہو کہا دیتا ہے کہ جو انکی چالون سے ناواقف ہیں۔ یقینی طور سے یہ بات خدا
 ہی کو معلوم ہے کہ کھل کیا ہوگا۔ مگر کیا ہونا ممکن ہے ہم سب کہہ سکتے ہیں۔ جہاں کسی
 بات کی امید ہونین ہے۔ وہاں ہر بات کی امید ہی ہے۔ اگر کوئی بڑا واقعہ ہوا تو
 خدا کا شکر ہے۔ جو زمانہ خیر میں گذر گیا۔ اچھا لگا رہا مگر تاہم جو اس سبب سے دہر کہا نہ
 چاہئے اور نہ یہ خیال کرنا چاہئے کہ آئندہ کچھ ہوگا۔ جہاں یہ ممکن ہے کہ خدا جانے
 کیا ہو جائے وہاں یہ بھی یقینی ہے کہ سب واقعات ایک ساتھ وقوع نہوں گے۔
 گو مجھے بہتری کی ہر طرح سے امید ہے مگر اسکا بھی خیال چاہئے کہ شاید اسکے خلاف

کوئی بُرائی ہو جائے۔ لبرل ایجوکیشن نہ تو رنگین تصویر بنانے کا فن شامل ہے۔
 نہ بت تراشنے کا نہ عیش کے سامان ہم پہنچانے کے طریقوں اور نہ پہلوانی کا اگر یہ شامل ہوتے
 عطر سازی اور باورچی گری کیوں نہ شامل کر لی جائیں۔ بہلاؤ ان لوگوں کو لبرل تعلیم سے کیا تعلق
 جکے جسم سقدہ فریب اور دل اسقند مکرور اور دکاہل ہوں۔ ہمارے والدین نے بچپن کی
 حالت میں ہکونیزہ بازی، شکار اور شہسواری، اور سیف زنی سکھائی تھی تو کیا یہ فنون
 لبرل تعلیم میں شامل ہوں؟ مگر انہیں سے کوئی ایک ہنر ہی نہ تو نیکی کی تعلیم دیتا ہے
 اور نہ کسیکو نیکو کار بنا سکتا ہے۔ شاہ سوار ہو کر اور لگام ہاتھ میں لیکر کسی شہر پر گھوڑے
 کو اگر روک بھی لیا تو کیا جبکہ وہی سوار اپنے عشق اور محبت کے ناجایز لگا، ٹوٹن کی روک
 تمام نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی پہلوان سیکڑدن دنگل جیتتا ہو اورشت زنی میں سیکڑدن کو
 ہرا چکا ہو تو کیا نعلیگرہ مغلوب الغضب ہے اور اپنے غصہ کو روک نہیں سکتا۔ شاید کوئی یہ
 کہہ بیٹھے کہ کیا لبرل تعلیم سے کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں؟۔ نہیں۔ اور معاملات میں تو
 فائدہ بہت ہے مگر نیکی اور نیکو کاری کی تعلیم سے اُنکا تعلق ذرا ہی نہیں۔
 ایسے ہزاروں چابکدستیوں کو یہ ممانے کے لئے بہت اچھی ہیں مگر نیکی سے اُنکا تعلق
 نام کو ہی نہیں۔ بہرچون کو ایسی تعلیم دینے سے کیا فائدہ؟ فائدہ ہے۔ وہ گو کہ کونیک
 نہیں بنا سکتی مگر دل میں نیکی کا مادہ ضرور پیدا کرے گی۔ جس طرح تشبیح الحروف کی خواندگی
 ہکے عالم نہیں بنا سکتی مگر تعلیم کے لئے طبیعت کو آمادہ ضرور کرتی ہے اسطرح یہ لبرل فنون
 گو قلب کو نیک نہیں بنا سکتے مگر نیکی کے مادہ کے قبول کرنے کے لئے اُسکو ضرور آمادہ

کر دیتے ہیں۔ پنی سی ڈونی اس کا قول ہے کہ ہر چار قسم کے ہوتے ہیں۔ اول تو گنوار
 عام قسم کے۔ دوسرے شہدات۔ تیسرے بچوں کے پسند۔ اور چوتھے علم کے
 متعلق۔ قسم اول اہل حرفہ لوگ زیادہ کرتے ہیں اسلئے کہ اہلی معاش اوس پر منحصر ہے
 اونین خوبصورتی اور نفاست کو کچھ دخل نہیں نہ انکو کوکاری سے کچھ تعلق ہے۔ دوسری
 قسم میں کلین اور شہین شامل ہیں جنہیں چلتے یا حرکت دیکر عام لوگ ایک قسم کی شہدہ باہی
 سمجھتے ہیں۔ جس طرح کہ قلب کے کسی حصہ میں زچرل اور کسی حصہ میں اخلاقی اور کسی میں فلسفیانہ
 خیالات جاگزیں رہتے ہیں اسی طرح ان لہل فنون میں سے بعض لوگ کہتے ہیں
 کہ ایسے ہی میں جبکا تعلق فلسفہ سے ہے۔ نیچرل سائنس میں سب سے پہلے علم ہندسہ
 شروع کرو اور دیکھو کہ مائیک اسکا تعلق فلسفہ سے ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا علم فلسفہ
 کا کوئی جز ہے یا میں اسلئے کہ کسی حد تک وہ فلسفہ کی امداد کرتا ہے۔ بہت سی اشیا
 ہیں جو ہماری امداد کرتی ہیں مگر وہ ہمارے جسم کی جزو نہیں بن سکتیں۔ اگر وہ ہمارے
 جسم کے جزو ہوتیں تو قطعی وہ ہمارے امداد نہیں دی سکتیں غذا جسم کی پرورش میں امداد دیتی
 ہے مگر ہمارے جسم کا وہ لونی حصہ نہیں ہے۔ علم ہندسہ سے ممکن ہے کہ فلسفہ کو
 کچھ امداد پہنچتی ہو مگر اسی ضرورت فلسفہ کو اتنی ہی ہے جتنی بڑھتی کی۔ علم ہندسہ کو
 اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ علم ہندسہ نہ تو بڑھتی کا محتاج ہے اور نہ فلسفہ علم ہندسہ کا۔
 علاوہ برین ہر علم کے مقاصد علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ عقلا نیچر اور اسی تئیر کہ نظر غور
 سے دیکھتے اور انکے وجوہات اور اسباب سے تفسیح ہوتے ہیں۔ یہ ایسا کیا ہیں اور کتنے ہیں

علم ہندسہ فلے معلوم کر لیتے ہیں مگر بعد کو فلسفہ والے بتلا سکتے ہیں کہ آئیندہ میں ہر شے
 کا عکس کیوں پڑتا ہے۔ مگر علم ہندسہ والے صرف یہ بتلا سکیں گے کہ کس قدر فاصلہ سے
 کتنے بڑے شیشے پر کتنا بڑا عکس پڑے گا۔ علم فلسفہ ثابت کر دے گا کہ آفتاب
 بڑا ہے۔ مگر علم ہندسہ اُسکی مقدار بتا سکے گا۔ مگر اس بنیاد دینے سے پیشتر ان کو
 چند علوم متعارفہ فرض کرنا پڑینگے۔ ایسا ہی فن کیا جسکی بنیاد قیاسات پر ہو۔ فلسفہ
 میں قیاسات کی ضرورت نہیں۔ یہاں بنیاد اور عمارت سب ایک ساتھ طیار ہو جاتی
 ہے۔ علم ریاضی بہت ہی ادھورا علم ہے۔ قیاسات کی بنیادوں کے بغیر وہ آگے
 چل نہیں سکتا۔ یہ علم قاعدوں کا محتاج ہے بغیر انکے کوئی نتیجہ اُس سے پیدا نہیں
 ہو سکتا۔ اگر اپنے قواعد کے ذریعہ سے وہ کسیکو سچائی کی تعلیم میں کمل کر سکتا یا نظرت
 دینا اُس سے سمجھ میں آسکتی ہوتی تو اس سے بڑھ کر شاید ہی اور کوئی علم ہوتا۔ قلب کی
 تکمیل صرف ایک بات سے ہو سکتی ہے یعنی اس بات سے واقف ہونا کہ نیکی اور
 بدی کا نہ تبدیل ہونے والا قانون کیا ہے۔ اور یہ بات صرف فلسفہ ہی تعلیم کر سکتا ہے۔
 دنیا میں اسکے سوا کوئی اور ایسا فن نہیں ہے جو عمدہ اور خراب چیزوں میں فرق بتلا سکے
 علیحدہ علیحدہ ہر ایک پر اب نظر ڈالکر ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا کائناتک برابر ہی جو کوشش کی نیکیاں محتاج
 ہیں۔ استقلال جسکی طبیعت میں ہے انہیں خوف و خطر کا گد ز نہیں۔ جو تو زمین کہ ہماری
 آزادی میں خلل انداز ہو سکتی ہیں انکو ایک مستقل مزاج والا شخص صرف نفرت ہی کی نگاہ
 سے نہ دیکھے گا بلکہ سخت مقابلہ کرنے کے بعد انکو یقیناً مغلوب کر لے گا۔ لہذا علوم

ایسے مزاج والے شخص کو کیا امداد دے سکتے ہیں۔ انسان کے سینہ میں جتنی پاک چیزیں جاگزمین ہیں اُن سب میں دیانت داری اور راستبازی یا وفاداری اعلیٰ درجہ پر ہے۔ ضرورت ہی دیانت و شخص کو مجبور نہیں کر سکے گی اور نہ ثروت کا اُس تک کوئی اثر ہو سکتا ہے۔ ایسے شخصوں کو آگ میں جلاؤ۔ مارو۔ مار ڈالو۔ وہ کیسے راز کو چھونکے سینہ میں محفوظ ہے ہرگز ظاہر نہ کریں گے۔ جتنا زیادہ اُنکو اس راز کے افشا کرنے پر کوئی مجبور کرے گا اتنا ہی زیادہ وہ اُسے پھپھائیے گا۔ لبرل علوم ایسے مزاج والے کو کیا امداد دے سکتے ہیں۔ اعتدال کا خیال ہی انسانی سر تو تک محدود زیادہ بڑھنا نہیں دیتا۔ بعض خوشامیانی ایسی ہیں جو ایسے لوگوں کے نزدیک ہی ہو کر نہیں گذرتی۔ جنہیں پائیں اعتدال ہے۔ بعض کم۔ اور اس طریقے سے ہر معاملہ میں اوسط حالت کا خیال رکھنے والا شخص نہایت خوش اور صحیح المزاج رہتا ہے۔ اعتدال ہی کے خیال سے کوئی شخص کسی چیز کی اس قدر خواہش زیادہ کرے گا کہ وہ ضرورت سے زیادہ ہو بلکہ اتنی ہی جتنی کہ اُسکی ضرورت کو رفع کر دے۔

انسانیت اور ہمدردی ہو کہ سبق دیتی ہیں کہ ہم اپنے جنس اور غیر جنس کے ساتھ محبت سے پیش آئیں۔ حریص نہ بنیں۔ نہ یہ خیال رہتا ہے کہ اوروں کی حق تلفی ہوگی ایسے شخص کی تحریر۔ تقریر۔ افعال و حرکات و سکنات سے شفقت رحم اور محبت ظاہر ہوگی۔ اُس سے کسی اجنبی شخص کو بھی نقصان نہ پہنچے گا۔ بلکہ اوروں کی تکلیف میں مدد دینے سے طبیعت کو بہت بڑی مسرت اور خوشی حاصل ہوگی۔ کیا لبرل علوم

پڑھنے والے۔ تم پوچھ بیٹھو گے۔ ایسے لائق اور ہمردہ نہیں ہوتے۔ میں تم کو
 یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ انکو نہ تو اس سے تعلق ہے اور نہ سچائی۔ خاکساری
 علم۔ اعتدال۔ کفایت شماری۔ بردباری۔ اور نہ رحمدلی سے جو اپنے جسم کے
 خون کی طرح غیروں کے خون کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب
 لبرل علوم و فنون طبیعت میں نیکی کا مادہ پیدا کر دیتے ہیں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ
 آگے چلکر وہ انسان کو نکو کار نہ بنا سکیں گے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ بغیر خدا کماٹنے سے
 حاصل نہیں ہو سکتی مگر خدا ہر کھانے والے کو نکو کار تو نہیں بنا سکتی۔ لکڑی
 خود جہاز نہیں بنے گو بغیر لکڑی کے جہاز نہیں بن سکتا۔ معلوم نہیں یہ نتیجہ کیسے نکال لیا
 گیا کہ ایک شے جو دوسری شے کے لئے نہایت ضروری اور لازمی ہو وہ ضروری
 اس دوسری شے کو امداد بھی دے سکیگی۔ پیشقدمی کر کے اگر کوئی کہنے والا یہ کہے
 کہ بغیر لبرل علوم کے انسان کو عقل اور دماغی آسکتی ہے یا اگر ہر کوئی کو کاری سیکھتا ہے
 تو اس ذریعہ سے کیوں سیکھیں دو سحر طریقہ سے سیکھ لیں گے۔ اگر کوئی شخص
 یہ خیال کرے کہ جب دماغی حروف میں نہیں ہے تو کیا ایک ناخواندہ شخص عقل مند
 ہو سکتا ہے؟ عقل افعال کو اپنی طرف منتقل کر لیتی ہے نہ الفاظ کو اور ابھی تک
 اسکا تجربہ نہیں ہوا ہے کہ ایسی باد کسان تک صحیح ہو سکتی ہے جسکو باہر سے کسی
 قسم کی امداد نہ پہنچے۔ عقل ذرا سی شے نہیں ہے وہ نہایت وسیع شے ہے
 اور کیلئے وسعت مقامی کی ضرورت ہے کہ انسانیت اور الوہیت کی باتیں سیکھنا چاہئیں

وہ باتیں ہی جو گذر چکی ہیں اور جو آئندہ ہرینوالی ہیں۔ اور وہ بھی جو چند روزہ ہیں یا جو دائمی آفرینش دنیا، اس کی نسبت ناظرین دیکھ لیں کہ کتنی تفتیش کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس قسم کے سوالات ہو سکتے ہیں کہ آخر اس کی کیا ضرورت تھی اور اُس سے پیشتر ہی کوئی شے موجود تھی یا نہیں۔ آیا دنیا اور مافیہا ایک ساتھ پیدا کئے گئے تھے یا کیا۔ دنیا کے وجود میں آنے سے پیشتر ہی کوئی موجود تھا یا نہیں۔ اُس سے پیشتر کیا چیز تھی۔

کوئی نہ کوئی چیز ضرور ہوگی۔ اس طرح ”روح“ کے متعلق بھی سیکڑوں سوالات ہو سکتے ہیں ”روح ہم میں کیسے آئی۔ وہ کیا شے ہے۔ کب سے وہ وجود میں آئی۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔ کب تک وہ رہے گی۔ ایک جسم سے دوسرے قالب میں جا سکتی ہے یا نہیں۔ ایک مرتبہ کے بعد وہ بیکار ہو جاتی ہے یا نہیں۔ ہمارے انتقال کے بعد وہ کہاں جائیگی۔ اوسکا کیا ہوگا۔ اس قید خانہ سے چٹنگرا اپنے آزادی کے زمانہ کو وہ کس طرح بسر کرے گی۔ گذشتہ باتیں اُسے یاد رہیں گی یا نہیں۔ جسم سے چٹنگرا جب وہ آسمان پر جائیگی تو اپنی اصل حقیقت و بان پہچانیگی یا نہیں۔ اگر چہ جائیگی تو کتنے عرصہ کے بعد۔ انسانیت بالوہیت کے متعلق جو بات نم سوچو گے اُسکے متعلق بھی سیکڑوں سوالات ہو سکتے ہیں۔ اور جب تک اُن سب کے قابل تفتیشی جو بات نہ ملینگے تو تم پریشان رہو گے۔ فضول اور روہیات چیزوں کو ”قالب“ سے نکال کر اُنکے بجائے عمدہ باتوں کو جگہ دینا چاہئے۔ ”نیکلی“ ایسے تنگ مقام میں نہیں رہ سکتی۔ وہ بڑی چیز ہے۔ وسیع مقام اُسکے لئے چاہئے۔ انسان کو چاہئے

کہ اُسکے لئے سینہ صاف رکھے۔ بہت سے ہنرارہ فنون جاننے سے بعض وقت مسرت بھی ہوتی ہے۔ لہذا ایسے کام کے لئے اُسکے کسی خاص حصہ کو جو ضروری معلوم ہو تو راموش نہ کرنا چاہیے۔ قابل غور ہے کہ اُسے تو تم قابل الزام سمجھتے ہو جو فضول چیزوں کو تو جمع کرتا پھرے اور قیمتی چیزوں کی برعکس اُسکے گہرین نمائش کرے مگر سخت تعجب اس بات کا ہے کہ ایسے شخص کو قابل الزام نہیں سمجھتے ہو کہ جو فضول علوم کی تحصیل کرتا پڑتا ہے۔ ضرورت سے زیادہ وہ قیمت حاصل کرنے کی کوشش کرنا ایک قسم کے بے اعتدالی ہے۔ تمکو جاننا چاہیے کہ لبرل علوم کی تحصیل کی کوشش کرئیے انسان پریشان۔ زیادہ گو۔ اور متفنی ہو جاتا ہے۔ اور کسی عمدہ علم پھر سیکھنے کی وہ اسلئے کوشش نہیں کرتا ہے کہ وہ اور دیگر لوگوں کو محض فضول سمجھتا ہے۔ ڈیڈ میس کی حالت پر جو علم نچو کا ٹراژیر دست عالم تھا اور جسکی تصنیفات کی تعداد قریب چار ہزار کتابوں کے تھی۔ مجھے سخت تعجب آتا ہے اور اس سے زیادہ اُنہر جنہون نے اُسکی اُن تصنیفات کو پڑھا ہوگا۔ ان کتابوں میں مندرجہ ذیل شجرہ سوالات کو حل کر کے اُنکے جوابات تحریر ہوئے ہیں اور اپنا بہت سا قیمتی وقت ضائع کیا گیا ہے۔

ہو مرکا اصلی وطن کمان تھا؟ اسی نس کی اصلی مان کون تھی؟۔ ایکری ان کو عورتوں سے زیادہ محبت تھی یا شراب سے؟ سیفو یا کہ امن عورت تھی یا نہیں؟ اور ایسی ہی اور صدہ فضولیات جنگلوں اگر تم نہیں جانتے ہو تو اُنکا جاننا ہی اچھا ہے۔ ایسے مہو وہ

باتوں میں اپنے وقت کو صرف کر کے لوگ کہتے پرتے ہیں کہ بھلن زندگی بہت کم ہو گئی
 ہے! عالم فاضل مشہور ہونے سے پیشتر یہی خاص شہرت حاصل کرنے کے لئے
 ننگو اپنا بہت زیادہ وقت صرف کرنا پڑے گا۔ اور لوگوں کو اپنے افعال اور اقوال کا عمدہ نمونہ بن
 دکھانا پڑے گا اور یہ عمومی سی بات نہیں ہے۔ ننگو اس مختصر سی شہرت پر کہ فلان شخص
 ”نیکو کار“ ہے کفایت کرنا چاہیے۔ اگر یہ پسند نہ تو ہو یہ کہ وہ تمام قوموں کی تاریخ
 کی جانچ اور تلاش جو دنیا میں اس وقت موجود ہیں اس خیال سے شروع کر دو کہ سب
 سے پہلے پیمانہ عمر۔ کس نے کہا۔ یا اس امر کی تلاش اور جستجو شروع کر دو کہ آرنی ایس
 اور ہومر کے درمیان کتنا زمانہ گزرا۔ یا الفاظ کی صحت کی بحث کے متعلق کتابیں لکھنا اور
 یا مساحت کے قواعد کے متعلق خاک جہاننا شروع کر دو۔ افسوس! ہم لوگوں کی نظروں
 سے یہ فقرہ۔ کہ ”وقت کو بیجا صرف نہ کرو“ بالکل ہی گر گیا ہے۔ ایسا ہی قصہ ہی پان
 Appion دو۔ عمومی عالم کا ہے جو تمام یونان میں کی اس سیر کے زمانہ میں
 پہرا۔ جہاں اوسکی ہومر کے نام سے بہت ہی عزت اور وقعت کی گئی۔ اُس نے
 مشہور کر دیا تاکہ آڈیسیے اور ایلید کے تصنیف کرنے کے بعد (جو ہومر کی مشہور
 تصنیفات ہیں) ہومر نے میری کتابوں کا دیباچہ تحریر کیا تھا جس میں جنگ ٹروجن کے
 مفصل حالات درج ہیں۔ ایسی باتیں ایسے ہی لوگوں سے ہوا کرتی ہیں جو زیادہ جانتے
 ہیں یا جو زیادہ جاننے کے مدعی ہیں!۔ ایسی س۔ کہہ ہی تم نے حساب ہی لگایا
 کہ کتنی عمر تمہاری حد تک چھوڑ دین گئی۔ کتنی س۔ کاری اور خانگی کاموں میں۔ کتنی روز مرہ

کے کاموں میں اور کتنا زانہ شب کو سونے میں۔ اسیکے ساتھ ساتھ اپنی عمر کو بھی دیکھو۔ اور غور کرو کہ یہ عمر بھاران سب جھگڑوں کے لئے کافی ہو سکتی ہے؟ فلاسفوں میں بھی تو اب یہ بات نہیں رہی کہ فضولیات سے ہرگز تعلق نہ رکھیں۔ وہ بھی بہت سی باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ وہ بھی عبارت کی حیثی اور درستی الفاظ و املا کے ذلیل جھگڑوں میں مبتلا ہونے لگے ہیں۔ علوم مساحت اور صرف و نحو میں جو فضول باتیں تیسریں دن ان فلاسفوں نے اپنے فلسفہ میں لاکر جمع کر لی ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انکی زبان خوب تیز چلنے لگی ہے کہتے سب کچھ بلکہ بہت کچھ ہیں مگر اسقدر کہتے ہرگز نہیں ہیں۔

تمبیہ

تنہائی کی حالت کو کیوں نکر پیر کرنا چاہیے

جو لوگ تنہائی پسند ہوں انکا اصلی منشا یہ ہونا چاہیے کہ انکی اس تنہائی اور عزلت گزینی سے خاص اور عام طور سے ہر شخص کو فائدہ پہونچے۔ ایسا شخص اُس مبارک جماعت کا ایک رکن اعظم ہے جو نہ صرف لوگوں کو مغز و عزمین کے لائق بناتی ہے اور نہ صرف، وکیل بنا کر ملزموں کی طرف سے عدالتوں میں انکے جانسے پیروی کراتی ہے اور جو نہ صرف ایسی ایسی مہر سلطنت پیدا کرتی ہے جنکی رائیں صلح اور جنگ کے زمانہ میں قابل قدر اور قابل وقت سمجھی جاتی ہیں بلکہ ایسے انتخاص بھی پیدا کرتی ہے جو اونوں کو تعلیم کی طرف راغب کراتے ہیں اور جو باوجود اسکے کہ لوگ اُن سے

بدخلقی کے ساتھ پیش آتے ہیں مگر وہ ہمیشہ انہیں کے دلوں کو نیکی سے بہرہ دیتے
 ہیں۔ اور جو انکی طبیعتوں کو جو کثرت سے حرص اور عیش پسند ہیں اعتدال پر لا کر
 اُنکے شہوانی جوشوں پر ایک قسم کی روک کر لیتے ہیں یا کم سے کم انہیں اتنی قدرت
 حاصل کر لیتے ہیں کہ اس سے زیادہ وہ بدکار اور حرص نہیں ہونے پاتے اپنے
 محقر سے مکانوں میں بیٹھے ہوئے عوام الناس کو فائدہ پہنچانا اپنا فرض منصبی سمجھتے
 ہیں۔ ایک حاکم جو اجلاس پر اپنے اہلکاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا فریقین مقدمہ کو
 محقر سا حکم دیتا ہے وہ اچھا کام کرتا ہے یا وہ نیک شخص جو انصاف اور عقلمندی
 کے گڑھ سمجھائے۔ خدا ترسی کی تعلیم کرے۔ بیگناہی اور گناہ گاری میں فرق دکھائے
 اور یہ تعلیم کرے کہ موت کی جانب سے انسان کیونکر نفرت کرنا سیکھ سکتا ہے۔
 اور یہ بھی دکھائے کہ انسان کا پاک کا شمس کمانٹاک نیکی کی تریخ دے کر
 اُسے نیکو کار بنا سکتا ہے۔ کتب بینی کے ذریعہ سے ہر ایسا شخص پبلک کی خدمت
 کر سکتا ہے اور اُن اعزاز سے جبکہ پبلک کی خدمت کریں اُسے مستحق ہیں وہ ہرگز
 محروم نہیں رہ سکتا۔ جو میدان جنگ کی صف اول میں کھڑے ہو کر تلواروں سے
 غنیمت پر حملہ کریں کیا وہی سپاہی کے جائینگے اور وہ نہیں جو شہرِ شاہ کے دروازوں اور
 پہاگوں پر متعین ہیں اور اپنی جان ہتیلی پر رکھ کر شہر کی حفاظت اور اُسکے باشندوں
 کے جان و مال کی نگرانی کر رہے ہیں؟ گو مقابلہ پہلے سپاہیوں کے انکی یہ ڈیوٹی زیادہ
 محذو ش نہیں ہے لیکن اگر یہ لوگ اس جگہ تعینات نہ ہوں یا تعیناتی کی حالت میں لا پوائی

کرین تو صدہا قسم کے نقصانات پیدا ہو جائیں۔ اور سلطنت کے انتظامات اندرونی
 میں ہزار ہا رخنہ پڑ جائیں۔ اگر ایسی حالت میں انہی حملہ ہو تو وہ اپنی ڈیوٹی سے کیا باز
 آجائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ یہی حالت کتب بینی کرنے والوں اور اس ذریعہ سے عوام انسانوں
 کو فائدہ پہنچانے والوں کی ہے جہاں کتب بینی کا شوق ہو اور اس پر از مشرف ناد
 انسانی زندگی کی تکالیف اور پریشانیوں سے ایسے شخص کو ایک گوتہ نجات ملت
 شروع ہو گئی۔ ایسا شخص صرف اپنی ہی ذات کے لئے نفع بخش نہوگا بلکہ سبوں
 کے لئے۔ سیکڑوں آدمی اُسکے دوست بننے کی کوشش کریں گے اور اُس سے
 اچھے جو لوگ ہیں اُس سے ملنے کی خواہش کریں گے۔ نیکی کو کوئی شخص چاہے فیصل
 ہی کیوں نہ سمجھے۔ مگر وہ دلیل نہیں ہے اُسکی روشنی کی شعاعیں اپنا اثر دہی سے
 دلون پر ڈال دیتی ہیں اور وہی طبیعتیں بلکہ قبول کرتی ہیں جنہیں نیکو کاری اور ریاست کا ادھ ہے
 انسانوں سے متنفر ہو کر اگر کوئی شخص تمہاری اختیار کرے تو بشرطہ نوے کے شعل معقول
 کے وہ تمہاری سے گہرا کر خسیطانی حرکات کرنا شروع کر دیگا۔ مثلاً یہ کہ بیکاری میں ایک
 شخص کی بیوا ڈال لے گا اور دوسری کی گرا دے گا۔ دریا کو اپنی جگہ سے ہٹانے کی
 کوشش کرے گا اور یہ چاہے گا کہ سمندر اپنی قدرتی روش کے خلاف بہے۔ اور
 انسانیت کو جسے اللہ تعالیٰ نے عمدہ طور سے صرف کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے
 اُسے ایسی ہی اور صدہا فضولیات میں صرف کر دے گا۔ ہماری حالتیں ہمیشہ متبصر ہوتی
 رہتی ہیں بعض وقت تو ہم بالکل ہی لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات سخت محتاط۔

بعض وقت ایسی حالتیں ہوتی ہیں کہ یہ نہیں بتلا سکتے کہ اس قدر عرصہ میں سمجھنے کیا کام
 کیا۔ اور بعض وقت نہایت ہی عظیم الفرصت۔ ایک ضعیف انفرخص کے لئے
 یہ کتنے بڑے شرم کی بات ہے کہ اس امر کے ثبوت میں کہ اتنے عرصہ تک وہ
 زندہ رہا بجز تعداد سال اور کوئی عمدہ گواہ پیش نہ کر سکے۔ اگر اللہ متوفی ابوحہ کے مضمون
 سے لطف اُٹانے کا مذاق طبیعت میں ہے تو تمکو ایک دم سے تمنائی پسند نہ ہو جانا چاہیے
 بلکہ رفتہ رفتہ۔ نہایت استحکام اور استقلال کے ساتھ طبیعت کو اس طرف مائل کرتے ہوئے
 اور دنیاوی عزت اور منصب کو بلاخیر یاد رکھے ہوئے۔ نیکیاں بمقابلہ اُنکے جو انہیں
 حاصل کرنا چاہتے ہیں بہت ہی زیادہ قوت والی شے ہیں لہذا یہ جاننے کے لئے
 کہ کمانک اُنکا شتیاق سچا اور اُنکا عشق پختہ ہے وہ کبھی کبھی بیوفائین کرتی ہیں اور
 میرے خیال میں ایسا ہر ماہی چاہیے اگر دنیا کے انقلابات ایسے لوگوں کو پریشان
 کریں یا کران سے نیکی کرنے کے تمام ذرائع علیحدہ کر لئے جائیں تاہم اُنکے لئے یہ
 زیبا نہیں ہے کہ اُنکے حاصل کرنے سے وہ باز رہیں۔ یا اس خیال سے مناسکی انتہا
 کریں کہ گوشہ نشین ہونے کے بعد زمانہ کی دست برد سے وہ محفوظ رہیں گے۔ انسان
 کو چاہیے کہ اپنے آپکو دنیاوی جھگڑوں میں زیادہ نہ پھنساوے۔ قوت فیصلہ کی
 امداد سے اپنے لئے کوئی عمدہ شغل تجویز کرے۔ ایسا جو اُسکے اُسکے ملک کے لئے
 مفید ہو۔ فوجی ملازمت بہت ہی اچھی ہے اگر وہ ناپسند ہو تو ایسے خدمات اختیار
 کرے جس سے پبلک کو نفع ہو۔ پرائیویٹ طور سے زندگی بسر کر سکتی

حالت میں وکالت اچھا پیشہ ہے۔ اگر اس میں یہ اندیشہ ہو کہ اُسکی زبان بند کی جاوے گی اور پوری پوری آزادی سے وہ کام نہ کر سکے گا تو اپنی ملکی اور وطنی سہا یوں کو اپنی رائے صائب سے امداد دے۔ اگر حاکم یا سپرنٹنڈنٹ اچھا معلوم نہیں ہوتا تو رعایا بنگرا اپنے فرائض منصبی ادا کرے۔ اس عرض کے لئے شہر کی چار دیواری میں اگر بند ہو کر وہ اپنا کام شروع کرے گا تو اُسکے یہ معنی نہیں ہے کہ وہ تمنائی پسند ہو گیا بلکہ یہ کہ شہر کے تمام لوگوں سے گفتگو کر چکا اُسے اچھا خاصا ذریعہ مل گیا۔ ایسا کرنے والے شخص کے نسبت یہ خیال ہو گا کہ اُس نے تمام دنیا کو اپنے ملک کی طرح عزیز سمجھا اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہو گی کہ نیکو کاری اور نیکی کی مشق کر نیکی کے لئے اُس نے بہت ہی وسیع میدان ڈھونڈ نکالا ان سب باتوں کو جانے دو اگر وہ عوام الناس کا فائدہ پہنچانا چاہے تو عدالتیں کھلی ہوئی ہوں۔ اور کم سے کم یہ تو غیر ممکن نہیں ہے کہ شہر کی میونسپلٹی میں شریک ہو کر اپنے شہر کے لئے عمدہ اور مفید قانون اور بائی لاز بنوادے اگر کوئی شخص یہ سمجھ لے کہ وزیر یا سفیر یا تو نفل ہوئے بغیر کوئی کام مفید عامہ خلائق کر ہی نہیں سکتا تو یہ کس کا تصور ہے؟ گو کہ تھی ہی بڑی بڑی قومیں اور کیسے ہی بڑے بڑے لوگ دنیا میں آباد ہوں مگر دنیا چاہے جس قدر زیادہ حصہ وہ اپنے قبضہ میں کر لیں مگر تاہم ہمارے نفع رسائی کے لئے پہنچی اوس کا بہت بڑا حصہ باقی رہ جاوے گا۔ اگر فوج میں ٹکوکمانیر فوج کا عمدہ حاصل نہیں ہے تو نہ سہی تم سپاہی بنگرا میں بہرتی ہو سکتے ہو۔ اور

گو تم سے بہت لوگ آگے بڑھے ہو۔ ہن اور تم سب سے پیچھے ہو مگر تم کو مستقل
 کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہنا چاہیے۔ خود ہمت سے کام لو۔ اور دیکو ہمت دلاتے جاؤ
 اور نیکی کی تعلیم اور تلقین سے غافل نہ رہو۔ وہ سردارانِ فوج جگے ماتہ لڑائی میں زخمون
 کی وجہ سے کاٹ دئے گئے ہن اور جرابِ قطعیٰ اور چلانے کے قابل نہیں ہن وہی
 کہی تو دیکو ایسی ہمت کے ساتھ استقلال سے پاؤں جمائے آواز سے اپنی پلٹن کو ہراتے اور
 اپنے سپاہیوں کو جان دینے پر مستعد کئے رہتے ہن۔ مگر وہی اسطرح لازم ہے
 کہ آواز سے اور دن کو ہمت دلاؤ اور اگر خدا نخواستہ منہ بند کر دیا جائے تو اپنے
 سکوت اور خاموشی سے ذہنی کام لو۔ کسی شخص کی محنت رائیگان نہیں جاتی بعض
 بزرگ ایسے بابرکت ہوتے ہن جنکی آواز سے۔ جنکے چہرہ سے۔ جنکے اشارہ
 سے۔ جنکے سکوت سے۔ جنکی رفتار سے۔ لوگوں کو ہزار ہا مانع پونختے ہن
 جسطرح بعض عقیقات سو گمنے ہی سے (بلا لگائے یا سہی) نفع بخشتے ہن اسطرح
 نیکی ہی خواہ اسکی شہرت دیجاے یا نہیں۔ اتفاق سے سرزد ہو یا عادتاً یا حکماً۔
 تنگدلیں مکا ہون میں چپ کر کجاوے یا شاع علم پر۔ ایک لامعلوم طریقہ سے تمام
 دنیا میں مشہور ہو جاگی۔ اور اس سے کوئی نہ کوئی نفع بخش نتیجہ سرزد نکالے گا۔ تعدد فقر
 یہ کہ نیکی کسی مقام۔ یا کسی دل میں ہو۔ اپنی چمک و کھلے بغیر رہ نہیں سکتی ایسی ہی
 کیا تمنا یا خیال ہے کہ جو شخص تنہائی اور خاموشی میں اپنی اوقات بسر کرتا ہے وہ شخص
 بیکار رہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ جاننا کہ دنیاوی معاملات سے انسان کس طرح قطع تعلق کر سکتا ہے

اور یہ سمجھ کر کہ انسان اپنی خلقی کمزوریوں کی وجہ سے اور حادثات زمانہ کے سبب سے
 یہی جس کام کو کہہ کرنا چاہتا ہے نہیں کر سکتا ہے دنیا کو پہلے ہی سے ترک کر دینا
 بہت بڑی نیکی ہے۔ معاملات چاہے جس حد تک طوالت پکڑ گئے ہوں مگر نیکو کاوت
 کو ہر حالت میں کوئی نہ کوئی موقع نیکی کرنے کا مل ہی جاتا ہے۔ *Athens*
 سے زیادہ بخت ملک اور کون ہو گا جس میں ۳۰ ظالم بادشاہ علیہ علیہہ قطعاً پر
 حکمران تھے ان سہوں نے شہر کے ۱۳ سو معزز اور خدا کے نیک بندوں کو تہ تیغ کر ڈالا
 تاہم ان کا جوش خرنریزی کم ہوا۔ بلکہ بڑھتا ہی گیا۔ ایسا شہر جس میں سپاہیوں کی تعداد
 کے برابر بادشاہ ہوں کب امن کی حالت میں رہ سکتا ہے۔ بیان کی غریب رعایا کو
 پہلا آزادی حاصل کرنے کا کیا موقع تھا اور اس وجہ سے اُنکی سیکرہ دن تکلیفات کا
 کوئی چارہ ممکن نہ تھا اللہ جل شانہ نے انکے درمیان میں سقراط کو پیدا کر دیا تھا جو انکے
 والدین کی تسلی اور تشفی کرنا سلطنت جمہوری کو جو ناپسند کرتے تھے اُنکی نفرت کو دور کرنا
 اور انکو سخت ملامت کرنا جو عیش و عشرت میں پڑے ہوئے یہ سمجھتے تھے کہ انکے
 ترک کر دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اور اُنکی ہی۔ جو ایسی نالائق مثال کے پیروی
 کرنا چاہتے تھے۔ باوجود ان تمام باتوں کے ان تیسوں ظالم بادشاہوں کی
 موجودگی میں وہ نہایت آزادانہ طور سے اور مطمئن اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ با اینہم دیکھیے
 کہ اس شخص کے ساتھ *Athens* کی رعایا نے کیسا کیمہ برتاؤ کیا جیلخانہ میں ڈال کر
 زہر کا پیالہ پلایا گیا اور اس طرح سے اپنے ہی غیر اندیش کی انہوں نے جان لی۔ یہ قدر دان

اُن لوگوں کی جنگویہ مرحوم آزادی دلانے کی کوشش کرتا تھا اور جکے لئے ایسے ظالم باؤنجاہوں کی اجتماعی قوت اور نیاقت کی ہی اُسے پروانہ کی سقراط کی کیفیت اس لئے نکو آخر میں حقیر کر دی ہے تاکہ تم جان لو کہ عقلا مصائب و تکالیف کی حالت میں ہی خاموش نہیں بنیہ سکتے جہان نیکی کرنے کا موقع ملا اور وہ اُسکے لئے طیارہ میں سلطنت یا حکومت کی جو کہ حالت ہو۔ مقدر چاہے جیسا ہمارے ساتھ برابر بنا کر سے ہو جو جان لینا چاہیے کہ ہمارا گدرا اسکی آشتی میں ہے بشرطیکہ ہوشیار رہیں اور خوف اور ہشت کی وجہ سے بے وقوف نہ بن جائیں۔ مرد وہی ہے جو خطرات میں مبتلا ہو کر۔ بیڑی اور ہتکڑی ہاتھ اور پاؤں میں پینکر ہی ہمت نہ ہارے۔ اور نہ خدا کی ذات لایوس ہو۔ مرنے سے پیشتر مرنے کی آرزو کر لو تمام برائیوں سے بدتر ہے خدا نخواستہ اگر تم ایسے زمانہ میں ہو کہ سلطنت کے ظلم اور جور برداشت نہ کر سکو اور اُن سے بچنے اور لوگوں کو بچانے کی تہ میں تمہارے اختیار سے باہر ہوں تو بہترین طریقہ یہی ہے کہ آرام سے کتب بینی اور کتابوں کے مطالعہ میں اپنا زیادہ وقت صرف کر دو۔ مخدوش حالت ہی میں تو جہاز بندر گاہ پر واپس لایا جاتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ تمہاری حالت میں کبھی ایسے اندیشہ واقع ہوں تو تم اس وقت کا انتظار نہ کرنا کہ زمانہ اپنے تعلقات تم سے علیحدہ کر لے بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ تم اُن سے خود ہی ترک تعلق کر دو۔

نمبر ۱۲

نمائشی کام اور ظاہر داری کی باتوں سے ہر انسان کو احترا لانا

یوسی لس۔ اپنے آپ کو نیکو کار بنانے کے لئے ٹیکوٹ بانہ روز جانفشانی اور

جانکا ہی کرتے دیکھ کر میں تمہیں قابل تمہیں سمجھتا ہوں اور مجھے ہی ایک قسم کی روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ تمکو اس نیک کام میں دن و رات جو گنتی ترقی حاصل ہو۔ اور اس کوشش میں تمکو جلد کا میاں نصیب ہو۔ مگر اس بات کا تمکو خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ تمہاری وضع اور طرز زندگی میں ایسی کوئی جدید بات داخل ہونے پالے جو لوگوں کی نظر و بین نہیں اور عجیب معلوم ہو۔ بننے ہوئے فقیروں کی طرح بالوں کو بڑھا کر چلتے دار بنانے۔ ڈاڑھی کو درست نکرانے۔ دکھانے کے لئے زمین پر سونے۔ روپیہ کے چہونے تک کی قسم کھا بیٹھنے۔ اور اسی قسم کی اور صد ہا گندی باتوں سے جسے صرف شہرت مقصود ہو کرتی ہے تمکو قطعی نفرت رکھنا چاہئے۔ فلسفہ کے دشمن جب قدر بڑائی کے ساتھ چاہیں فلسفہ کا ذکر کریں مگر سچ تو یہ ہے کہ اُس کا نام ہی اُنکے ناپاک دلوں میں ہیبت ڈال دینے کے لئے کافی ہے۔ اُن عادات کے بظاہر ترک کر دینے سے جو ہر انسان میں یقیناً اور عموماً پائی جاتی ہیں کیا نتیجہ جبکہ ہماری اندرونی حالت اُنکے برعکس ہے۔ ضرورت اسکی ہے کہ ہماری صورت اور ہماری وضع اور افعال ایسے ہوں جسے ہر انسان مانوس ہو کر محبت کرے تاکہ اسکے خلاف عداوت اور نفرت۔ یہ نہیں چاہیے کہ ہمارا لباس بالکل ہی بد قطع بد رنگ اور بھدرا ہو۔ اور نہ یہ چاہیے کہ روپیہ پر سنہارنگ پیر کر ہم کیمیاگری کا دعویٰ کریں۔ کفایت شعاری کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بجائے خود ہم یہ سمجھ لیں کہ مردہ کو کفن دینا بھی فضول خرچی میں شامل ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی

امتیازی فرق ہو تو یہ ہو کہ عوام الناس کہ طرح زندگی بسر کرنے کے طریقوں سے ہمارا
 طرز زندگی کس قدر بہتر ہو۔ یہ نہیں کہ بالکل ہی برعکس۔ ورنہ نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم سے
 لوگ گزیر گئے اور بعض اسکے کہ اُنکے افعال مثل ہمارے افعال کے ہو جائیں
 وہ ہمارے کسی فعل کی تقلید نہ کریں گے۔ انسانیت کے بڑا واپس کے سین جوں
 اور راہ درسم کے طریقے ہو کہ فلسفہ ہی سمجھتا ہے۔ یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ عام
 لوگوں کی سمجھ میں آسکیں۔ اگر ہمارا طرز معاشرت اور لباس لوگوں کے برعکس
 ہو گا۔ تو اس جنسیت کی بدولت ہم کو اُن سہوں سے علیحدگی اختیار کرنا پڑے گی
 ایسے فیشن کے اختیار کرنے سے جس سے بجائے تعریف اور اُنس کے
 ہمارا مضحکہ اُڑایا جائے اور دلہن میں نفرت پیدا ہو بیت سخت احتیاط رکھنی چاہیے
 فلاسفر کی زندگی بالکل سیدھی سادھی بے تکلف فطرت کے طریقہ پر ہونا چاہیے۔
 جسم کو تکلیف اور لہذا دوسے دیکر ارادہ بد شکل بنانا اور بدن کو صاف رکھنے کے
 عوض میلا اور ناپاک رکھنا۔ گندگی اور ناپاکی سے خوش ہونا۔ اتنا موٹا اور بد مزہ
 کھانا کھانا جس سے ہضم میں فتور واقع ہو۔ فطرت کا نہ تو کبھی ایسا منشا تھا اور نہ ہو گا۔
 لطیف اور مرض خدائیں کما کما کہ طبیعت میں نزاکت پیدا کرنا جس طرح ممنوع ہے اسی طرح
 ان چیزوں سے پرہیز ہی کرنا منع ہے جو ہلکے سستی۔ بلا تکلف اور بلا وقت
 مل سکتی ہیں۔ فلسفہ پر عمل کرنے سے کفایت شعاری مقصود ہے نہ بربادی۔ ہر حالت
 میں کفایت شعاری کا حکم پابند رہنا چاہیے۔ خوش وضعی اور خوش اخلاقی کے ساتھ

زندگی بسر کرنے کا طریقہ سب سے بہتر ہے اور اس لئے اُسکے پابند رہنے کی کوشش کرنا ہی لازمی ہے۔

نمبر ۱۶ میلون اور جلسون کی شرکت

محفلوں اور جلسوں اور میلون میں جانے کی نسبت اگر تم میری رائے دریافت کرتے ہو تو میں تجھ کو یہی رائے دوں گا کہ جہاں تک ہو سکے تم اُس میں شریک ہو۔ اسے پہنچا رکھو۔ تمہاری عمر ابھی ایسی نہیں ہے کہ تم اُن میں شریک ہو اور تمہارے قلب پر دماغ کی صحبتوں کا اثر نہ پڑے۔ تم تو بچے ہی ہو مجھے اپنے اوپر ہی اس وقت تک پورا وثوق نہیں ہے اور نہ اسکا یقین ہے کہ ان جلسوں کی شرکت کے خراب اثروں سے میں بچا ہی رہوں گا۔ تمہارے ہونے کی وجہ سے جو خیالات پاکیزہ دماغ میں جاگزیں ہو جاتے ہیں جلسوں وغیرہ میں جانے سے وہ پہلے دستور سابق منتشر ہو جاتے ہیں۔ اور اس بات کا تجربہ اکثر مجھے دماغ سے واپس آنے کے بعد ہوا۔ اگر زیادہ نہیں تو اتنا نقصان ضرور ہی ہوگا کہ قلب کا رجحان بُرائی کی طرف ہو گیا اور یہی بات دل کے پختہ نہ ہونے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو خیالات فاسد بمشکل تمام دفع کئے جاتے ہیں فوراً ہی واپس آکر دماغ میں مستقل ہو جاتے ہیں۔ ہماری حالت بالکل مریضوں کی حالت سے مشابہ ہے انکو اور اُدھر لے لئے پہنچانا

جس طرح حکمت کے خلاف ہے اسی طرح ایسے لوگوں کا معطل اور سیلے ٹیلوں میں جانا بھی
 خدانِ مصلحت ہے جسکی طبیعتیں ہنوز جنگلی ناک نینیں پہنچیں۔ ایسا اکثر ہوا ہے
 کہ بات چیت کا اثر سنے والوںکی طبیعتوں پر پڑ گیا ہے۔ گفتگو مزور ایک لاعلمی
 طریقہ سے نا تجربہ کار طبیعتوں میں اپنا اثر ڈال دیا کرتی ہے۔ ایسے مقامات پر سیکردن
 ہی تذکرے ہوتے ہیں اور مختلف باتوں کے مختلف اثر سنے والوں کی طبیعت
 پر پڑ جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ناچ اور ٹھیکڑ میں جانے سے بزرگوں نے
 منع کیا ہے۔ وہاں کی بد مذہبی خوش گویاں۔ اور آزادانہ گفتگو جبکہ ہم تفریح یا خوش طبعی
 سے تعبیر کرتے ہیں ہم پر بہت ہی بُرا اور زہر پلا اثر ڈال دیتی ہیں۔ جسکا نتیجہ بجز
 اسکے اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہاں کا جانے والا شخص صدمہ حریص اور مسرت ہی نہیں
 ہو جاتا بلکہ بجائے رحم اور شفقت کے اُسکے قلب میں سنگدلی اور بے رحمی پیدا ہو جاتی
 ہے کیا اسکی وجہ یہی ہے کہ پاگ انسانوں کی صحبت سے اُٹھ کر نئے ہوئے اُسے
 زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے؟ ایک روز میں ایک تماشہ گاہ میں اس خیال سے چلا گیا
 کہ وہاں کے تماشوں سے کچھ تفریح ہوگی اور دل بے جا مگر جا کر معلوم ہوا کہ اُسی روز
 وہاں ایک انسان کا خون کیا گیا تھا۔ جہاں ایسی بے رحمی کی حرکتیں ہوں وہاں تفریح
 اور دلچسپی کا ہبلا کیا موقع؟ کیونکر اُس بچارہ کا خون ہوا اسکی تشریح کی چنداں صورت
 نہیں اسلئے کہ ناظرین کو اور یہی سچ ہو گا مگر اسکی نسبت جو کچھ وہاں دیکھا اور سنا گیا اُسکا
 نتیجہ صرف یہی ہے کہ اُس مقام کو شفقت اور رحم سے ذرا ہی تعلق نہیں ہے چوٹی

چوٹی باتوں پر اگر توجہ نہ ہی کی جائے تب ہی میری ہی رائے ہے کہ خون ریزی کے
 سوا دہان اور کبھی نہیں۔ ایک ظلم اور ہوتا ہے وہ یہ کہ جب دو آدمی مقابلے پر لڑائے
 جاتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں ایسی کوئی چیز نہیں دیکھتی جس سے وہ اپنی حفاظت
 کر سکیں۔ جتنی ضرر میں پڑتی ہیں وہ سب ان کے رہنے جھومن پر گھر سے گھر کے زخم ڈال دیتی
 ہیں۔ حفاظت کی چیزیں ہاتھ میں ہونے سے لوگ اس طریقہ کو بہت زیادہ پسند کرتے
 ہیں اور ہر ضرب پر اس قدر رواہ ہوتی ہے کہ الامان۔ خدا جانے اس میں کیا خوبی ہے
 جس حالت میں کہ اپنے آپ کو وہ ضرب سے نہیں بچا سکتے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ
 سیف زنی کا ہنر سیکھنے اور اپنی حفاظت کی ترکیبیں یاد کرنے کا کیا اثر ہے۔
 بعض تماشائیوں کو انسان کے قتل سے بہت مسرت ہوتی ہے۔ اور ان کے
 نزدیک یہ بت ہی اچھا نظر رہے۔ ظلم پر ظلم یہ ہوتا ہے کہ انسانوں اور درندوں میں
 کشتی کرانی جاتی ہے اور وہ بھی علی الصبح۔ دو چکر اس طرح بازی جیتا ہوا شخص
 یا بعد کو دوسروں سے لڑایا جاتا ہے۔ مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی
 طریقہ سے ایک نایک شخص مارا جائے۔ یہ تماشے شوقیہ ہوتے ہیں۔ اور شوق
 ہی اتنا بڑا چڑھا۔ گویا کہ اسکا پورا کرنا فرض ہے۔

ایسی س۔ بہتر ہوتا کہ ایک دفعہ تم ہی ان تماشوں کو جا کر بچشم خود دیکھ آتے اور نگو
 یہی تجربہ ہو جاتا کہ تمہارے قلب پر ان باتوں کا اثر کیا پڑتا ہے۔ خدا کا شکر ہے
 کہ کموشقی القلب بنانے کی نہ تو کوشش کی گئی اور نہ اسکی ترکیبیں بتلائی گئیں۔ جو

جو شخص رقیق القلب اور نا تجربہ کار ہو اسکو چاہیے کہ خراب جلسوں - محفلوں اور
بڑے مقاربات میں جانے سے سخت احتراز کرے۔ بڑائی اپنا اثر فوراً ہی کر جاتی ہے
اور ایسے جموں کی بناوٹ - ترکیب - اور بولچلنی - سچ تو یہ ہے کہ سقراط سے
پختہ مزاجوں کی طبیعت پر ہی اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر ہم اس بات کو مان
ہیں کہ کوئی شخص اس حد تک نیلو کار ہے کہ اسپرید کار یون کا اثر نہ پڑ سکے گا -
مگر اس بات کو تو ہم کہیں نہ مانیں گے کہ اس کا قلب اس درجہ مضبوط ہو گیا ہے کہ بدکاروں
چاہے جب قدر کثرت و قوت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوں مگر وہ اپنے ارادوں
سے ہرگز باہر نہ آئے اور اوپر مستقل ہی رہے۔ تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اگر
کوئی شخص مختون کی صحبت میں ہر وقت رہے گا تو وہ ہی ویسے ہی زمانے حرکت
کرنے لگے گا۔ دیکھ لو۔ جو لوگ امرا اور دولت مندوں کے قریب ہر وقت رہتے
ہیں انکو دولت کی خواہش اور طلب کس قدر بڑھ جاتی ہے۔ بد وضع اور بدکار شخصوں کی
صحبت میں رہنے سے پاک سے پاک شخص اور ایماندار سے ایماندار بھی ویسا ہی
ہو جائے گا۔ بہلاؤ ان لوگوں کا ذکر ہی کیا جنکے اخلاق عام طور پر خراب ہوں۔ وہ ہی
حالی ہیں۔ یا تو یہ کہ ایسے لوگوں سے قطعی طور پر متفرق رہے۔ یا برعکس اسکے
ان سے محبت رکھے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ ان دونوں باتوں سے احتراز ضروری ہے
ان سے محبت کرنے میں جو نقصانات ہیں وہ ظاہر ہیں۔ ہر وقت کی نفرت اور پرہیز
سے ایک وہ کثیرے مفت کی عداوت اور دشمنی لینا ہے۔ اور اسکا نتیجہ بھی معلوم ہی ہے۔

ان دنوں حالتوں سے یہ تر ہے کہ انسان تنہا رہے۔ بلکہ ایسے لوگوں کی صحبت سے بالکل ہی علیحدہ۔ ہاں اُنکے پاس جاؤ اور گمراہی و ادنیٰ جو جن میں ٹھکانیکو کاربنانے کی قدرت ہو اور جنکو تم جو جوہر حالت سے اور زیادہ نیک نمین بنا سکتے۔ خراب مخلوق اور میلوں میں جاننے سے انسان خود رانی خود پسندی اور خود سالی سیکہ جانا ہے۔ ان مقامات میں اسوقت جانا مناسب ہے کہ اُن لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی تم اپنے میں قابلیت پاؤ۔ عام طور سے تو یہی دیکھا گیا ہے کہ میلوں میں ایسا شخص ایک ہی نہیں ہوتا جو نیکو کار۔ کی قدر و منزلت کر کے۔ اگر خوش نصیبی سے ایسا کوئی شخص نکل ہی آئے تو اُسکو اور اُسکے ذریعہ سے اپنے آپکو نیکو کار بنانے کے لئے پورے طور سے کوشش کرنی چاہیے۔ شاید یہاں تم یہ کہہ بیٹھو کہ جب نیکو کار ہونے سے انسان پراتنی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں تو نیکو کار ہونے سے کیا فائدہ۔ کیا اس کہنے سے تمہارا یہ منشا ہے کہ عمدہ باتوں کے سیکنے میں جو تم نے محنت کی اور اُسمن وقت صرف کیا وہ سب رائیگان کیا؟۔ نہیں۔ یہ خیال تمہارا ہرگز نہوگا۔ انسان کو کتب بینی سے بہت فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ آج ہی میری نظر سے بزرگوں کے تین قول ایسے گذرے ہیں جو تمہارے لئے بہت ہی مفید ثابت ہونگے۔ اول تو یہ کہ اس خط کو حسین ان مطالب کی تحریر کی تشبیح کی گئی ہے بہت احتیاط سے رکھنا باقی دو آگے چل کر ٹھکانو معلوم ہو جائینگے۔ سقراط کا قول ہے کہ ”وحدت میں کثرت۔ اور کثرت میں وحدت کا خیال بڑھتا ہوں“ یہ دوسری بات تھی۔ کسی فلاسفر سے

بوجھا گیا تھا جسکا نام معلوم نہیں ہوا۔ کہ تم فنون کو کیوں اچھا سمجھتے ہو۔ اس سے تو بہت کم لوگوں کو فائدہ پہنچنے کی امید ہے؛ اس حکیم نے نہایت ہی عاقلانہ جواب یہ دیا کہ بہت کم تو بہت ہیں۔ اگر ایک شخص کو (یا اس سے بھی کم کو) فائدہ پہنچ جائے تو میرے نزدیک بہت زیادہ ہے۔ تیسرا مقولہ نہایت ہی افضل ہے وہ یہ کہ حکیم اپنی کیوسر اپنے ایک ہم سبق کو بہت خصوصیت کے ساتھ لکھتا ہے کہ ہماری حالت تیرے کے مانند ہے۔ جہاں ایک کو درد کے کی حالت دیکھنے اور اسپر غور کرنے سے سبق حاصل کرنے کا نہایت اچھا موقع ہے۔

یوسر لس۔ یہ وہ باتیں ہیں جو تمہارے دل پر تیرے نقش کی طرح نقش ہو جائیں تو اچھا۔ اور اگر کہیں تم انکو درد زبان نہیں بلکہ درد دل کو لو تو سبحان اللہ یہ کیا کہنا۔ دیکھو خردوار۔ ایسے عیش و عشرت کی کہیں قدر نہ کرنا جسکی بنیاد شہرت اور عام پسندیدگی پر ہو۔ لوگ تمہاری تعریف کرتے ہونگے۔ اور تم غالباً اسوجہ سے خوش بھی ہوتے ہو گے۔ کہ وہ تمہیں نیکو کار سمجھتے ہیں۔ مگر تم شیخی میں نہ آجانا۔ خوب یاد رکھنا کہ تمہاری ذات میں اگر کوئی جوہر ہے تو یہی نیکو کاری اور بس۔

مبدا

کس قسم کی کتابیں مطالعہ میں رہنا چاہئیں

اس امر کی احتیاط بہت ضروری ہے کہ اس قدر تصنیفات اور تالیفات پڑھنے کا حوق

دلین پیدا ہونے پائے جس سے دوران سر کے مرض کے علاوہ کتب بینی کی طرف سے تمہاری طبیعت نفرت کرنے لگے۔ اُس مضمون یا عبارت کو جسے تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ کے لئے تمہارے دماغ میں رہے بہت غور اور توجہ سے تھکوپڑھنا چاہیے۔ جو شخص ہر جگہ ملنے کا وعدہ کرے گا یقیناً وہ کہیں ہی نہ ملے گا۔

سافر سے ہی کوئی کرتا ہے پیت

ایک پُرانی اور سچی مثل ہے یہی حالت اُن کتب بینی کرنے والوں کی ہے جو پوری طور سے الفاظ کے معانی تو نہیں سمجھتے مگر صحنے کے صحنے اُلٹ جاتے ہیں۔ ایسی غذا سے جسم کی پرورش کی کیا امید ہو سکتی ہے جو کما تہی ویسے ہی بیج ہو جائے۔ جو دو ایسین جلد جلد بلی جائیں اُن سے مریض کا صحت پانا معلوم۔ وہ زخم سہا کیا جلد اچھا ہوگا جیسے جو مرہم ملے لگا دیا جاوے۔ نہ وہ درخت پھولے اور پیلے گا جو ایک جگہ سے اُگتا کر دوسری جگہ ہر روز لگایا جاوے جس شے کے ترک کر دینے میں نفع ہو اُسکا فوراً ہی ترک کر دینا بہتر ہے۔ سیکڑوں کتابیں پڑھتے پڑھتے دماغ اور حافظہ پریشان اور خراب ہو جاتے ہیں۔ جتنا پڑھنا چاہیے اُتنا تو پڑھتے نہیں۔ اتنا پڑھنا چاہتے ہیں جتنا پڑھ نہیں سکتے۔ کبھی اس کتاب کے شروع کرنے کو جی چاہتا ہے اور کبھی اُسکو ختم کرنے کا۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ متفرق غذائیں پسند کرنا والے شخص کا پیٹ ضرور خراب رہے گا۔ نہ تو اُسکا ہضم ہی درست ہوگا اور نہ اُس سے جسم کی پرورش ہو سکے گی۔ میں تھکوں صرف اُن کتابوں

کے پڑھنے کے لئے ہدایت کرتا ہوں جو مقبول عام اور جگہ جگہ مستند ہوں۔
ان کتابوں کے پڑھتے پڑھتے اگر تمہارا جی گہرا جائے تو جس طرح باغ میں جا کر سیر
تفریح کر کے اپنے مکان پر پہرہ واپس جاتے ہو اور وسیطیج دوسری کتابوں کے مطالعہ
سے تفریح حاصل کر کے اسی پہلی کتاب کو پھر پڑھو۔ ایسی باتوں کا سننا اور
سیکنا کہ افلاس میں کس طرح تم خوش اور سرورہ سکتے ہو موت کے لئے تگھو اور
ہر انسان کو کس طرح ہر وقت طیار رہنا چاہیے۔ زندگی میں تغیرات اور انقلابات واقع
ہوتے پر کس طرح تم صابر اور شاکر رہ سکتے ہو اپنے اوپر فرض کر لینا چاہیے۔ انہیں
سے جو بات تم کو اچھی معلوم ہو اس کو اختیار کر کے اوپر علمدار آ کر دو۔ میں ہی ایسا ہی
کرتا ہوں۔ پڑھتے پڑھتے جہاں مجھے کوئی بات اچھی معلوم ہوئی اسی وقت سے
میں نے اُس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ حکیم اپنی کیورس کے تعلیمات پڑھتے پڑھتے
آج ہی مجھے ایک بات معلوم ہوئی ہے۔ اپنی کیورس کے نام سے تم چونکو گے
مگر میں بتلائے دیتا ہوں کہ مجھے تعصب ذرا ہی نہیں ہے۔ اور میں "متنع ذہر گوشہ"
یا "فتم" کے متوالہ پر عمل کر کے اپنے مخالف حکما کی تصنیفات ہمیشہ پڑھا کرتا ہوں۔
حاصلہ نظر سے نہیں بلکہ منصفانہ نظر سے۔ اس حکیم کا قول ہے "وہ افلاس
جس میں قناعت ہی شامل ہو دنیا میں بہت بڑی نعمت ہے" مگر میری رائے ہے
کہ مفلس اگر قانع ہو تو مفلس ہی نہیں۔ قانع شخص کو فقیر کون کہہ سکتا ہے۔ وہ تو اچھا
خاصہ دوہتمند ہے۔ قناعت تو نگر کند مرد را +

وہ شخص مفلس نہیں ہے جسکے پاس دولت تو ہے مگر کم۔ مفلس حقیقت میں وہی ہے جو حریص ہو اور زیادہ کی فکر و نین مبتلا ہے۔ اگر کوئی شخص ہزاروں اور لاکھوں روپیہ کا مالک ہے۔ یا ہزاروں من غلہ اُسکے کلیان اور کیتوں میں جمع ہے یا سو کے ذریعہ سے ہزار ہا روپیہ کی آمدنی ہو رہی ہے تو اس بے انتہا دولت سے اُسے کیا فائدہ جبکہ دوسروں کے توڑے سے منافع کو بھی وہ حسد کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے پاس کے جمع کی ہوئی دولت اور ذخیرہ کو توڑا سمجھ کر حساب لگایا کرتا ہے کہ کتنی اور جمع کرنا چاہیے۔ دولت مند ہونے کے لئے میں تمکو دو گرتا ہے دیتا ہوں۔ اُن پر عمل کرنے سے کبھی مفلس ہی ہو گے۔ ایک تو یہ کہ ضرورت کی چیزیں تمہارے پاس ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس قدر ہوں کہ تمہاری ضرورت کے لئے کافی ہوں بس اس قدر لا تعداد کتب خانوں اور کتابوں کے مالک ہونے سے کیا فائدہ کہ اپنی تمام زندگی میں تمکو اُسکی خدمت پر ایک مرتبہ ہی نظر ڈالنے کا موقع نہ ملے۔ بہت سی کتابیں پڑھنے اور عمل نہ کرنے والے پر ہم

چار پائے برو کتاب چند

کی نسل صادق آتی ہے اور ایسی حالت میں اسے کوئی فائدہ تو ہوتا ہی نہیں انکار کتنا صرف ایک قسم کا بوجہ ہے۔ بہت ہی بہتر ہو اگر اپنی کتب بینی تم لائق مصنفین کی تصنیفات تک ہی محدود رکھو۔ اسکندر یہ کہ کتب خانہ میں جو شاہان سلف کا یادگار تھا ہم کتابیں تین اور وہ سب جگہ خاکستر ہو گئیں۔ بعض آدمی اُس

کوشش کی تعریف کرتے ہیں جو ان کتابوں کے جمع کرنے میں لگی تھی۔
 ٹی ٹیس اور ٹی ڈی اس اسی خیال کے بزرگ تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کتب خانوں
 سے شاہان سلف کا شوق اور ان کے تحفظ کی فکرات کا پتہ چلتا ہے مگر میں اسکا
 قائل نہیں ہوں۔ میرا خیال ہے کہ ان بادشاہوں کو کتابوں کے پڑھنے کا
 شوق نہ تھا۔ بلکہ اپنی شان و شوکت کا اظہار مقصود تھا۔ اکثر جاپون کو ہنسنے دیکھا
 ہے کہ ایک صرت پڑھ نہیں سکتے۔ مگر کتب خانہ اُنکا دیکھو تو بہت ہی معقول ہے
 کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ کتابیں انہوں نے کس غرض سے جمع کی ہیں؟ پڑھنے
 کے لئے۔ یہ تو جھوٹ ہے۔ صرت کرہ کی زیادہ پیش اور نمائش کے لئے۔
 یوہی سس۔ تم ہرگز ایسا نہ کرنا۔ مکو اسیفڈر کتابیں منگانا چاہیے۔ جنہیں تم پڑھ سکو
 اُنکی تعداد دکھلانے کے لئے نہو۔ شاید تم یہ کہو کہ کاٹ کاٹ کے خریدنے سے
 تو کتابوں کا خریدنا بہت ہی ہتر ہے۔ مگر میں یہ کہوں گا کہ ضرورت سے زیادہ جوشی ہے
 محض فضول ہے۔ تمہیں بتاؤ کہ تم کس شخص کو اچھا سمجھو گے۔ اُسکو جو اتھی دانت
 اور سنگ مرو کی خریداری کرے۔ یا اُسے جو تمام دنیا میں پیری لگاتا پیرے اور یہی
 کتابیں جمع کرے جیکے مصنفوں سے کوئی ایک شخص بھی واقف نہو۔ اور جو
 واقف ہوں وہ نفرت کریں۔ یا جو ایسی کتابوں کے جمع کرنے پر اور اُنکی جلدوں کی
 خوبصورتی پر نازان ہو۔ کابل سے کابل شخص کے بیان ہی جا کر تم دیکھو گے کہ اُسکا کہہ
 ٹھٹھا ٹھٹھے کتابوں سے بہرا ہوا ہو گا اُسکے کتب خانوں میں دنیا بھر کے مورخوں۔

عالموں - فاضلوں کی تصنیفات بسر ہی ہوئی ہیں کتب خانوں کا رواج ایسا عام ہو گیا ہے کہ مسکاذن میں جسطرح حماموں اور باورچی خانوں کی ضرورت سمجھی جاتی ہے ویسے ہی انکے رکنے کی - مگر میں سچ کہتا ہوں کہ بڑے مصنفوں کی قابل قدر تصنیفات یہ لوگ اٹکی جلدوں کی خوبصورتی اور تصویروں کی وجہ سے جنسے وہ اپنی دیواروں کی زیبائش کرتے ہیں - خریدتے ہیں اور اسکے سوا اٹکی اور کوئی غرض نہیں ہوتی۔

نمبر ورزش

مکتوب الیہ کو ”بعافیت باشند“ لکنا ہمارے بزرگوں کا پُرانا طریقہ اب تک جاری ہے - مگر میری رائے میں یہ طرز تحریر فی زینا تبدیلی کے لائق ہے - بعض اسکے اب دعا اگر یہ ویجاوے کہ ”خدا آگھو فلا سفر بنائے“ تو بہت مناسب ہو - اور سچ پونچھو تو بعافیت باشند - یعنی تندرست رہنے کی وعادینے سے بزرگوں کا منشا بھی یہی ہوگا - جسم چاہے جس قدر مضبوط ہو اور تندرست مگر قلب بجز فلسفہ کے تندرست رہ نہیں سکتا - یہ بات اگر تم نہ مانو تو پیر ایک مجنون کو تندرست ماننے میں تمہیں کیا عذر ہو سکتا ہے اُسکا جسم تو بظاہر دیکھنے میں تندرست اور مضبوط ہوتا ہے! پس سخت ضرورت اس امر کی ہے کہ اولاً قلب کی تندرستی کی فکر کیجاوے - اور جسم کی بعد کو - اگر تم صیغاط اور ہوشیاری سے زندگی بسر کرنے

کی ترکیب جان لوگے تو تم کو پھر جسم کے تندرست رکھنے میں زیادہ وقت و تکلیف
 نہوگی۔ یہ بات علما اور فضلا کے لئے کیسی بدنام ہے کہ بچوں کی طرح کہہ کرے ہر گھنٹوں
 ہاتھ پاؤں گردن سر اور جسم کے دیگر اعضا کو حرکت دیا کریں۔ اسکے علاوہ
 لطیفہ خدائیں کھا کر جسم کو فروہ اور اکھاڑہ میں لوٹ کر دو ذوق پہلوون کو مضبوط کرنے
 کی فکر میں رہیں۔ ورزش سے اگر کوئی شخص اپنی خواہش کے موافق مستند اور
 مضبوط ہو ہی گیا تو کیا نتیجہ۔ طاقت۔ فریبی۔ اور وزن میں تو وہ ہرگز میل سے زیادہ
 نہو سکے گا۔ ہاں یہ نقص بہت بڑا پڑ جائے گا کہ جسم کی فریبی کے بوجہ سے
 دیگر قلب کی رفتار بہت ہی سست پڑ جائے گی جس قدر تم اپنے جسم کو فریبی سے
 روکو گے قلب اتنا ہی صاف اور روشن ہو گا۔ جسم کے زیادہ احتیاط کرنے والوں کو
 ہزار ہا قسم کی تکلیفیں اور پریشانیوں ہو کرتی ہیں۔ سب سے اول ورزش ہی کی تکلیف
 کیا کم ہے۔ دوسرے یہ کہ پڑھنا لکھنا یا ریاضت کرنا اسکے بعد ناممکن ہے۔
 ورزش کرنے سے بہوک زیادہ ہو جائے گی۔ آپ ہی فرمایا ہیں کہ زیادہ کھانے
 سے قلب بیکار ہو جائے گا یا نہیں۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ ذیلیان دیون کے
 اخلاق دولت جمع ہو جانے سے بگڑ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ریاضت کی سخت
 ضرورت ہے جو اس دن کو مبارک سمجھیں جس روز پیٹ بیکرا لگو شراب پینے کے
 لئے اور کباب کھانے کے لئے ملجائیں۔ یا صبح اٹھتے ہی مٹھالی کا دونا کوئی صاحب
 کو نکلے نڈ کرین۔ شراب بیکر پیٹہ کے ذریعہ سے نکالنا ایک قسم کی بیماری ہے۔

عمدہ قسم کی بہت سی اور ورزشیں بھی بہین جنین وقت کم صرف ہوتا ہے اور کماہیت
 بھی کم ہوتی ہے۔ ان ورزشوں کو ہر شخص کر ہی سکتا ہے۔ مگر ہلانا۔ دوڑ لگانا۔
 جست کرنا۔ انہیں سے جو ورزش ایسی سس تکو پسند ہو اس سے فارغ ہونے
 کے بعد غو۔ آہی اپنے قلب کی صفائی کی فکر کر لیا کرو۔ اور اسکی فکر ضروری ہے۔
 ایک دن نہیں بلکہ شبانہ روز قلب کو صاف اور روشن کرنے والی ریاضتوں سے
 تکو دلچسپی رکھنا چاہیے۔ ان ریاضتوں کے کرنے میں نگری اور نہ سزوی حلاج ہوگی
 حتیٰ کہ ضعیفی میں ہی تو تم راجی ان سے گہرا نے کا نہیں۔ ان ریاضتوں کے کرنے
 میں جو بڑا پہلے میں ہی باعث تسلی اور دلچسپی ہوں اگر شباب میں تکو کتبہ تکلیف ہی ہو
 تو تمہیں ان سے باز نہ رہنا چاہیے۔ اس سے میرا یہ منشا نہیں ہے کہ ہر وقت
 تم ریاضت یا پڑھنے ہی لکھنے میں مصروف رہو اور کوئی تفریح بھی نہ کرو۔ نہیں بلکہ یہ کہ
 قلب کو استقامت تکلیف نہ دو کہ دوبارہ ریاضت کرنے کی طیاری کرنے سے گہرا
 اور نہ اتنا آرام نہ دو کہ ریاضت بالکل ہی ترک ہو جائے۔

نمبر ۱۹

زیادہ دیر تک سونے کے نقصانات

دو شمر غے بہ صبح منی لیس

عقل صبرم ربود و طاقت ہوش

مگر اور از من رسیدہ بگوش	یکے ازدوستان مخلص را
بانگ مرغے چنین کند در ہوش	گفت یاد زنداشتم کہ ترا
مرغ تسبیح خوان دمن خاموش	گفتم این شرط آدمیت نیست

گو بمقابلہ رات کے دن مختصر ہو گئے ہیں لیکن اگر کوئی شخص چاہے تو اب بھی اُسے کافی دقت مل سکتا ہے بشرطیکہ آفتاب کے طلوع ہوتے ہی وہ ہی پلنگ سے اٹھ بیٹھے۔ اور اسکا منتظر نہ رہے کہ آفتاب کی سنہری شعاعیں پسپا کر کے اٹھانے کے لئے جب خوشامد کریں تب ہی وہ اُٹے۔ دیر تک سونے کی عادت کیسی ذلیل اور نرا ہے۔ اور ظہر یہ کہ اسقدر دیر تک سونے کے بعد ہی بغض آدمی سمجھتے ہیں کہ وہ جلدی اُٹے!! دنیا میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو صبح اور شام کے کاموں میں خلط مبحث کر دیتے ہیں اور شب گزشتہ کی ناپاک صحبتوں کے لعلات اُنہیں کہہ کر ایسا متوالا کئے ہوئے ہو جاتے ہیں کہ شام سے قبل اُٹنا اُنہیں قسم ہے۔ اُنکی حالت کچھ ایسی ہو گئی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گو زیادہ دنیا کے دوسرے حصے میں آباد ہیں جب دماغ دن ہوتا ہے تو یہاں اور جب بیان رات ہوتی ہے تو وہاں دن۔ ہمارے شہر میں ہی ایسے بزرگوار ہیں جن پر دنیا کے دوسرے حصے میں ہر خود اُترا کی بھپتی صادق آتی ہے۔ اور بقول حکیم کیتو جنہوں نے تمام عمر آفتاب کو طلوع اور غروب ہونے دیکھا ہی نہیں۔ افسوس جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ وہ کس زمانہ میں رہتے ہیں یہ کب جان سکیں گے کہ زندگی بسر کرنے کے عمدہ طریقے کیا ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں

جو مرنے سے گبراتے ہیں حالانکہ سچ پوچھو تو وہ زندہ رہ گورہیں۔ تمام رات شراب پیئیں
 اور کباب اور لطیف اور مرغین غذاؤں کے کھانے اور لہجہ و رنگ دیکھنے میں بیٹھے
 ہی بیٹھے کاٹ دستے ہیں اگر مجھ سے پوچھو تو یہ جشن اور دعوتیں نہیں ہیں بلکہ اُسکے
 سیوم اور چہلم کے کھانے ہیں محنت اور مشقت کرنے والوں کو دن کے بڑے
 ہونے کی شکایت ہی نہیں ہوتی۔ اگر ہم کام اور محنت کرنا چاہیں تو اپنی زندگی اس
 طریقہ سے بڑھا سکتے ہیں کہ رات کا حصہ کچھ کم کر کے دن میں شامل کر دیا کریں۔
 تو رات اور دعوتوں میں ذبح کرنے کے لئے جو جانور پالے جاتے ہیں وہ تاریک
 مکانون میں رکھے جاتے ہیں اور ان سے کسی قسم کام نہیں لیا جاتا اور اسی وجہ سے
 وہ خوب تیار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اُن لوگوں میں بھی جو بلا محنت و مشقت اپنی
 زندگی بڑے بڑے کاٹتے ہیں کابل الوجودی کی وجہ سے سونائی اور زہنی کا سلسلہ
 شروع ہو جاتا ہے اور بعد چند سے موٹے ہو کر جسم بالکل ہی بقطع اور بد نما ہو جاتا
 ہے چہرہ پر بیماروں کی طرح زردی چھا جاتی ہے۔ پیلے پڑ جاتے ہیں نفع زیادہ
 ہو جاتا ہے۔ اور جسم کی حالت خراب ہو کر گوشت لگنے لگتا ہے۔ یہ ظاہر کی خرابیاں
 تو کچھ کم ہی ہیں۔ اس امر کے خیال کرنے سے کہ اُسکے دل میں تاریکی کی کیا کیفیت
 ہوگی۔ جسم کے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں بیٹا ہو کر وہ کام کرتے ہیں کہ نغوذا باسد
 اند ہے ہی مات ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ تاریکی اُسکے دلوں میں کس وجہ سے
 پھیل جاتی ہے۔ صرف اس وجہ سے کہ اُوںکے وقت کام کرنے سے متفرق ہو کر اپنی زندگی

کے کام کاج وہ رات ہی کے وقت کیا کرتے ہیں۔ فطرت بدکاری کو پسند نہیں کرتی اور ایسوجہ سے ایسے لوگوں سے فطرت کے قواعد کی پابندی نہیں ہوتی۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بدکار ہو جاتا ہے۔ فطرت کے خلاف کرتے کرتے بہراںکو بدکاری میں لطف آنے لگتا ہے۔ راستی سے کنارہ کشی کرتے کرتے ہم اُس راستہ سے استفادہ دور ہو جاتے ہیں کہ کو سون اُسکا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور نتیجہ عکس ہوتا ہے۔ کیا تمہاری رائے میں۔ لیوسی لس۔ یہ لوگ فطرت کے خلاف نہیں چلتے۔ جو جلد جلد شراب پیتے۔ اور اپنے معدہ کی خالی آنتوں میں شراب اڈھٹیلے چلے جاتے ہیں اور دست الست ہو جانے کے بعد کمانا کھاتے ہیں؟ اس زمانہ کے نوجوانوں میں یہ بیوہ طریقہ عام طور سے رائج ہو گیا ہے۔ یہ دستور تو عام ہے کہ کمانا کھانے کے بعد تھوڑی سی شراب پی لی جاتی ہے۔ ہمارے دیہات کے روسا بھی جو سچی مسرتوں کے لطف سے ناواقف ہیں ایسا ہی کیا کرتے ہیں اٹھکی رائے میں وہی شراب مزہ دیتی ہے جو غذا کے اوپر دو دو انگلی تیرتی ہے اور جسکا ہر قطرہ رگون میں پیوست ہو جائے۔ وہی سستی مستی ہے جو خالی پیٹ میں شراب پینے سے ہو۔ بہلا تمہارے نزدیک کیا وہ لوگ جو مستو راتوں سے بھی زیادہ باریک اور نازک کپڑے پہنا چاہیں فطرت کے خلاف کام نہیں کرتے یا وہ خوشامیخت سے بیوہ نوزس کی امید رکھیں۔ اس زیادہ اور کیا تانت ہوگی جو جاڑے میں فصلی گلاب پو۔ لٹنے کی امید رکھیں۔ یا جوالہ۔ نسرین۔ اور نسرین کے درختوں کو گرم

سچا کرائے پونے اور پلنے کی خواہش کریں۔ یا جو اپنے کو ٹھون پر باغیچہ
 لگائیں یا جسکے مکانوں کی چتون پختہ درخت ہوں جو ذرا سی ہوا میں ہی شہسک
 جنبش کرنے لگیں یا جنکی جڑیں ان مقامات پر پھیلی ہوئی ہوں جہاں کہ انکی خانہ
 کو پہنچنا چاہیے۔ یہ لوگ فطرت کے خلاف کر کے اپنے آپ کو نہایت ہی بے عقل
 ثابت کرتے ہیں۔ دریاؤں میں جو حمام بنائیں یا دامن جہاں بانی تھپڑ سے
 دے دیکر لہروں کو بھی قیام نہیں کرنے دیتا اپنے آپ کو تیراک سمجھ کر غلٹانہ
 تعمیر کرائیں آپ ہی کہیں کہ انکی طاقت میں کسی کو بھی کچھ شبہہ ہو سکتا ہے۔ تو
 فطرت کے خلاف کرتے کرتے یہاں تک ذہن پہنچ جاتی ہے کہ اُسکے
 موافق کام کرنے کو بہر جی ہی نہیں چاہتا اور ہر ایک کام ہی فطرت کے موافق
 نہیں ہوتا۔ جہاں دن ہوا اور اُسکے سونے کا وقت آیا۔ اور جب رات ہوئی
 تو گویا سیر و تماشا کا وقت ہوا۔ کہیں زمین سواری پر سیر کرنے کے لئے گویا
 طیارہ ہے اور کہیں ٹیم۔ پو پختے ہی اُسکے کمانا کہانے کا وقت آتا ہے۔
 اس طرز پر زندگی بسر کرنے والوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ عام لوگوں سے اُن کی
 مشابہت نہونے پائے اور اسی خیال سے کہ عموماً چونکہ سب آدمی کام کاج کر کے
 رات کو سوتے ہیں یہ دینیں کام نہیں کرتے۔ اور رات بہر جاگتے ہیں۔ ایسے
 لوگوں کا مردوں میں شمار ہے انہیں اور مردوں کے جنازوں میں کیا فرق ہے
 جو رات کو شعل اور لالٹونوں کی روشنی میں اٹھاتے جاتے ہیں۔ انہیں ہی تو سیر

لسب اور فالوئس موجدی شمعون کی روشنی کی ضرورت ہے۔ افسوس کہ اس طرز
زندگی کو اکثر آدمیوں نے اختیار کیا ہے۔

اسٹی پی لس بوٹا ایک شخص زمانہ سابق میں نہایت ہی دولت مند تھا۔ اپنی تمام دولت
کو اُس نے عیش و آرام میں صرف کر دینے کے بعد ایک روز اپنے افلاس کے
مصائب و تکلیفات کو شاہ بیٹی ری اس سے بیان کر کے زمانہ کی سختی اور سخت گریہ
ہونے کی شکایت کی۔ بادشاہ نے لب کو ٹنکر کہا کہ اب پچھانے سے کیا نتیجہ؟
مان ٹی لس جیونس شاعر تھا جو ۴۱۲ سال قبل مسیح کے پیدا ہوا تھا۔ اسپر چوٹا
الطاف اور اکرام تھے اُنکے لئے یہ عام میں مشہور تھا۔ مگر زمانہ کی مخالفت تو
مشہور ہے اسپر ہی وہی زوال نازل ہوا جو اوروں پر ہوتا ہے۔ اپنے زمانہ عروج
میں ہر شعر قطعہ، جنس۔ یار باغی میں آفتاب کے طلوع اور غروب ہونے کا
سین کینچنا ان کا خاص حصہ تھا۔ ان کی اس عادت سے لوگ یہاں تک عاجز
آگئے تھے کہ اُنکے ایک گہرے دوست نے اُنکے اشعار کو ٹنکر اپنا استعجاب
اور تاسف ظاہر کر کے کہا کہ تمہاری اس شاعری پر سولنت بھیجئے کوچی چاہتا ہے۔
دوسرے نے کہا کہ مذہب طریقہ اس مطلب کے او اکر نے کا یہ تھا کہ میرا تو
جی یہ چاہتا ہے کہ آفتاب کے طلوع ہونے سے غروب ہونے تک میں تمہارے
اشعار سنا کروں۔ کیونکہ مجھے اس سے نہایت مسرت حاصل ہوتی ہے۔

شام کی آمد کی نسبت جو نظم انہوں نے تصنیف کی تھی اُسے ٹنکر دیرس نامی ایک ہونے

نے جو نہایت ہی بذلہ سنج شخص تھا کہا کہ واہ واہ یہ تو سچ مچ شام ہی کا وقت آگیا
 اب تو مسٹر بوٹا کے سونے کا وقت ہوگا۔ رات کی تعریف میں جب انکی تصنیف شدہ
 نظم سُنی تو کہا کہ یہ تو رات ہی آگئی۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں اُنکے نزدیک
 اب کل صبح ہوگی۔ میں صبح کا سلام اُنہیں کراؤں گا۔ بوٹا کے اس خراب طور
 سے زندگی بسر کرنے سے بدتر اور کیا طریقہ ہوگا۔ اور یہی طرز زندگی سیکرٹون
 آدمیوں نے اختیار کر لیا ہے۔ افسوس۔ اس اختلاف سے اُنکا یہ مطلب
 نہیں ہے کہ بمقابلہ دن کے رات سے اُنہیں زیادہ دلچسپی ہے۔ مگر یہ بات
 ہے کہ عوام سے کسی معاملہ میں مشابہت نہونے پائے۔ دوسرے کہ
 بمقابلہ دن کے رات زیادہ پردہ پوش ہے۔ نمائشی اور ایسی چیزیں جن پر روپیہ
 صرف ہوا ہے رات کو زیادہ اچھی معلوم ہوا کرتی ہیں۔ دن کی روشنی میں اُنکی
 قلعی کھلبلیاں ہے۔ لہذا دن اُنکو نا پسند ہے۔ ایسے آزاد فریج اور بیوہ
 طرز پر زندگی بسر کرنے والوں کا مقولہ ہے کہ ۴ بدنام اگر ہونگے تو کیا نام ہوگا؟
 اگر ان بیوہ کیوں پر ہی اُنکی شہرت نہوئی تو یہ سمجھتے ہیں کہ اُنکی تمام محنت ہی
 رائیگان گئی۔ جب تک دن میں وہ ایسا کام نہ کر لیں جس سے رات میں اُنکی
 شہرت ممکن نہ ہو تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُنہوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ جو شخص ایسے
 لوگوں کا جلیس اور بار غار بننا چاہے اُسکو چاہیے کہ ان سے بھی بڑھ کر
 بیوہ اور بدتمیز ہو۔ جہاں ایسے ایسے صدہا قسم کی بدکاریاں کرنے والے

ہو گئے وہاں معمولی بدکاروں کو کون پوچھے گا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ
 کوئی ایسی خاص قسم کی بدکاری کیجاوے جو باعثِ شہرت ہو پیڈو ایلبی نوڈی نس
Pedo Albinovanus اپنے پڑوسی اسپوری اس پٹی پٹی نس *Spurius*
Papinius کے حالات اس طرح تحریر کرتا ہے کہ وہ اُتو کی طرح شب بیداری
 کیا کرتا تھا۔ ایک روز رات کے تیسرے گھنٹے میں کوڑوں کی آواز سنائی دی
 اسکا سبب دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نوکروں پر زد و کوب ہو رہی تھی۔ چلتے
 گھنٹے میں گانے کی آوازیں آئی۔ معلوم ہوا کہ حضور گلے بازی فرما رہے ہیں۔ آٹھویں
 گھنٹے میں بیون کی گرگراہٹ سننے میں آئی دریافت ہوا کہ خود بدولت کی ہوا خوری
 کا وقت ہے۔ سیر کے لئے باہر تشریف لیجاینگے۔ علی الصبح نوکروں کی دوڑ
 دھوپ کی آواز سننی گئی کسی نے کہا کہ یہ پہل پہل اُنکے حمام کرنے اور جب
 حمام شور بہ و شراب پینے کی طیاری کی وجہ سے ہے۔ بدکار یون کی اس قدر
 بے انتہا قسمیں دیکھ کر انسان کو تعجب ہوتا ہوگا۔ مگر اُنکے علاوہ ابھی اور بہن جبکا
 تھا زمین اور نہ جنگلی قسمیں سمجھ میں آسکتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر بدکار کی وضع
 اور عادت میں اختلاف ہے۔ مگر وہ لوگ جو فطرت الہی کی تقلید کرتے ہیں آرام
 سے رہتے ہیں اور آنا دہن۔ اُنکے آپس کے برتاؤ اور زندگی بسر کرنے کے
 طریقوں میں شاید ہی فرق ہوتا ہو۔ مگر اُنکے خلاف جو لوگ ہیں انہیں نہ تو کوئی تربیت
 ہوگی اور نہ کوئی قاعدہ نہ نیکرنگی۔ اصلی نقص یہ ہے کہ عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتا

اُنکے لئے موجب شرم ہے۔ بمقابلہ عام لوگوں کے اُنکے لباس کی پڑوں کی تراش خراش۔ اُنکی غذا۔ اُنکے گاڑی گوتروں میں کوئی نہ کوئی امتیاز لازمی اور ضروری ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ تقسیم اوقا اور کام میں کوئی فرق نہ ہو ایسے لوگوں میں جسے گناہ بہ کاناہ بشریت سرزد ہو جاتے ہیں اور اُنہیں جو شہرت حاصل کرنے کے لئے بدکاریاں اور گناہ کرتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ بت بڑا فرق کر فطرت کے خلاف جو لوگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں یقیناً اُنکی عرض شہرت حاصل کرنے کی ہے۔ کیوسے س۔ اگر تم گمراہ ہونا نہیں چاہتے تو قواعد فطرت کی تعمیل کرو۔ تبہ ہی موتوف نہیں ہے جو اسکا پابند ہو گا وہ نہ تو کبھی تکلیف اُٹھائے گا اور نہ سستی اُسے گیرے گی۔ مگر جو لوگ اُسکے برعکس کرنا چاہیں گے اُنکی حالت اُس شخص کی سی ہوگی جو دہارے کے خلاف تیر کر چاہتا ہے کہ اُن لوگوں پر بقیقت لیجاے جو دہارے پر تیرتے ہیں۔

نمبر ۲۰

بڑا دن

بڑے دن پر تمام شہر میں کیسی دہوم دہام مچ جاتی ہے۔ ہر شخص اوس روز اپنے بچوں کو آزاد اور خود مختار سمجھنے لگتا ہے جو دہوم دہام اور طیاریاں اُس روز ہوتی ہیں اُن سے کوئی شخص ہی واقف نہیں ہوتا۔ تعطیل اور غیر تعطیل اوس روز سب یکساں ہیں

اس شورش میں اتنا سمجھنے والا ہی تو کوئی نہیں نظر آنا کہ جس سراسر سے
 پہلے صرف عینہ تھا اور آج ایک سال ہو گیا۔ یوسی لس۔ اگر تم اس وقت میرے
 پاس ہوتے تو مجھے بڑی ہی مسرت ہوتی۔ میں تم سے دریافت کرتا کہ آج تمہارا
 کیا جی چاہتا ہے۔ معلوم نہیں کہ پرانی رسموں میں جو آج کے دن کی جاتی ہیں تم نئی بات
 ایجاد کرتے یا انہیں کی پسند کر کے کیل تماشہ ہی پر اکتفا کرتے۔ ہر طرف چل پہل
 آمدورفت۔ شور و غل جو شہر کی غیر اطمینانی حالت میں ہو کرتا ہے آج ہر گھر میں ہے
 اگر تمہاری عادات سے میں پورے طور سے واقف ہوتا تو اس کا فیصلہ ضرور
 میں تمہاری مرضی پر چھوڑ دیتا۔ یقیناً تم ہی پسند کرتے کہ تمام دن نہ تو جھلا کی طرح
 تم کیل تماشہ ہی میں مصروف رہتے اور نہ ہر بات میں ان رسموں کی مخالفت ہی
 کرتے۔ ہماری اور تمہاری عمریں ایسی ہو گئی ہیں اور زمانہ کی کچھ حالت ایسی ہے
 کہ ہکو اور ٹکوا ب اپنے دنوں پر قبضہ حاصل کرنا چاہیے۔ اور ایسی مسرتوں سے
 جن میں عوام لوگ مست پڑ کر بیقاعدہ افعال کر بیٹھتے ہیں برہیز کریں۔ ہماری اس ملی
 تقویت کا ثبوت ٹکوا اس وقت زیادہ ملے گا جب عیش و عشرت میں پڑ کر ہی ہم
 تکلیف اور مصیبت کو نہ بولیں گے۔ مگر یہ نہایت مشکل امر ہے۔ دنیا ہر تو شراب
 کے نشہ میں مست ہو اور خود ہون ہوشیار۔ یہ کام کم ظرفوں کا نہیں ہے بلکہ
 انکا جو مرد ہیں۔ یہ نہایت ہی تیز اور عقل کی بات ہے کہ ہم باہم اور بے ہمہ رہیں۔
 نہ تو ہم بے الگ رہیں اور نہ بالکل ہی ہم نوالہ اور ہم بیالہ ہو جائیں۔ متوازنائیں۔

مگر صوفیانہ طریقہ سے۔ اگر کوئی شخص اس روز شراب نہ پیے تو کیا اُسکا تموار نمودگار۔
یہی بس۔ جی تو یہ چاہتا ہے کہ بڑے بوڑھے ہون کی تمام نصیحتیں تم تک پہنچا کر تمہارا
قلب کی استقلالی حالت کی بھی جانچ کر لوں۔ مگر لازم ہے کہ ہفتہ میں کوئی دن ایسا
بھی مقرر کر لو کہ اُس روز تم کمانا مونا اور کم کہاؤ۔ موٹے کپڑے پہنو۔ اور اپنے عروج
کے زمانہ میں اپنے قلب پر وہ تکالیف روا کر دو جو زوال کے زمانہ میں ہر شخص کو ہوا
کرتی ہیں۔ اسی وقت سے کہ زمانہ تمہارے موافق ہے اپنے قلب کو ایسی
باتوں سے مانوس کرنا سیکو جو خدا نخواستہ مصیبت کے زمانہ میں ہونے والی
ہیں۔ امن اور صلح کے زمانہ میں سپاہی اسی لئے تو قواعد اور پرٹ کیا کرتے ہیں
کہ وقت ضرورت طیار اور آمادہ رہیں۔ کسی حادثہ بھانگاہ کے وقوع ہو جانے پر
اگر تم پریشان ہونا نہیں چاہتے تو پہلے سے اسکی برداشت کر کے کی مشق ہی
کر لو۔ جو لوگ افلاس کی نقل کر کے ہر مہینہ اپنے جسم کو تکلیف دیتے ہیں اُن کو
اتفاقانہ تو ضرور ہی حاصل ہو جاتا ہے کہ افلاس میں انشا اللہ زیادہ تکلیف نہوگی۔
اس سے میرا منشا کہی یہ نہ سمجھ لینا کہ میں تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ تم غریب کا سا
کمانا ہر روز کمانا شروع کر دو یا انکی طرح خشک روٹی اور دال ہی پراکتفا کر لیا کرو۔
نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میری نصیحت یہ ہے کہ تمہارے پتے کے کپڑے۔ غذا۔
اور تمہارا بستر بالکل غریباً ہو۔ کبھی کبھی باسی اور بھیجہ بند لگی ہوئی روٹی ہی کھا لیا کرو۔
دن میں ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ دو تین دن متواتر۔ یا اور زیادہ۔ تقریباً نہیں بلکہ آزمائشاً

اگر اسکی پابندی تم کرتے ہو تو یوہی سس - دیکھ لینا کہ تمکو کیسی خوشی نصیب ہوگی
جب تم یہ جان لو گے کہ تمہارے پیٹ بہرنے کے لئے کتنی مختصر شے کافی
ہو جاتی ہے۔ رو پیہ پیسہ کا تو ذکر ہی کیا تو تم خوشی کے مارے اچھل و چھل پڑو گے۔
خوب یاد رکھو کہ جتنی غذا تمہارے پیٹ بہرنے کے لئے کافی ہے اوتنی
زمانہ مخالف ہو جانے پر ہی بند نہیں کر سکتا۔ وہ برابر ٹکولتی رہے گی اس آزمائش
میں پورے اثر جانے کے بعد ہی یوہی سس تمکو کسی قسم کا ناز نہ کرنا چاہیئے کیونکہ
جو بات نمنے بمشکل تمام حاصل کی ہے۔ ہزار ہا غلام اور فقرا کو اسوقت بلار یا نشت
کئے ہوئے حاصل ہے۔ تمکو چاہیئے کہ تمام صدقات اور کمالیت کے لئے تم
شروع سے طیار رہو۔ خدا جانے مقدر کسوقت دہوکا دیجاوے اول افلاس
سے تم انس کرنا سیکو۔ اسکے بعد یہ یقین ہو جاوے گا کہ غریب اور مفلس پہنا
کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اور اسوقت اپنے آپکو تم یقیناً امیر سمجھنے لگو گے۔
حکیم اپنی کپورس کا یہ مذہب تھا کہ زندگی کو عیش و آرام میں بسر کرنا چاہیئے۔ مگر وہ بھی
تو ہفتہ میں چند روز موٹا اور کم کھانا کھایا کرتا تھا۔ گو مشہور ہے کہ اُس سے اسکی غرض
یہ ہوا کرتی تھی کہ انسانی مسرت کی نیل میں کن کن باتوں کی کمی ہے اور کتنی۔ اور آیا یہ
مستن یہ اس قابل ہیں کہ انکے حاصل کرنے کے لئے انسان ضرورت سے زیادہ
محنت کرے۔ ایک خط میں اُس نے اپنے قلم سے مانی سس کو یہی نصیحت فرمائی
کو نخر کیا تھا کہ میرے ایک روز کے کھانے کی قیمت صرف پچیس پائی ہوتی ہیں جو

قیدیوں کی خوراک سے بھی کم ہے۔ پھانسی دینے والے جلاوطن کی خوراک اس سے بھی کمین زیادہ ہوتی ہے۔ اس قلب کی بزرگی کا کیا کتنا جو اس بات کا جو کم ہو جائے اور جو وہ باتیں خوشی سے برداشت کر لے جو بطور سزا اور لوگوں کو دیجاتی ہیں۔ زمانہ کی مخالفت سے محفوظ رہنے کے لئے یہی باتیں لازمی ہیں۔

یہی سب بہتر ہو اگر تم بھی ان بزرگوں کی پیروی کرو۔ اس طرح سے کہ پہلے پہل تو ہے دنوں کے لئے اپنے امیرانہ مشغولوں سے علیحدگی اختیار کر دو اور اس طریقے سے علیحدگی کرتے کرتے توڑی شے پر قناعت کرنا سیکھ لو۔ اس ذریعہ سے افلاس سے رفتہ رفتہ موافقت اور انس کرنا سیکھ جاؤ گے۔

خدا کے نزدیک وہی شخص قابل رحم ہے جس نے دولت کو حقیر سمجھا۔ مین کو دولت مند ہونے سے نہیں روکتا۔ بلکہ میری یہ خواہش ہے اور اس میں میری خوشی بھی ہے کہ کہ ایسے دولت مند ہو جاؤ کہ اس ظاہری دولت سے ٹکڑی قسم کا گرنہ اور خوف ہو چکے گا اندیشہ ہی نہیں اور یہ بات صرف اذیت و وقت حاصل ہو سکتی ہے جب تک کہ اس بات کا تجربہ ہو جائے گا کہ دولت کے بغیر بھی تم خوش رہ سکتے ہو۔ اور صرف اس وقت تم اس دولت کو ایسی نظر سے دیکھو گے جیسے چلتی پرتی جانوں۔ جسکے رہنے اور نہ رہنے سے ٹکڑی تکلیف کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ آرام کا۔



نمبر ۲۱

جدید سامان عیش و سرور پی آڈ کے مکان کا مقابلہ

لیوسی لس - یہ خط لکھو سی پی آڈ کے اُس مکان سے لکھ رہا ہوں جبکہ اپنے لئے اُس نے دیات میں تعمیر کرایا تھا - اور میں مین آجکل ٹھہرا ہوا ہوں - سب سے بڑی خوشی مجھے اس بات سے ہوئی کہ یہاں مجھے اُسکی پاک روح پر فاطمہ پڑھنے کا موقع ملا - اور اُس صندوق کی زیارت کا بھی جس میں بند کر کے وہ دفن کیا گیا تھا - یہ پاک روح یقیناً اب آسمان پر ہوگی - اُسکی روح کو پاک مین نے اسی سبب سے نہیں کہا ہے کہ بڑی بڑی فوجیں اُسکے زیرِ کمان تھیں اور وہ اُنکا سردار تھا - (کیونکہ یہ بات کاسی کہی کہ بھی حاصل تھی) بلکہ اس وجہ سے کہ وہ نہایت ہی بردبار اور خدا ترس شخص تھا - اُسکی بردباری اور خدا ترسی جلا وطنی کی حالت میں ہی ویسی ہی تھی جیسے کہ اُس وقت جبکہ وہ ملک روم میں نامور تھا اور اُسکی حفاظت کا بیڑا اُنٹائے ہوئے تھا بادشاہ مین اور اُس مین معاملات استدر طوالت پکڑ گئے تھے کہ اُسے روم کو خیر باد ہی کننا سبب معلوم ہوا - اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ضرور تھا کہ روم مین آزادی قائم نہ رہتی - اُسکے تکل کی انتہا اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ جلا وطنی کے وقت اُس نے کہا ہی تو یہ کہ آج دنیا مین ایسی کوئی شے نہیں ہے جو مجھے بادشاہ کے حکم یا اُسکے قانون کی تعمیل سے باز رکھ سکے

میں رعایا ہوں اور میرے اور تمام رعایا کے حقوق بالکل یکساں ہیں۔ میرے
 عزیز ہوں وطن۔ میری دعا ہے کہ جو حقوق میں نے تمکو دلائے ہیں خدا کرے تم ان سے
 ہمیشہ مستفید ہوتے رہو۔ تمکو آزادی دلانے کا باعث میں ہی ہوا۔ اور اسکی حفاظت
 بھی مجھی پر فرض ہے۔ اگر ان حقوق کے زیادہ دلانے میں کوئی ناجائز کوشش
 میں نے کی ہو تو میں ملزم بنکر اپنے وطن میں رہنا نہیں چاہتا۔ لو میں تم سے رضت
 ہو تا ہوں۔ تم بھی مجھے خوشی سے رضت کرو، بھلا دنیا میں کون ہے جو
 اسکی اس علوجو صلی اور اولوالعزمی کا معرفت ہو اگر وہ جلا وطنی پسند نکرتا تو ضرور تھا
 کہ آزادی سے اُسکو۔ اور اس سے آزادی کو نقصان پہنچ جاتا۔ مگر ان دونوں
 میں سے اُسے ایک بات بھی پسند نہ تھی۔ اپنے وطن کے بہتری کے خیال
 سے قانون کی اطاعت پُر اُس نے اپنی گردن جھکا دی۔ اور وطن عزیز کو چھوڑ کر
 ظفر میں اس مکان میں آکر بود باش اختیار کر لی۔ اپنے جلا وطن کئے جانے
 کی عزت اُس نے اُسوقت کی سلطنت جمہوری کو عطا کی اور سیطرح سے جس طرح اپنی
 کو جلا وطن کرنے کا فخر خود اُس نے حاصل کیا تھا۔ اس مکان کو اب میں نے
 غور سے دیکھا۔ اسکی پوری عمارت پتھر کے چارستونوں پر قائم ہے۔ احاطہ کی
 دیوار بھی کچی ہوئی ہے۔ برج بھی حفاظت کی غرض سے بنائے گئے ہیں۔
 اندر ایک حوض ہی ہے جس میں وقت ضرورت ہزار ہا آدمی پانی پی کر آسودہ ہو سکتے
 ہیں ایک تنگ اور تاریک غسلخانہ بھی ہے۔ میان ہی پی او ادبم لوگوں کے

شوق میں جو ذوقِ بد ہی تماوہ ظاہر ہو گیا۔ اس چہوٹے سے تنگ اور تاریک غسلخانہ میں کارِ تھنج کے نیستان کا وہ شیر جس سے تمام شہر کا تھنج رزان تھا کاشتکاری کے کام سے فارغ ہو کر غسل کیا کرتا تھا۔ ہمارے ابا و اجداد کی طرح اُسے نہ تو اُسے محنت سے عا رتھا اور نہ کاشتکاری کے کام سے اُسکو نفرت تھی۔ یہ اُسی کا کام تھا کہ ایسے مکان میں جسکی چیت بد نما اور خراب تھی اور جب کا صحن تنگ تھا۔ وہ رہنا پسند کرتا تھا۔ مجھے ہرگز یقین نہیں ہے کہ اس زمانہ کا کوئی معمولی آدمی ہی اس مکان یا غسلخانہ میں جا کر قدم رکھے۔ جسم کے پسینہ دہونے کی جگہ حمام ہو یا غسلخانہ سکی چار دیواری میں جب تک قیمتی پتھر اور سنگ مرمر کے ٹکڑے نہ لگے ہوں یا اگر دیواروں کے استرکاری سفیدی میں سنگ مرمر سے کم ہے یا اگر انھیں بلور کے شیشہ کی طرح چمک نہیں آئی یا اگر ان میں سی سی ان تھپر جو آجکل مسجد گاہوں کے لئے بھی نہیں ملتے نہ لگے ہوں تو اس حمام یا غسلخانہ کا مالک اپنے آپ کو ذلیل سمجھتا ہے۔ جسم پر اگر پانی ڈالنے کے لئے چاندی کا آفتابہ نہ تو یہ اُنکے نزدیک بڑی ہی تحقیر کی بات ہے۔ ان اُمرا کے غسلخانوں کی جب یہ کیفیت ہے تو عوامِ اناس کے غسلخانوں کا ذکر ہی بیکار ہے۔ اُمرا کے غسلخانوں اور حماموں میں کیسی کیسی دلرزیاد تصویرین لگائی گئی ہیں اور کیسے کیسے خوشنما اور منقش ستون بنائے گئے ہیں جن پر یہ عمارتیں قائم ہیں کہ نظر کام نہیں کرتی۔ اُنکے زینے جگہ ایسی خوبی اور قرینہ سے بنائے گئے ہیں کہ جہاں پانی ہر وقت لہریں مارا کرتا ہے

ان امرا کی عیش پسندی اور انکی طبیعتوں کی نفاست اس وجہ سے ہو گئی ہے کہ صحن میں
 اگر قیمتی تہنہ لگے ہوں تو زمین پر پاؤں رکنا دشوار ہے۔ اپنے غسلخانہ کی دیواروں
 میں سی پی آڈے لکڑیوں کے بجائے چوڑے چوٹی درزین کاٹ دی تھیں جس سے
 انہیں یہ خوبی پیدا ہو گئی تھی کہ اول تو دیوار میں کمزور ہونے پائین دوسرے یہ کہ آہنی
 انہیں بخوبی پہنچ جاتی تھی۔ مگر آج کل کے امرا کے مزاج کا اندازہ کیا جائے تو انہیں
 وہ غسلخانہ نہیں جانتے بلکہ جیلخانہ۔ امرا کے غسلخانوں میں استدر بڑی بڑی لکڑیاں
 اگلے بنائی جاتی ہیں تاکہ دھوپ داخل ہو کر انکو تمام دن گرم رکھے ایسے غسلخانوں کے
 بنانے کے وقت بنانے والوں کا شاید یہ خیال ہو گا کہ انہیں غسل کرنے والوں کا
 چمڑا دہلتا ہی جائے اور پختہ بھی ہونا جائے یا شاید یہ کہ غسل کے وقت دریا کے
 غسل کی طرح شہر کا لطف اور ان کے سین کا بھی وہیں سے ملاحظہ ہوتا جائے۔
 یہی غسلخانہ اور حمام تکی خوشنماں اور نفاست کے ہزار ہا آدمی تاشالی تھے وہی لوگ
 اُسے بد وضع اور بد نام سمجھنے لگے جب انکی جدت پسند طبیعتوں میں کوئی اور جدید
 بات پیدا ہوگی اور جو ان غسلخانوں میں موجود نہیں ہے۔ سابق میں غسلخانہ اور حمام
 کم بنائے جاتے تھے۔ اور انہیں زیادہ ٹیم نام ہوتی تھی۔ اور عقل میں ہی نہیں آتا
 کہ نمائش کے سامانوں کی ان غسلخانوں میں ضرورت ہی کیا ہے۔ ایسے مکان نمائش
 کے لئے تو نہیں بنائے جاتے بلکہ اس عرض سے کہ ہر روز وہ استعمال کیے جائیں
 اور انہیں جسم کا میل اور غلاظت دہرائی جائے۔ ان غسلخانوں میں معلوم نہیں کہ ہر وقت

پانی چھڑکنے اور تازہ چشمہ کی طرح سے انہیں سے گرم اور چمکتا ہوا پانی بننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا واقعی جسم کی غلاظت اور ناپاکی کے دہونے کے لئے اس قدر بے انتہا سامانوں کی ضرورت ہی ہے؟ کوئی صاحب کہہ سکتے ہیں کہ ان غسلاخانوں میں جنہیں نلوروشنی ہوتی ہے نہ جنکی خوشنما چیتین ہیں۔ یا جن حماموں کو کپڑوں ایسے لایق اور سیر یا بی بی اس میکسی مس یا کارنی بی آئی ایسے لائق نہیں بنانے بنایا ہو۔ کیا انہیں یہ انتظام نہ کیا گیا ہو گا کہ وہ کماتک مضر تندرستی میں یا کماتک انہیں صفائی کی ضرورت ہے۔ یا اس وجہ تک گرمی انہیں قائم کرنا چاہئے مگر یہ لحاظ ان امور کے آنجل کے نام اس وجہ گرم ہوتے ہیں کہ اگر چاہیے تو شہریوں کو ان کو آہن بطور سزا کے غسل دیدیا جائیگا۔ محنت اور جفاکش لوگوں کو غسل کے وقت اسکی نافرمانی ہوتی کہ حمام کرم ہے یا نہیں۔ سی بی اڈ کو چاہئے جو جو زمانہ کے شہرین لوگ گوار کا خطاب دیدین اسلئے کہ حمام میں اُسے رشتی کے لئے لڑکیاں نہیں رکھی تھیں۔ نہ وہ گرم حمام پسند کرتا تھا یا اسکی نسبت چاہئے یہ نظر آگیا جائے کہ وہ ایسا بد نصیب اور بے نیت تھا کہ عمدہ طور سے زندگی بسر کرنا جانتا ہی نہ تھا یا اسپر یہ الزام لگایا جاوے کہ بارش کے زمانہ میں تو اسکی قسمت ہی نہیں نہ تھا کہ بجز میٹلے اور گندیلے پانی کے وہ صاف اور ستھرے پانی سے غسل کرے۔ اسلئے کہ پانی کے صاف اور میٹلے ہونے کی اُسے فکری نہ تھی۔

یا اسلئے کہ وہ سمجھتا تھا کہ حمام جسم کے دہونے کی جگہ بہت ناز خرم دہونے کی۔ اس زمانہ

کے عیش پسند لوگ اُسے جو چاہیں کہیں۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے سی پی اڈ کی حالت پر ضرور رشک آتا ہے۔ اُس کے حمام میں مندرجہ بالا خوبون کے علاوہ ایک خوبی اور تھی کہ وہ روزمرہ استعمال میں نہیں آتا تھا۔ شہر والوں کی عادت ہی تو یہ ہے کہ منہ ہاتھ تو جیسی دھوئے جاتے ہیں جب اُن پر خاک پڑ گئی ہو یا ناپاک ہوں بہر اس بیچارہ کا کیا قصور۔ عمدہ طور سے تو غسل مہنتہ میں ایک ہی بار ممکن ہے۔ خدا کے لئے کوئی صاحب یہ طعنہ نہ دے۔ بیٹھین کہ ایسی حالت میں تو سی پی اڈ حد درجہ کا غلیظ اور میلا رہتا ہو گا اور اُس کے جسم میں خدا جانے کیسی لقمض اور بدبو آتی ہوگی۔ ہاں بو تو ضرور آتی ہوگی۔ مگر بجائے اُن بڑن اور تیل کی بو کے شجاعت۔ دلیری اور جنگجویی کی۔ بہلاوہ لوگ جو نفیس نفیس تام بنواتے ہیں اُس کے خراب اور ناپاک ہوجانے کے لحاظ و خیال سے کیا روزمرہ نہاتے ہونگے۔ استغفر اللہ۔

ہو ریس شاعر نے ایک شخص ریفا س کی نسبت جو نہایت ذلیل درنا پاک زندگی بسر کیا کرتا تھا اور جو عود و لوبان اور خوشبوؤں کا نہایت شوقین تھا لکھتا ہے کہ اُس کے جسم سے عطر کی خوشبو نکلا کرتی تھی۔ گیر گورنریس کی نسبت وہی شاعر لکھتا ہے کہ اُس کا مزاج اُس کے برعکس تھا۔ کیا اب اُس کے یہ معنی ہیں کہ گیر گورنریس کے جسم سے جھیر اور بکریوں کی سی بدبو نکلا کرتی تھی۔ برگزینین۔ عطر کی خوشبو جسم میں قائم رکھنے کے لئے ایسے شوقینوں کو دن میں کئی بار عطر ملنا پڑتا ہو گا ورنہ ممکن ہی نہیں کہ یہ خوشبو قائم رہ سکے۔ مگر اسپر ہی یہ نفیس مزاج والے سمجھتے ہیں کہ اُن کا جسم قدرتنا معطر ہو رہا ہے

برین عقل و دانش بیاید گر لیت۔ ایہی سس اگر میری اس تحریر میں تم کچھ غم اور
 بچ کے آثار پاؤ تو اسکی وجہ کوئی اور سمجھ کر پریشان نہ ہو جانا۔ بلکہ یہ کہ میں جس جگہ سے
 یہ خط لکھو لکھ رہا ہوں وہاں کی مقامی حالت اسوقت قلب پر بہت کچھ اثر ڈال رہی ہے

نمبر ۲۲

خدا کی مرضی پر شاکر نہ رہنے والوں کو تنبیہ

معلوم نہیں کیوں لوگ راضی برضا سے الہی رہنے کی کوشش نہیں کرتے۔
 یوں شر تو بشر کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ مگر ب سے بڑھ کر شرارت یہ ہے کہ انسان
 اُسکے احکام اور مرضی سے انحراف کر کے ہر وقت ناخوشی کا اظہار کرے۔ میرے
 نزدیک دنیا میں وہ شخص ہمیشہ مبتلا سے بچو و ممن رہنے کا جسکا خیال یہ ہو کہ دنیا
 کی خلقت ہی میں نقص ہے اور اُسکا نظام ہی بگڑا ہوا ہے۔ ایسے شخص کے
 نزدیک وہ دن بڑا ہی منحوس ہے جس روز اُسے کوئی ناقابل برداشت سانحہ خدا نخواستہ
 پیش آجائے۔ آخر یہ کیوں؟ بیماری تو انسانکے ساتھ ہی ہے۔ بال بچے اگر
 پریشان رہیں۔ اگر قرضہ میں بال بال گمراہا ہے۔ مکان کی چیت سر پر پٹ پڑی
 ہے۔ یا تمام جسم ہو پڑ دن اور دنوں سے سڑ رہا ہے۔ یا اور کوئی تکلیف اور
 پریشانی ہے تو اُس سے اضطراب اور بچھینی کس لئے؟ اس سے کسے پناہ

ملی ہے اور کون بچا ہے۔ یہ واقعات کسی نہ کسی شخص پر ہر روز گذرا ہی کرتے
 ہیں جبکہ مشاہدہ ہر شخص کو ہوا کرتا ہے۔ یہ فرض تو ادا کرنا ہی پڑے گا۔ یہ سائنس
 اتفاقات پر مبنی نہیں ہوتے بلکہ مشیئات الہی پر۔ یہی لس تمنے دیکھا ہوگا
 کہ میں مصیبت میں ہمیشہ خدا کا شک کر گیا کرتا ہوں۔ مجبور انہیں۔ بلکہ اس یقین کے
 ساتھ کہ خدا کی مرضی یونہی تھی۔ میں بیچ کتا ہوں کہ جبراً و قہراً میں اپنے آپ کو کہی
 خدا کی مرضی کے حوالہ نہیں کیا۔ اور نہ انشاوار اللہ کرونگا۔ اپنے اس طرز عمل پر
 مستحکم رہنے کے لئے ہمیشہ یہ دعا لیا کرتا ہوں کہ مصیبت کو استقلال و جبراً و قہراً
 برداشت کر نیکی قوت خدا و تعالیٰ مجھے عطا فرمائے۔ غم کے آثار جو شکوہ و شکایت کی
 دلیل میں میرے چہرہ سے نمایاں ہونے پائین اور زندگی کے یہ تمام محاصل بلا جبراً و قہراً
 بخوشی تمام ادا کروں۔ محاصل سے میرا منشا ران سامنون سے ہے۔ جن سے
 انسان کو صدمہ پہنچتا ہے اور جن سے ہم ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں۔ یہی سلسلہ
 انکے لئے نہ تو تم خواہش ہی کرنا اور نہ انکے عدم وقوع پر یہ سمجھنا کہ ان سے تم ہمیشہ
 رہو گے۔ تمواروں میں لطف نہ ملنا۔ بیماری اور اولاد کی وجہ سے پریشان رہنا۔ یہ کیا کہیں
 تو چلی ہی جاتی ہیں اور چلی ہی جائیں گی۔ مگر ان سب کے بڑ بڑا انسان کو اپنے زہر زہنے
 کا خوف ہوتا ہے اور یہ خوف سب میں بدتر ہے جو لوگ موت کے خوف سے ہر وقت
 پریشان رہا کرتے ہیں اور بوڑھے ہونے کی تمنائیں مہر رہے ہیں۔ کیا یہ نہیں سمجھتے کہ زیادہ
 جینے کی خواہش کرنے میں یقیناً ان تمام کلیفات اور صعوبات زندگی کی بخوشی خواہش

کرتے ہیں جو ہر انسان کو عموماً پڑھنا پڑھنا پیش آیا کرتی ہیں۔ ایسی سس۔ اسکا تو تمہیں
 ہی صد ہا بار تجربہ ہوا ہو گا کہ دور دراز کے سفر میں خاک۔ باد اور بلان کی تخلیف کس قدر زیادہ
 برداشت کرنا پڑتی ہے۔ مگر مختصر سفر میں کم۔ کیون لیوسی سس تمہارا ہی جی چاہتا ہو گا
 کہ ہو تو جاؤ بڑے مگر پریشانی اور تکلیف ذرا سی ہی نہو۔ مرد ہو کر ایسی نامردانہ پیش
 کرنا تمہاری شان کے بہت ہی خلاف ہے، میری اس دعا کو کہ خداوند الیوسی سس
 کو ایسا اطمینان اور آرام تاقیامت نصیب نکیجو جس سے وہ مگر وہ ہو کر تجھے فراموش
 کر بیٹھے، شکر تم دل میں ضرور تعجب کرو گے۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ اس دعا کو نہایت
 خشوع اور خضوع کے ساتھ خدا کی جناب میں اکثر تمہارے لئے اٹھا کر تا ہوں۔ ایسی سس
 اگر اللہ جل شانہ تمہاری دعا قبول فرمانے کا وعدہ کرے تو بتاؤ کہ کیا مانگو؟ یہ کہ تمہاری
 زندگی امیرانہ ٹھاٹھ اور شان سے بسر ہو یا یہ کہ سپاہیانہ طرز سے۔ جو جی چاہے
 مانگنا۔ مگر یہ اول سمجھ لینا کہ انسانی زندگی ایک قسم کی نبرد آزمائی ہے۔ دنیا میں وہی
 لوگ قابل تحسین اور آفرین قرار پائے ہیں اور انہیں کے نام صفحہ روزگار پر ہنوز قائم
 ہیں جنہوں نے سخت اور ڈھواؤ ہو کر بسر کر کے ہر قسم کے نشیب فراز کا تجربہ حاصل کر لیا ہے۔
 یہی وہ مشہور نیک نام اور بہادر ہیں جو بڑے بڑے خطابات اور نمٹنے والی شہرت اور عرصے کے
 مستحق ٹھہرے ہیں۔ انہیں پانچ زمانہ کو وفاق اور بہتا ہوا مگر بیکس اسکو جو لوگ عین آرام و لطف کے
 ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لہذا جنہوں نے مصائب کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ انکی حالت اس آرام طلب اور
 ناز پر وہ قوی کل انہی جو بے مانگے آرام و تفریح میں ان اور بانی تو بانی ہو کر دیکھ لو کہ کون کونسی گزیریں گزیریں

نوٹ نمبر ۱۹ میں شام کی آمد اور رات کی کیفیت کا ذکر آیا ہے چونکہ ہمارے
ہندوستان کے سحر بیان مولانا آسنا ۱۷۱ مرحوم کی اسے متعلق ایک بیاری نظم میری نظر سے
گذری ہوئی تھی۔ لہذا ہدیہ ناظرین ہے۔

شام کی آمد اور رات کی کیفیت

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو ہمیں روز و شب زمانے کے پیہم قدم ترے کلفت سے دن کی ہو گیا منہ تیرا زرد ہے ہو تا زمانہ بسکہ ہے داہستہ شام سے	عالم کے کاروبار میں دن بہر بہرا ہے تو پیمانے محنتوں کے یہ ہمیں پیش دکھ ترے اور ڈالی اشپام نے غربت کی گرد ہے اور تو بھی ہے تھکا ہوا دنیا کے کام سے
--	--

دامان کو ہسار میں اب جا کے سو رہو
دن بہر کا کام شام کو سمجھا کے سو رہو

اے دوست تیرا حکم تھا جاری جان میں جو کچھ کہتے سفید و سیاہ آشکار تھے دولاب چرخ پر مگر اپنا مدار ہے دن ہے خلانے ہو کو دیا کام کے لئے	ادر روشنی تھی عام زمین آسمان میں جاری سب اپنی اپنی جگہ کاروبار تھے چلنا اسی پہ دور خزان و بہار ہے اور رات کو بنایا ہے آرام کے لئے
---	--

رخصت ہو تو کہ آتی شب مشک ریز ہے
پھر صبح اٹھ کے چلنا گریزا گریز ہے

<p>آاس شب سیاہ کہ لیلائے شب سے تو آس کی تیری شان تو زیب رقم کروں ہو ناوہ بعد شام شفق میں عیان ترا تہا دن مگر ہادی عالم گاہ میں چکے گاشکراب جو ترا آسمان پر</p>	<p>عالم میں شاہزادی مشکین سب سے تو پراتنی روشنائی کمان سے بہم کروں اڑناوہ آنوس کا تختِ روان ترا لہرانا پر نیان کا حریر سیاہ میں فرمان نشان میں یہ اڑے گا جہان پر</p>
<p>تاصبح ہو دے کار کہ روزگار بند آرام حکم عام ہو اور کاروبار بند</p>	
<p>اسے رات سنتا ہوں کہ ترے سر پہ تاج ہے لکھتا ہوں ب حساب پڑ جانا کچھ نہیں</p>	<p>ہر گورہ اس میں ملک جیش کا خراج ہے ایسا سیاہ ہے کہ نظر آتا کچھ نہیں</p>
<p>اس رنگ پر دکھا رہی کیا آب و تاب ہے تیرا جلتا چہرہ سیاہ آفتاب ہے</p>	
<p>عالم پہ توجہ آتی ہے رنگ اپنا پھیرتی دنیا پہ سلطنت کا تیرے دیکھ کر حشم روکے زمین پہ چل رہے تیرے چلانے میں بجلی ہنستے تو رخ ترا دیتا ہمارا ہے</p>	<p>ہاتوں سے مشک اڑاتی ہو خیز کبیرتی کساتا ہے دن ہی نار دن بہی رات کی قسم اور آسمان پہ کھلتے ستاروں کے بارش میں شبنم کو موتیوں کا دیا تو نے ہا رہے</p>
<p>سب جھک لیتے آنکھوں پہ مین بلکہ جان پر پورا ہے تیرا حکم پر آد ہے جہان پر</p>	

<p>چھائی عرض خدا کی خدائی میں راستہ خلقت خدا کی سوتی ہے قافل پڑی ہوئی سوتا گدا ہے خاک پہ اور شاہ تخت پر ہے بے خبر ٹیڑا جو پودن پگہ میں ہے گھوڑے پر اپنے اونگ رہا ہے سوازی القسمہ ہے ایسے کوئی یا فقیر ہے بچہ کہ مان کی گود میں ہے بلکہ پیٹ میں</p>	<p>اسوقت یا تو راستے سے باج کی ذات ہے اور رات سائین سائین جو کرتی کھری ہوئی ماہی بزر آب سے ہلا مرد خست پر دامان دشت پر کوئی سوتا سفر میں ہے چوکا ہے بلکہ راہزن نابکار بھی عورتیں یا کہ مرد جوان ہے کہ بیسب سب آگے ہیں نیند کی سدم پیٹ میں</p>
<p>جسکو چکا دودھ سوے خوابِ عدم گیا دریا بھی اب تو سینے سے شاید ہی تم گیا</p>	<p>میٹھا اتھا جسکا سکے زمین آسمان پر رکھ کر کرن کا تاج نکلتا تھا مشرق سے سکے ہے اب ستاروں کا اود تیرا نام ہے</p>
<p>وہ آفتاب اتھا جو چمکتا جسٹان پر کہولے ہوئے شفق کا نشان زرق و برق اسکے عمل کو توڑنا تیرا ہی کام ہے</p>	<p>معت کر تا اسکا تو راحت ہے پہل ترا چاندی تھا اسکا حکم تو سونا غسل ترا</p>
<p>مزدور جا بجاتے جو دکہ درد پار ہے بارگراں غریبوں نے مسرہ اٹھائے ہیں</p>	<p>اور پادن تک مردوں کے پسینے بہا رہے جسب چار پیسے شام کو لے گھر آئے کہیں</p>
<p>اسے شب تمام دن کی صیبت ہے ہر کے</p>	<p></p>

تیرے عمل میں باؤن بن سوئے پساار کے	
دن بھر کے ہین سازمخت زدہ بہت	آوارہ تا بشام ہین شاست زدہ بہت
آئے ہین دن کی دہوپ ہین منزل جوار کر	رستہ میں بو بہی ہین رکھا اوتار کر
اسے رات توئے ڈالاجو حست کا سایہ چر	
اسوقت ان بچار دن نے آرام پایا ہے	
اسدم امیر زادے کھی بے نظیر ہین	مند کے آسمان چہ پرنسیر ہین
دن کا تو رنگ ہو چکا اب رنگ اور ہے	پردہ میں شب کے بادہ گلگون کا دور ہے
اک گلعدا ساٹے سر گرم ناز ہے	اور جام دے رہی نگہ نیم باز ہے
کٹکے لگا کے کمرے میں اب بند ہو رہی ہین	
اور صہل کے بچھونے میں بیو نہ ہوتے ہین	
اکتر امیر لیتے ہین نعمت کے ناز میں	پردل کو انکے دیکھو تو ہوسوز ساز میں
سامان پیش سب ہین تمباکے کئے ہوئے	جو ماگئے زمانہ ہے حاضر لئے ہوئے
محل کا فرش ہے مگر آرام ہی نہیں	
بہنپکے پلاک سوا سکا کہ میں نام ہی نہیں	
انکے سوا ہی خلق میں انسان بستہ ہین	آرام نے دئے ہوئے سامان بستہ ہین
دن ہوئے یا ہورات انہین کام کہہ نہیں	اور کام ہے تو یہ ہے کہ آرام کہہ نہیں
دوہ ہی پڑے ترستے ہین لطف حیات کو	

کانٹون پہ لوٹ لوٹ کے کائین گے رات کو	دن بہراٹھا تا بوجہ وہ آفت نصیب ہے وہ حق حلال کر کے گہرا یا ہے شام کو اکھاتا ہے اور ست پڑا ہے تنور پر	اور اُنکے زیر سایہ پڑا اک غریب ہے تہا صبح دم کا نکلا ہوا گھر سے کام کو اب اپنی نان خشک کو پانی میں چور کر
سر پر قیامت آئے تو اُسکو خب نہیں سونا تو آنکھ میں ہے مگر پاس زینین	وہ سب دلون کے واسطے غفلت کا جام ہے دن سے زیادہ رات کو مصروف کار ہیں بیٹھا ہے سر جہکے سے یہ پانی چراغدان مضمون ہند گریں اُلجھتے کبھی کبھی دکھلاتا زور طبع ہے یعنی نئے نئے کرتا ہے آپ رد و قح جوٹ موٹ کے	یہ بھی نہ گننا تم کہ جو آرام عام ہے بندے خدا کے ایسے بیان مشاہین کچھ ذرا خیال کہ ملائے نکتہ دان کرتا نظر متن یہی ہے حاشیہ پر بھی ہر لفظ کو پنہاتا ہے معنی نئے نئے لیکن کبھی مقاصد اصلی سے جوٹ کے
بیٹھا حرام کر کے ہے آرام خواب کو کیڑے کی طرح لگتے ظالم کتاب کو	کل صبح امتحان ہر سو اس کے خیال میں پڑھتے جدا جدا ہی ہیں کچھ فکر و غور سے کل صبح اپنی جان ہے اور امتحان ہے	ہیں مدرسے طالب علم اپنے حال میں مل مل کے یاد کرتے ہیں آپس میں دور سے کر لیں جو کچھ کہ کرنا ہے شب درمیان ہے

<p>جی چوڑیٹھے مرد۔ یہ ہمت سے دور ہے قسمت تو ہر طرح ہے پمختت ضرور ہے</p>	<p>آدھی کچی ہے پردہ ابھی ہے دکان میں بیٹھا ہے گود میں بھی کما آٹے ہوئے</p>	<p>اور وہ جو لکھتے تھے ہر معا جن جہان میں گنتی میں دام دام کے دم ہے دیئے ہوئے</p>
<p>ہے سارے لین دین کی میزان تمام کی لیکن غضب ہے پردہ نہیں ملتی چھ ام کی</p>	<p>ہے کس نظر سے دیکھ رہا آسمان کو ہے محو اپنے زانچہ میں اک حساب پر براب تو فکر ہے یہی دن بہر نام رات نکلے نئے ستارے سر چنچیر میں</p>	<p>اور دیکھنا نجومی دان کی شان کو اک آنکھ دور میں پہ ہے اک کتاب پر گنتی ہے اسکی تارے ہی گنکر نام ات پیدا نئے نئے ہوئے روش نصیر میں</p>
<p>اک جستی بناؤں جو طرز جدید ہو چمکے جو امین اپنا ستارہ تو عمید ہو</p>	<p>دزد سیاہ کار بھی ہے اپنی چوٹ میں اور ہاتھ ڈالا اسکے ہر اک این ان میں ہے ہے چمکے چمکے دیکھ رہا کبول کبول کر</p>	<p>اسے رات تیرے پردہ دامن کی اوٹ میں بیٹھا تلب لگا کے کسی کے مکان میں ہے اسباب سب اندہیرے میں گہر کے نمول کر</p>
<p>سے جائیگا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئے گا دیکھو۔ کمایا کس نے ہے او کوں اڑا لے گا</p>		

<p>بیٹا اندھیرے گھر میں جلا سے چراغ ہے اور تانا گھر سے کولے ہوئے پر خیال کے جانا زمین کی تریں سے پہر غوط مار کر</p>	<p>اس تیرہ شب میں شاعر روشن دماغ ہے ڈوبتا ہے اپنے گھر میں گرجان کو ڈال کے لاتا فلک سے ہے کبھی تار سے اُتار کر</p>
<p>مضمون تازہ گر کوئی اُس آن مل گیا یوں خوش ہے جیسے نقش سلیمان مل گیا</p>	
<p>پہر تانا ٹوٹتا ہوا امانت کو رہے لاتا پر ایسے ڈہربے لقا فیدل کے ہت ہو جاتے ہیں وہ دُر مضمون نئے نئے</p>	<p>اس تیرہ شب کے پردہ میں شاعر چور ہے مطلب اڑاتا شمع کے مضمون غزل کے پڑھتا ہے ذرہ ذرہ پر افسون نئے نئے</p>
<p>تعریفیں ادا کی کرتے ہیں جو شعر سنتے ہیں مضمون کیا ہے جنگا وہ سر شیبے دہشتہ ہیں</p>	
<p>آزاد سر جھبکائے خدا کی جناب میں اور کرتا صدق دل سے دعا بار بار ہے رکھتا نہیں زمانہ کے جنجال سے غرض</p>	<p>عالم ہے اپنے بستر راحت پر خواب میں پیلائے ماتہ صورت امیدوار ہے جھمکو تو ملک سے نہ ہے مال تو غرض</p>
<p>یارب یہ التجا ہے کرم تو اگر کرے وہ بات دے زبان پہ کہ دل میں اثر کرے</p>	
<p>کرتا ہے اُسکو خوج عدد کے علاج میں اچھا تو ہے کہ رکھتا نہیں دل میں کوٹ آ</p>	<p>آجالی پر کبھی جو ہے شوخی مزاج میں کر جاتا صاف دشمن بد میں پیرچٹ ہے</p>

